

احکام کے فضائل و مسائل

PDFBOOKSFREE.PK



PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

مفتی محمد امجد علی





ایک ضروری گزارش!

معزز قارئین کرام! اس کتاب کو عام قاری کے مطالعہ، اُمتِ مسلمہ کی راہنمائی اور ثوابِ دارین کے خاطر پاکستان ورچوئل لائبریری پر شائع کر رہا ہوں۔ اگر آپ کو میری یہ کاوش پسند آئی ہے یا آپ کو اس کتاب کے مطالعے سے کوئی راہنمائی ملی ہے تو برائے مہربانی میرے اور میرے والدین کی بخشش کے لئے اللہ رب العزت سے دُعا ضرور کیجئے گا۔ شکریہ

طالب دُعا سعید خان

ایڈمن پاکستان ورچوئل لائبریری

www.pdfbooksfree.pk

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

نام کتاب : اعتکاف کے فضائل و مسائل
 نام مرتب : مفتی محمد احمد حنفی قاسمی دہلوی
 کمپوزنگ : فیض الاسلام کشتی نگری 9084018174
 تصحیح کنندگان : مفتی اسعد منوی، مفتی یونس آندھروی، مفتی لقمان سیتا مڑھی،
 فقیر عبدالرؤف کشمیری
 ناشر : اسلامک ریسرچ سینٹر ٹرسٹ
 A/13 گلی ۴، آرام پارک شاستری نگر، دہلی ۱۱۰۰۳۱
 پہلا ایڈیشن : شعبان ۱۴۳۵ھ = جون ۲۰۱۴ء

● ملنے کے پتے ●

اسلامک ریسرچ سینٹر ٹرسٹ
 13/A گلی نمبر 4، آرام پارک، شاستری نگر، دہلی 110031
 فون نمبر: 8802882265 + (91)
 مکتبہ البدردیوبند
 Mob.0987700799

قال تعالى: وَعَهْدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ
 وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ۔ (البقرہ: ۱۲۵)

اعتکاف کے فضائل و مسائل

جس میں فضائل اعتکاف، سنن، مستحبات، مکروہات اور مفسدات اعتکاف، اعتکاف نفل
 و مندور، نیز بچوں اور عورتوں کے اعتکاف کے مسائل پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے اور ہر مسئلے کو
 عبارات فقہیہ سے مدلل کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور اخیر میں شب قدر کے فضائل و مسائل
 مفصلاً مذکور ہیں

1

مفتی محمد احمد دہلوی

ناشر

اسلامک ریسرچ سینٹر ٹرسٹ A/13 گلی ۴، آرام پارک شاستری نگر، دہلی ۱۱۰۰۳۱

جنہوں نے بڑی خوبی کے ساتھ یہ خدمت انجام دی ہے، اردو کی مستند کتب فتاویٰ، نیز بعض دیگر کتب فقہ سے استفادہ کرتے ہوئے یہ مجموعہ مرتب کیا ہے، گویا یہ ایک شریں اور صحت بخش شہد ہے جسے مختلف پھولوں سے کشید کیا گیا ہے اور اس میں مسائل کے ساتھ ساتھ حسب ضرورت فضائل و آداب پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے، اہم بات یہ ہے کہ بعض مسائل جن کے بارے میں اہل علم کے درمیان اختلاف رائے ہے، جیسے: اعتکاف مسنون میں استثناء کا درست ہونا یا نہ ہونا یہ اور اس طرح کے دوسرے مسائل میں مختلف اقوال اور ان کا مستدل بھی ذکر کر دیا گیا ہے، جو اہل علم کے لئے بھی قابل استفادہ ہے۔ مؤلف عزیزان لوگوں میں ہیں، جنہوں نے کفر سے ایمان کی طرف ہجرت کی ہے، پھر اللہ کی توفیق سے انہوں نے علوم اسلامی کی دارالعلوم دیوبند سے تکمیل کی اور وہاں افتاء کی تربیت بھی حاصل کی اور امام ابو حنیفہؒ کی تابعیت پر ایک وقیع کام بھی کیا ہے، جو ابھی تشنہ طبع ہے، اب انہوں نے دہلی میں تجارت شروع کی ہے اور ساتھ ہی ساتھ علم اور دین کی تجارت رابحہ سے بھی غافل نہیں ہیں، انہوں نے اپنے رفقاء اور معاونین کے ساتھ یہ اہم کام انجام دیا ہے، اور اسی طرح فقہ کے تمام ابواب کو مرتب کرنے کا عزم رکھتے ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو قبول فرمائے۔ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ وَهُوَ الْمُسْتَعَانُ

خالد سیف اللہ رحمانی

(جنرل سکریٹری)

۱۴۳۵ھ/۷/۱۱

۲۰۱۴ء/۵/۱۱

پیش لفظ

از: فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی

بندگی کا کمال یہ ہے کہ انسان اپنے مالک کی طرف اس طرح یکسو ہو جائے کہ گویا مخلوق سے اس کی کوئی غرض باقی نہ رہے، اس کمال عبدیت کی تربیت کے لیے اللہ تعالیٰ نے روزے فرض کئے ہیں، جس میں انسان کھانے، پینے اور شہوانی تعلق جیسے فطری جذبات سے اپنے آپ کو دور کر دیتا ہے، لیکن پھر بھی دنیا سے اس کا تعلق باقی رہتا ہے، کسب معاش کی مہم میں شامل رہ سکتا ہے لوگوں کے یہاں آمد و رفت کر سکتا ہے، رات کے وقت اپنی صنفی ضرورت پوری کر سکتا ہے، گویا بہت سارے علائق ایسے بھی باقی رہتے ہیں: اس لیے اعتکاف کے ذریعہ اس تربیتی میدان کو اس کے اعلیٰ ترین درجہ تک پہنچا دیا ہے، جس میں انسان اپنا گھر بار اور دوکان و کاروبار چھوڑ کر اللہ کی چوکھٹ پر اپنے آپ کو ڈال دیتا ہے، اب چوبیس گھنٹے خدا کے گھر میں مقیم رہتا ہے، اسی لیے معتکف کا سونا اور طبعی ضروریات کو پورا کرنا بھی عبادت میں شامل ہے۔

اعتکاف کی اسی اہمیت کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے پوری مدنی زندگی میں ہر سال رمضان المبارک میں اعتکاف فرمایا ہے یا اگر رمضان میں اعتکاف فرمانے میں رکاوٹ پیش آگئی تو غیر رمضان میں اعتکاف کیا ہے؛ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے معمولات کو سامنے رکھتے ہوئے فقہاء نے تفصیل کے ساتھ اعتکاف کے احکام مرتب کئے ہیں اور فقہاء کے انہیں استنباطات کو سامنے رکھ کر موجودہ دور میں اہل علم نے فتوے دیئے، یہ فتاویٰ قریب قریب امکانی طور پر پیش آنے والے تمام مسائل کا احاطہ کرتے ہیں۔

ضرورت تھی کہ ان فتاویٰ کو اردو قارئین کے لئے یکجا کر دیا جائے، اور عوام و خواص کے لئے قابل استفادہ بنایا جائے، اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے، حجتی فی اللہ مفتی محمد احمد دہلوی کو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

فقیہ النفس حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمن صاحب خیر آبادی رزید مجدہم
صدر مفتی دارالعلوم دیوبند

الحمد لله رب العالمين، و الصلاة والسلام على سيد الانبياء و
المرسلين و على آله وصحبه اجمعين. اما بعد!
اعتکاف نام ہے، مخلوق سے قطع تعلق کر کے اللہ کے گھر میں بیٹھ جانا اور اپنے دل کو اللہ کی
ذات کے ساتھ وابستہ کر لینا تمام دنیاوی خیالات و تفکرات و تمام مشغولیات کے بدلہ میں
خدائے وحدہ لا شریک لہ کی یاد میں اور اس کے ذکر میں، اس کی عشق و محبت میں مشغول ہو
جانا، اور دل کو اللہ کے ساتھ مانوس کر کے لطف اندوز ہونا۔

معتنف اللہ رب العزت کے در کی چوکھٹ کو پکڑ کر بیٹھ جاتا ہے۔ اور اللہ کی رحمت کے
دروازے کے سامنے امید لگا کر بیٹھ جاتا ہے۔ دنیا کے تمام جھمیلوں سے الگ ہو کر یکسوئی کے
ساتھ اللہ کے گھر پڑ جاتا ہے۔ نوافل پڑھنے میں، قرآن کریم کی تلاوت میں، ذکر و تسبیحات
میں، اللہ کی یاد میں اور شب قدر جیسی فضیلت والی رات کی تلاش میں، دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوتا
ہے۔ اللہ کی محبت و اس کا قرب حاصل کرنے کے لیے اللہ کے گھر میں ڈیرہ لگا لیتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کو اعتکاف کی عبادت بہت محبوب تھی اور اس کے لئے بہت مجاہدہ فرماتے
تھے۔ مسلم شریف میں ہے: کان رسول اللہ ﷺ يجتهد في العشر الاواخر ما لا

کلماتِ بابرکات

نمونہ اسلاف حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی ردامت برکاتہم العالیہ
مہتمم دارالعلوم دیوبند

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ

اعتکاف ایک اہم عبادت ہے؛ خصوصاً ماہ مبارک کے آخری عشرے کا اعتکاف، جو کہ
سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے، اہل توفیق اس کا خاص اہتمام کرتے ہیں؛ لیکن اس اہم عبادت
سے مکمل استفادے کے لیے ضروری ہے کہ اعتکاف کے آداب کی پوری رعایت کی جائے اور
ایسے تمام اعمال سے پرہیز کیا جائے، جن سے اعتکاف مکروہ ہوتا ہے یا ٹوٹ جاتا ہے، اس بنا پر
متعدد اہل علم نے مسائل اعتکاف پر مشتمل کتابیں تصنیف فرمائی ہیں؛ نیز فتاویٰ کی کتابوں میں
اعتکاف کے ابواب بھی شامل ہیں، ان سب کے باوجود بسا اوقات ایسی صورت حال پیش
آ جاتی ہے، جس کا واضح اور صریح حکم بروقت کتابوں میں نہیں ملتا۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا
فرمائے جناب مفتی محمد احمد صاحب دہلوی کو، جنہوں نے اس اہم ضرورت کی تکمیل کا بیڑہ
اٹھایا اور مسائل اعتکاف پر مشتمل کتابوں اور مطبوعہ فتاویٰ اور کتب فضائل سے ان تمام مضامین
کو منتخب فرما کر ایک جامع کتاب ترتیب دیدی، جن کی عموماً معکفین کو ضرورت پیش آ سکتی ہے۔
امید ہے کہ اس کتاب سے حضرات معکفین کو اچھی رہنمائی حاصل ہوگی، اللہ تعالیٰ
مصنف کی خدمت کو قبول فرمائے اور امت کے لیے نافع بنائے۔

ابوالقاسم نعمانی عفرلہ

دارالعلوم دیوبند

۱۴۳۵ھ / ۷/۱۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

عبادات جس طرح ظاہراً کی جاتی ہیں، اسی طرح تفکر بھی ایک قسم کی عبادت ہے کہ آدمی خلوت میں رہ کر کچھ وقت اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کے بارے میں غور کرے، خود قرآن شریف میں ارشاد خداوندی ہے ﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ﴾ (آل عمران: ۱۹۰) اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کا ذکر عبادت ہے، اسی طرح فکر بھی ایک عبادت ہے، فرق یہ ہے کہ ذکر تو اللہ جل شانہ کی ذات و صفات کا مطلوب ہے، اور فکر و تفکر اس کی مخلوقات میں مقصود ہے۔ مخلوقات الہیہ میں غور و فکر کرنے سے اللہ رب العزت کی معرفت نصیب ہوتی ہے، اور غور و فکر اس کا ذریعہ ہے، اس وجہ سے یہ بہت بڑی عبادت ہے، حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں تَفَكَّرْ سَاعَةً خَيْرٌ مِنْ قِيَامِ لَيْلَةٍ ”یعنی ایک گھڑی آیات قدرت میں غور کرنا، پوری رات کی عبادت سے بہتر اور زیادہ مفید ہے“ (ابن کثیر: ۲/۱۶۵) حضرت سفیان بن عیینہؒ کا ارشاد ہے کہ ”غور و فکر ایک نور ہے، جو تیرے دل میں داخل ہو رہا ہے“۔ اسی وجہ سے حضرات صوفیاء کے یہاں خلوت کی بے حد اہمیت ہے؛ بلکہ اس سلسلے میں ”خلوت در انجمن“ ان کی ایک خاص اصطلاح ہے۔

اعتکاف میں اس کی ایک عملی مشق ہوتی ہے اور مقصود اس سے یہ ہے کہ آدمی کچھ دن فارغ کر کے یکسو ہو کر اللہ رب العزت کی طرف متوجہ ہو جائے، اور یہ تو جو اس درجہ ہو جائے کہ اللہ رب العزت سے انس ہو جائے جو اس کو آنے والی زندگی میں کام آئے؛ چنانچہ حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

”اعتکاف کا مقصد اور اس کی روح دل کو اللہ کی پاک ذات کے ساتھ وابستہ کر لینا ہے کہ سب طرف سے ہٹ کر اسی کے ساتھ مجتمع ہو جائے، اور ساری مشغولیات کے بدلے

يَجْتَهِدُ فِي غَيْرِهِ. دوسری حدیث میں ہے: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرَ الْأَوَّلُ شَدَّ مِئْزَرَهُ وَأَحْيَى لَيْلَهُ وَأَيَّقُظُ أَهْلَهُ.

معنکف جب اعتکاف میں بیٹھتا ہے تو اس کا مرکزی خیال، حصول تربیت، اس کے اندر نیکیوں کا شوق پیدا کرنا ہوتا ہے۔ اچھے اخلاق سے اپنے آپ کو مزین کرنا ہوتا ہے، گندے اخلاق اپنے اندر سے دور کرتے ہوئے گناہوں سے دور رہنے کی مشق کرتا ہے۔ آخرت کی طرف رجوع نصیب ہونے کا عظیم مقصد حاصل کرنا ہوتا ہے۔

ویسے میں رمضان المبارک کی مثال بینک کی چیک بک جیسی ہے، ہم جتنی رقم چاہیں اس چیک میں لکھ لیں، وہ سب رقم آخرت میں ہمارے لیے جمع ہو جاتی ہیں۔

زیر نظر کتاب میں مولانا مفتی محمد احمد دہلوی نے اعتکاف کے فضائل، احکام و مسائل کی ہر گوشہ پر بڑی محنت و عرق ریزی کے ساتھ قیمتی مواد اکٹھا کیا ہے۔ یوں تو اعتکاف کے موضوع پر متعدد رسالے نظر سے گزرے؛ لیکن اس طرح بسط و تفصیل کے ساتھ مفتی صاحب کی کتاب لاثانی ہے، اس کی نظیر نہیں ملتی ہے۔ دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو شرف قبولیت سے نوازے۔ ناظرین کو اس سے زیادہ سے زیادہ فیض یاب بنائے۔ اور مؤلف کے لیے اس کو ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین

حبیب الرحمن خیر آبادی عفا اللہ عنہ

۲۱/رجب ۱۴۳۵ھ

ثمرات ظاہر نہیں ہوتے، جو یقیناً لائق افسوس ہے کہ آدمی وقت بھی پورا دے اور اس کو اس کا ثمرہ بھی نہ ملے یا ناقص ملے۔

ایک طویل عرصے سے احقر کے ذہن میں یہ بات تھی کہ اعتکاف کے موضوع پر کوئی ایسی کتاب ترتیب دی جائے، جس میں محل اعتکاف، مباحات، مکروہات اور مفسدات اعتکاف پر سیر حاصل گفتگو ہو، تاکہ اس کے مطالعہ کے بعد متعقلین مکروہات و مفسدات اعتکاف کو جان کر ان چیزوں سے گریز کر سکیں اور اعتکاف کے کما حقہ فوائد حاصل کر سکیں، اسی مقصد سے احقر نے اس کتاب کی ترتیب کا عزم کر لیا اور تقریباً دو سال کی طویل محنت کے بعد، یہ کتاب آپ کے سامنے ہے، اس مقصد کے حصول میں احقر کو کتنی کامیابی ملی ہے، اس کا فیصلہ قارئین ہی کر سکتے ہیں؛ البتہ احقر نے اپنے طور پر اس بات کی پوری کوشش کی ہے کہ حتی الوسع مفتی بہ مسائل کے استقراء کے ساتھ ساتھ ان کے دلائل بھی ذکر کر دیے جائیں؛ تاکہ یہ کتاب بیک وقت علما اور عوام کے لیے یکساں طور پر مفید ہو، یہ کتاب ان مسائل کا مجموعہ ہے، جو مختلف کتب فتاویٰ، رسائل اور خاص اعتکاف کے موضوع پر لکھی گئی کتابوں میں مذکور ہیں، اس کتاب کا مطالعہ انشاء اللہ قاری کو تقریباً بیسیوں کتابوں کے مطالعہ سے مستغنی کر دے گی، اس کتاب میں اصول یا جزئیات کی شکل میں ایسے مسائل آگئے ہیں، جن کی روشنی میں پیش آمدہ مسائل کو حل کیا جاسکتا ہے، اس کتاب کی ترتیب، تبویب اور تخریج میں بہت سے احباب کا ہاتھ رہا ہے، اللہ رب العزت ہر ایک کو اپنی شایان شان اجر عطا فرمائے۔

اس کتاب میں احکام اعتکاف کے نام سے دو کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے، ایک حضرت مفتی تقی صاحب مدظلہ العالی کی ہے اور دوسرے کے مرتب، مفتی زید صاحب مظاہری مدظلہ العالی ہیں، جہاں مطلق احکام اعتکاف مذکور ہے، اس سے مراد حضرت مفتی تقی صاحب مدظلہ العالی کی تصنیف ہے، اور جس جگہ مفتی زید صاحب کی کتاب کا حوالہ مذکور ہے، وہاں کتاب کے نام کے ساتھ حضرت مفتی صاحب کا نام ذکر کر دیا گیا ہے؛ تاکہ کوئی اشتباہ باقی نہ رہے۔

احقر نے اپنے طور پر پوری کوشش کی ہے کہ مسائل صحیح اور مفتی بہ مذکور ہوں، تاہم اس کے باوجود سہو، غلطی یا اختلاف کا واقع ہو جانا عین ممکن ہے، یہ تو صرف اللہ رب العزت کے کلام کا خاصہ

میں اسی کی پاک ذات سے مشغول ہو جائے، اور اس کے غیر کی طرف سے منقطع ہو کر اس طرح اس میں لگ جائے کہ خیالات اور تفکرات سب کی جگہ اس کا پاک ذکر اور اس کی محبت سما جائے، یہاں تک کہ مخلوق کے ساتھ انس (محبت) کے بدلے اللہ کے ساتھ محبت پیدا ہو جائے کہ یہ انس قبر کی وحشت میں کام دے، جس دن اللہ کی پاک ذات کے سوا، نہ کوئی مولس ہوگا، نہ دل بہلانے والا، اگر دل اس کے ساتھ مانوس ہو چکا ہوگا تو کس قدر لذت سے وقت گزرے گا۔ (فضائل رمضان: ۵۱)

اعتکاف، سنت قدیمہ متوارثہ ہے، سابقہ امتوں میں بھی اعتکاف مشروع تھا، آنحضرت ﷺ کو اعتکاف کا خاص ذوق تھا، آپ ﷺ ہر سال رمضان کے مہینے میں اعتکاف کا نہایت اہتمام فرماتے تھے، آپ ﷺ نے رمضان کے پورے مہینے کا اعتکاف بھی فرمایا ہے، اور بیس روز کا بھی اور دس روز کا تو ہر سال آپ ﷺ کیا ہی کرتے تھے، اعتکاف کی اہمیت و فضیلت کے لیے یہ بات ہی کیا کم ہے کہ آنحضرت ﷺ نے پابندی فرمائی، اور بلا کسی مصلحت کے کبھی ترک نہیں فرمایا، آپ ﷺ نے اس عملی اہتمام کے ساتھ ساتھ قولی اعتبار سے بھی امت کو اس کی اہمیت بتلائی ہے، تفصیلی طور جن کا ذکر کتاب میں موجود ہے، ان سب فضائل کے باوجود امت میں اس کا کس قدر اہتمام ہے یہ کسی پر مخفی نہیں، اکثر جگہوں پر لوگ اس سے اعراض کرتے ہیں، محض کفایہ کی ادائیگی کے لیے کسی بوڑھے کو بیٹھا دیتے ہیں، حتیٰ کہ اگر کوئی تیار نہ ہو تو اجرت دے کر کسی کو تیار کرتے ہیں، جو شرعاً ناجائز ہے۔ فیا أسفا علی ذلک!

اعتکاف کا مسئلہ چونکہ سال میں ایک مرتبہ پیش آتا ہے، اس لیے اس کے مسائل عموماً مخفی رہتے، ہیں عوام تو کیا علماء کو بھی اس میں غلطیاں کرتے ہوئے دیکھا گیا ہے، جس اعتکاف کے لیے ہمد تن یکسو ہو کر اور اپنے آپ کو فارغ کر کے بیٹھتے ہیں، ذرا سی بے توجہی کے نتیجے میں وہ فاسد ہو جاتا ہے، اور اس کا خیال بھی نہیں رہتا، بالعموم اعتکاف کے باب میں حدود مسجد کی تعیین اور ضروریات کی وجہ سے نکلنے کے بعد کتنی دیر تک ٹھہرنے کی اجازت ہے، کے مسئلے میں لوگوں سے غلطی واقع ہو جاتی ہے، جو اعتکاف کے فساد کا ذریعہ ہوتا ہے، اسی طرح حالت اعتکاف میں حدود اعتکاف اور آداب مسجد کی مکمل رعایت نہ کرنے کی وجہ سے اعتکاف کے مکمل

اس کتاب کے بارے میں کچھ اہم باتیں

یہ کتاب اکابر حضرات کے فتاویٰ کا خلاصہ اور نچوڑ ہے؛ اسی وجہ سے اس میں بیجا تطویل یا حد درجہ ایجاز سے گریز کیا گیا ہے، اس کتاب کے بارے میں کچھ اہم باتیں درج ذیل ہیں:

(۱) ہر مسئلہ کے ساتھ اردو فتاویٰ کا حوالہ، یعنی جس کتاب سے وہ مسئلہ لیا گیا ہے، مذکور ہے۔

(۲) اگر کوئی مسئلہ متعدد فتاویٰ کی کتابوں میں مذکور ہے، تو اس میں جو جواب سب سے جامع اور عنوان کے مطابق رہا ہے، اس کو اصل بنا کر بقیہ کتابوں کا حوالہ مع صفحہ لکھ دیا گیا ہے۔

(۳) اگر کوئی مسئلہ کسی کتاب میں متعدد جگہ آیا ہے تو ہر جگہ کا صفحہ لکھ دیا گیا ہے۔

(۴) اگر مسئلہ اردو فتاویٰ کے علاوہ سے لیا گیا ہے تو اس کا حوالہ لکھ دیا گیا ہے۔

(۵) اس کتاب میں سوال کو حذف کر کے صرف عنوان لگا کر مسئلہ کو ذکر کیا گیا ہے۔

(۶) مسئلہ ذکر کرتے وقت اگر کسی کتاب کا جواب عنوان کے عین مطابق رہا ہے، تو اس کو بعینہ نقل کر دیا گیا ہے۔

(۷) اگر کسی جواب میں حد درجہ اختصار سے کام لیا گیا ہے تو اس کو واضح کرنے اور مسئلہ کی شکل بنانے میں کبھی کبھی سوال کے الفاظ اور کبھی اپنی طرف سے بھی کچھ الفاظ کی زیادتی کے ساتھ مسئلہ کو مکمل طور پر واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

(۸) کبھی جواب عنوان کے مطابق نہیں رہتا تو عنوان میں قدرے تغیر کر کے عنوان کو جواب کے مطابق کیا گیا ہے۔

(۹) اگر جواب میں زائد بات مذکور ہے اور وہ بات مفید بھی ہے تو اس کو الگ سے عنوان لگا کر مسئلہ کی شکل میں ذکر کر دیا گیا ہے۔

(۱۰) حتیٰ الوسع کوشش یہی کی گئی ہے کہ فتاویٰ کی اصل عبارت برقرار رہے؛ تاہم عنوان کی رعایت میں کبھی الفاظ میں حذف و اضافہ سے بھی کام لیا گیا ہے۔

ہے کہ وہ ان نقائص سے پاک اور مبرا ہے؛ اس لیے اگر کسی صاحب کو اس کتاب میں کوئی غلطی نظر آئے تو ”الدین النصیحة“ کے پیش نظر اس سے ضرور مطلع فرمائیں گے۔ واجرہم علی اللہ۔

انہر میں قارئین سے عرض یہ ہے کہ اس طرح کی کتابوں کی تصنیف کا جہاں ایک مقصد یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ مسائل کا علم ہو، وہیں ایک خاص مقصد یہ بھی ہے کہ ایسی کتابوں پر تنقیدی نظر ڈالی جائے؛ تاکہ مسائل منہج و مہذب ہو جائیں؛ کیونکہ جو مسائل عام کتابوں میں مذکور ہیں، ان میں غلطی کا احتمال نہیں رہتا؛ البتہ جو مسائل نووارد اور نوازل کے قبیل سے ہیں، اور جن کو مفتی اصول و جزئیات کی روشنی میں لکھتا ہے، ان میں غلطی کا احتمال بہر حال رہتا ہے، ممکن ہے کہ جس اصول یا جزئیہ کی روشنی میں جواب لکھا گیا ہے، وہ اصول یا جزئیہ اس مسئلہ پر منطبق نہ ہو رہا ہو، بہر حال ایسی کتابیں بعد والوں کو یہ دعوت دیتی ہیں کہ ان میں غور کر کے نئے مسائل کا استخراج کریں یا ان میں مذکور غلطیوں پر تنبیہ کریں، قارئین سے امید ہے کہ ہر دو نظریے سے اس کتاب میں غور فرمائیں گے۔

اللہ رب العزت اس کتاب کو قبول فرمائے، اور اس کے نفع کو جاری و ساری فرمائے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

(مفتی) محمد احمد دہلوی

۱۴۳۵ھ/۵/۳۰

مطابق ۲۰۱۴ء بروز سہ شنبہ

آگاہی

اس کتاب میں جن فتاویٰ کی کتابوں سے استفادہ کثرت سے کیا گیا ہے، وہ درج ذیل کتب خانوں کی مطبوعات ہیں۔

اسمائے کتب	مطبوعات
● فتاویٰ رشیدیہ	مکتبہ فقیہ الامت، دیوبند
● امداد الفتاویٰ	زکریا بک ڈپو، دیوبند
● امداد الاحکام	زکریا بک ڈپو، دیوبند
● کفایت المفتی	دارالاشاعت، کراچی
● فتاویٰ دارالعلوم	مکتبہ دارالعلوم دیوبند
● عزیز الفتاویٰ	زکریا بک ڈپو، دیوبند
● امداد المفتین	زکریا بک ڈپو، دیوبند
● فتاویٰ محمودیہ	مکتبہ شیخ الاسلام، دیوبند
● فتاویٰ رحیمیہ	دارالاشاعت، کراچی
● خیر الفتاویٰ	مکتبہ الحق، ماڈرن ڈیری، جوگیشوری
● احسن الفتاویٰ	دارالاشاعت، دیوبند
● فتاویٰ عثمانی	کتب خانہ نعیمیہ، دیوبند
● کتاب الفتاویٰ	کتب خانہ نعیمیہ، دیوبند
● آپ کے مسائل اور ان کا حل	دارالکتاب، دیوبند
● کتاب المسائل	فرید بک ڈپو، دہلی
● رحمۃ اللہ الواسعہ	مکتبہ حجاز، دیوبند

(۱۱) اگر کسی کتاب کے صرف مفہوم کو لیا گیا ہے تو وہاں ”مستفاد“ کی صراحت کر دی گئی ہے۔

(۱۲) ہر مسئلہ کے ساتھ کوشش یہی کی گئی ہے کہ عربی حوالہ بھی اس مسئلہ کے ساتھ ذکر کر دیا جائے۔

(۱۳) حوالہ ذکر کرنے میں اگر حوالہ اس کتاب کے حاشیہ میں مذکور ہے اور وہ حوالہ کافی بھی ہے تو اس پر اکتفاء کیا گیا ہے، ورنہ اس مسئلہ کی مناسبت سے دوسری کتاب کا حوالہ جو اس مسئلہ کے اعتبار سے زیادہ صریح اور واضح تھا، اسے ذکر کیا گیا ہے۔

(۱۴) عربی حوالوں کو بجائے حاشیہ پر لکھنے کے، اصل مسئلہ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

(۱۵) اگر کوئی مسئلہ واضح نہیں تھا تو مسئلہ مکمل ہونے کے بعد نوٹ لکھ کر اس مسئلہ کی وضاحت کر دی گئی ہے۔

(۱۶) جن مسائل میں سوال کے بغیر مسئلے کی پوری وضاحت نہ ہو پاتی ہو، یا سوال سے مزید وضاحت ہو جاتی ہو، یا خود سوال اہم ہو، ایسے مسائل میں سوال و جواب دونوں کو نقل کیا گیا ہے۔



اعتکاف کا بیان

اعتکاف کیا ہے؟

دنیوی کاروبار، معاشی الجھنوں اور ذاتی مصروفیات میں الجھ کر انسان اپنے مقصد تخلیق سے غافل ہو جاتا ہے، شیطانی اثرات اس کے دل و دماغ پر اس طرح چھا جاتے ہیں کہ اسے کچھ اور سوچنے اور غور کرنے کی سُدھ ہی نہیں رہتی، رفتہ رفتہ یہ غفلت اتنی بڑھتی ہے کہ نماز کے لیے مسجد میں کچھ دیر کے لیے جانے اور روزہ زکوٰۃ وغیرہ عبادتوں کی انجام دہی سے بھی وہ ختم نہیں ہو پاتی، نماز دنیوی خیالات میں گزرتی ہے اور روزہ لایعنی باتوں کی نذر ہو جاتا ہے۔ یہ صورت حال زندہ دلائل امت کے لیے سوہان روح اور عاشقانِ توحید کے لیے درد و گرب کا سامان بن جاتی ہے۔ مالک الملک کا شاہانہ جاہ و جلال، جہاں اس کے دربار میں آپڑے رہنے سے مانع ہوتا ہے، وہیں ارحم الراحمین کی رحمت بیکراں فکر مندوں کے لیے امید کے دیئے جلاتی ہے اور بیم و رجاء کے عالم میں غفلت کی وادیوں میں چکر لگانے والا انسان اپنے حقیقی آقا کے دربار میں زبانِ حال سے یہ کہتے ہوئے فروکش ہو جاتا ہے۔

پھر جی میں ہے کہ درپے کسی کے پڑے رہیں

سرزیر بارِ منت درباں کیے ہوئے

اسی جذبہ، اسی عشق، اسی امید اور منت شناسی کا نام اعتکاف ہے۔ (کتاب المسائل

۱۰۳۲:)

آگاہی

اس کتاب میں جن عربی کتابوں کے حوالے متعدد بار آئے ہیں وہ درج ذیل کتب خانوں کی مطبوعات ہیں۔

- اسمائے کتب _____ مطبوعات
- المیسوط للسرخسی _____ مطبعة السعادة، مصر
- فتح القدير _____ زکریا بک ڈپو، دیوبند
- در مختار مع شامی _____ زکریا بک ڈپو، دیوبند
- البحر الرائق _____ زکریا بک ڈپو، دیوبند
- بدائع الصنائع _____ زکریا بک ڈپو، دیوبند
- فتاویٰ تاتارخانیہ _____ زکریا بک ڈپو، دیوبند
- مجمع الانهر _____ مکتبہ فقیہ الامت، دیوبند
- بنایہ _____ دارالکتب العلمیہ، بیروت
- کبیری _____ دارالکتب، دیوبند
- طحاوی مع مراقی الفلاح _____ دارالکتب، دیوبند
- المجموع شرح المہذب _____ داراحیاء التراث العربی
- الاستذکار _____ دارتنبیہ للطباعة والنشر، دمشق، بیروت
- المغنی مع الشرح الکبیر _____ دارالکتب العلمیہ بیروت

پھر وہ دس دن کا اعتکاف ایسے دنوں میں ہے کہ اس عشرہ میں ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے، یعنی ہزار مہینے اگر ریاضت و مجاہدہ کرے تو وہ بات نصیب نہیں ہوتی، جو اس ایک رات میں ہو جاتی ہے۔ (احکام اعتکاف مفتی زید صاحب ۱۸-۱۹)۔

اعتکاف کی تعریف

اعتکاف کے لغوی معنی ٹھہرنا اور رکنا ہیں اور اعتکاف کے شرعی معنی ہیں، مرد کا مسجد میں اعتکاف کی نیت سے ٹھہرنا اور عورت کا اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کی نیت سے ٹھہرنا۔ معتکف کو معتکف اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ مسجد میں عبادت کے لیے اپنے آپ کو ڈالتا ہے۔

قال في البحر: هَوْلَعَةً: اِفْتَعَالَ مِنْ عَكْفٍ اِذَا دَامَ مِنْ بَابِ "طَلَبَ" وَعَكْفُهُ حَبْسُهُ، وَمِنْهُ "الْهَدْيُ مَعْكُوفًا" وَسُمِّيَ بِهَذَا النَّوعِ مِنَ الْعِبَادَةِ؛ لِأَنَّهُ اِقَامَةً فِي الْمَسْجِدِ مَعَ شَرَائِطٍ، كَذَا فِي الْمَغْرِبِ. وَفِي الصَّحَاحِ اِلْعِتْكَافُ: الْاِحْتِبَاسُ، وَشَرْعًا: اَللُّبْتُ فِي الْمَسْجِدِ بِنِيَّتِهِ. (البحر الرائق: ۲/ ۵۲۲) وفي البدائع: يقال: فُلَانٌ مَعْتَكِفٌ عَلَى حَرَامٍ أَوْ مَقِيمٌ عَلَيْهِ فُسْمًى مِنْ اِقَامٍ عَلَى الْعِبَادَةِ فِي الْمَسْجِدِ مُعْتَكِفًا. (بدائع الصنائع: ۲/ ۲۸۲)۔ (فضائل الاعمال: ۶۱۲، جواہر الفتاوی: ۲۶، حاشیہ درس ترمذی: ۲/ ۶۳۰)

اعتکاف کا رکن اور شرائط

اعتکاف ایک رکن اور دو شرطوں پر مشتمل ہے۔

رکن: ٹھہرنا ہے۔ قال في البدائع: فَرُكْنُ اِلْعِتْكَافِ هُوَ اَللُّبْتُ، وَالْاِقَامَةُ. (بدائع: ۲/ ۲۸۲)

شرط: (۱) مسجد میں ٹھہرنا۔ (۲) نیت کے ساتھ ٹھہرنا۔ وَالْكُونُ فِي الْمَسْجِدِ، وَالنِّيَّةُ مِنْ مَسْلَمٍ عَاقِلٍ طَاهِرٍ مِنْ جَنَابَةٍ، وَحَيْضٍ، وَنِفَاسٍ شَرِطَانٍ. (در مختار مع شامی: ۳/ ۴۳۰)۔ (آداب الاعتکاف: ۴۶)

اعتکاف ایک مفید اور آسان مجاہدہ ہے

شہوت اور تکبر تمام مفاسد کی جڑ ہیں، ان دونوں سے نفس کا تزکیہ ضروری ہے، شریعت نے بھی ان کی تعدیل کی ہے، حکماء (جوگیوں) نے بھی اس کے لیے بڑے بڑے مجاہدے کیے ہیں، اس کے لیے اسباب ذلت اختیار کرتے تھے اور اس کی مدد کے واسطے خلوت (تنہائی) میں رہتے تھے، لوگوں سے ملنا جلنا ترک کر دیتے تھے اور اس میں بھی بہت مبالغہ کرتے تھے اور مقصود ان کا صرف یہی تھا کہ نفس مہذب ہو جائے۔

شریعت نے بھی ان دونوں خصلتوں (شہوت اور تکبر) کی تعدیل کی ہے اور اس کے لیے حکماء سے زیادہ سہل اور نفع بخش طریقے تجویز کیے ہیں۔

مجملہ ان کے ایک مجاہدہ خلوت (تنہائی) میں رہنا تھا، جو تمام مجاہدات کے لیے معین و مددگار ہے، حکماء کے یہاں تو برسوں؛ بلکہ عمر بھر کی خلوت تھی (نہ کسی سے ملنا جلنا، نہ تعلقات قائم کرنا) ظاہر ہے کہ اس میں سخت حرج ہے اور تعلقات و تمدن کے نظام کو درہم برہم کرنا ہے۔

سبحان اللہ! شریعت نے اس میں عجیب رعایت رکھی ہے کہ صرف دس دن کی خلوت مقرر فرمائی ہے اور اس کا نام اعتکاف رکھا اور اس میں بھی یہ نہیں کیا کہ بالکل نہ کسی سے بولونہ ملو؛ بلکہ اس میں ایسا اچھا طریقہ بتلادیا کہ اس میں خلوت (تنہائی) میں رہنے کا جو نفع ہے، وہ بھی باقی رہے اور جو لوگ وہاں آئیں ان سے ملنے میں کچھ حرج بھی نہ ہو، وہ یہ کہ شریعت نے یہ تعلیم دی ہے کہ مسجد کے علاوہ اور کہیں اعتکاف جائز نہیں اور ظاہر ہے کہ مسجد میں اپنے ہم جنس اور دیندار لوگ ہی آئیں گے اور مطلوب تو غیروں سے بچنا ہے۔

ہمارے حضرت حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ”خلوت از اغیار، نہ از یار“ یعنی خلوت تو غیروں سے ہوتی ہے، نہ کہ اپنوں سے، پس خلوت اور علیحدگی ان لوگوں سے ہے جو دین کے رہزن ہیں اور جن سے ملنا جلنا دین کے لیے مضر ہے، باقی جو دین میں معین اور مفید ہیں، ان کے پاس بیٹھنا تو خلوت سے بہتر ہے، ایسی خلوت پر جلوت کو ترجیح ہے۔

پڑا رہوں گا چاہے نکال دیا جائے، یہ شان ہے فنا کی۔ اور اس کو اعتکاف کی روح اس لیے کہا کہ اعتکاف کسی اور عبادت پر موقوف نہیں، اگر دربار میں حاضری دے کر ہر وقت پڑا سوتا رہے، تب بھی اس کو اعتکاف کا پورا ثواب ملے گا، یہ دروازے پر پڑا رہنا ہی بڑی چیز ہے، یہی وہ چیز ہے کہ مرد کو مقبول بنا دیتی ہے۔ (احکام اعتکاف مفتی زید صاحب: ۱۶)

اعتکاف کی ابتداء کس سال ہوئی؟

اصل اعتکاف تو سنت قدیمہ ہے، حضرت عمر ابن خطابؓ فرماتے ہیں: نذرتُ أن أعتكف ليلة في المسجد الحرام. رواه البخاري وفي المسلم: يوما. وجمع ابن حبان بأن النذر كان اعتكاف يوم وليلة اور بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ سنت ابراہیم ہے جس کے کچھ آثار باقی تھے؛ لیکن اعتکاف مسنون کی ابتداء تو بظاہر ہجرت کے بعد ہے، صوم کی فرضیت شعبان ۲ھ میں ہوئی ہے اور خیال یہ ہے کہ اعتکاف مسنون اس کے بعد شروع ہوا، تصریح کہیں نہیں ملی؛ البتہ بدائع میں اتنی بات ہے: ولم يترك الاعتكاف منذ دخل المدينة إلى أن مات - صلى الله عليه وسلم - . (بدائع الصنائع: ۲/۲۷۳) اس سے یہ معلوم ضرور ہو گیا کہ یہ سنت ہمیشہ معمول بہا رہی۔ (الباقيات الغالية: ۱۸۷)

اعتکاف سابقہ امتوں میں بھی مشروع تھا

اعتکاف سابقہ امتوں میں بھی مشروع تھا۔ قال تعالى: ﴿وَعَهْدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنَّ طَهْرًا بَيْنِي لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ﴾ (البقرة: ۱۲۵) (ترجمہ) اور ہم نے عہد لیا ابراہیم اور اسماعیل (علیہما السلام) سے کہ تم دونوں میرے گھر کو طواف کرنے والوں، قیام کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے پاک رکھو۔ (آئینہ رمضان: ۲۱۵) زمانہ جاہلیت میں حضرت عمرؓ کا اعتکاف کی نذر ماننا اور آپ ﷺ کا اس کو پورا کرنے کا حکم دینا بھی اس پر دال ہے کہ اعتکاف سنت قدیمہ متوارثہ ہے۔

اعتکاف کی مشروعیت

اعتکاف قربت مشروعہ ہے، جس کا ثبوت قرآن و حدیث سے ہے۔ الاعتكاف قربة مشروعة بالكتاب والسنة، أما الكتاب فقولہ تعالى: ﴿وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾ فالإضافة إلى المساجد المختصة بالقرب، وترك الوطني المباح لأجله، دليل على أنه قربة والسنة حديث أبي هريرة وعائشة رضي الله عنهما أن النبي - صلى الله عليه وسلم - كان يعتكف في العشر الأواخر من رمضان منذ قدم المدينة إلى أن توفاه الله تعالى. (المبسوط: ۳/۱۱۴)

اعتکاف کا مقصد اور اس کی روح

حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ اعتکاف کا مقصد اور اس کی روح دل کو اللہ کی پاک ذات کے ساتھ وابستہ کر لینا ہے، کہ سب طرف سے ہٹ کر اسی کے ساتھ مجتمع ہو جائے، اور ساری مشغولیات کے بدلے میں اسی کی پاک ذات سے مشغول ہو جائے، اور اس کے غیر کی طرف سے منقطع ہو کر اس طرح اس میں لگ جائے کہ خیالات اور تفکرات سب کی جگہ اس کا پاک ذکر اور اس کی محبت سما جائے، یہاں تک کہ مخلوق کے ساتھ انس (محبت) کے بدلے اللہ کے ساتھ محبت پیدا ہو جائے کہ یہ انس قبر کی وحشت میں کام دے، جس دن اللہ کی پاک ذات کے سوانہ کوئی مونہس ہوگا، نہ دل بہلانے والا، اگر دل اس کے ساتھ مانوس ہو چکا ہوگا تو کس قدر لذت سے وقت گزرے گا۔ (فضائل رمضان: ۵۱، مسائل اعتکاف: ۱۲) اور احکام اعتکاف مفتی زید صاحبؒ میں ہے: اعتکاف کی غرض ایک توشب قدر کی تلاش ہے، دوسری غرض جماعت کا انتظار کرنا ہے، تیسری روح اعتکاف کی یہ ہے کہ معتکف نے گویا اپنے کو مسکین و خوار بنا کر بادشاہ کے دروازے پر حاضر کر دیا ہے، اپنی محتاجی ظاہر کر رہا ہے کہ اب تو آپ کے دروازے پر

اعتکاف کی حکمت اور اس کی مشروعیت

مسجد میں اعتکاف کرنا، یعنی سب سے کٹ کر اور سب سے ہٹ کر اپنے مالک کے آستانے پر جا پڑنا، جمعیت خاطر کا سبب ہے، دل کی صفائی اور پاکیزگی کا ذریعہ ہے، اس سے عبادت کے لیے یکسوئی حاصل ہوتی ہے؛ اس لیے نبی کریم ﷺ نے رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف پسند فرمایا ہے، آپ ﷺ اہتمام سے آخری عشرہ کا اعتکاف فرماتے تھے، اور آپ ﷺ نے اپنی امت کے نیکوکاروں کے لیے مسنون کیا ہے، یعنی یہ خواص امت کی عبادت اور مسنون ہے۔ ولما كان الاعتكاف في المسجد سبباً لجمع الخاطر، و صفاء القلب، والتفرغ للطاعة، والتشبه بالملائكة، والتعرض لوجدان ليلة القدر، اختاره النبي - صلى الله عليه وسلم - في العشر الأواخر وسنه للمحسنين من أمته. (رحمة الله الواسعة مع حجة الله البالغة: ۱۶۷، ۱۶۸)

مسجد میں ٹھہرے رہنا عبادت کیوں ہے؟

جب کہ انسان اپنا سیر، تماشا، چلنا پھرنا اور کام کاج چھوڑ کر مسجد میں ٹھہرا رہے اور اس ٹھہرے رہنے سے مقصود خدا تعالیٰ کی رضا مندی ہو تو اس کا عبادت ہونا ظاہر ہے۔ (آئینہ رمضان: ۲۲۰)

اعتکاف کی کچھ اہم حکمتیں اور فائدے

اعتکاف میں حکم شرعی ہونے کی وجہ سے جس قدر فائدے اور حکمتیں ہوں کم ہیں، یہاں مختصر اچند حکمتیں اور فائدے لکھے جاتے ہیں:

(۱) اگر صرف یوں کہہ دیا جاتا کہ بالکل ایک طرف ایسی جگہ پردس دن گزارو، جہاں

اعتکاف کے فضائل و محاسن

صاحب مراقی الفلاح نے لکھا ہے اگر اعتکاف اخلاص کے ساتھ ہو تو وہ افضل ترین اعمال میں سے ہے، اس کی خصوصیات حد احصاء سے خارج ہیں، اس میں قلب کو دنیا و مافیہا سے یکسو کر لینا ہے، اور نفس کو مولیٰ کے سپرد کر دینا ہے، اور آقا کی چوکھٹ پر پڑ جانا ہے، نیز اس میں ہر وقت عبادت میں مشغولی ہے کہ آدمی سوتے، جاگتے، ہر وقت عبادت میں شمار ہوتا ہے، اور اللہ کے ساتھ تقرب ہے، حدیث میں آیا ہے کہ ”جو شخص میری طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے، میں اس سے دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں، اور جو میری طرف آہستہ بھی چلتا ہے، میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں“ نیز اس میں اللہ کے گھر پر پڑ جانا ہے اور کریم ہمیشہ گھر آنے والے کا اکرام کرتا ہے، نیز اللہ کے قلعے میں محفوظ ہونا ہے کہ دشمن کی رسائی وہاں تک نہیں، وغیرہ وغیرہ، بہت سے فضائل اور خواص اس اہم عبادت کے ہیں۔ وهو من أشرف الأعمال إذا كان عن إخلاص لله تعالى؛ لأنه منتظر للصلاة، وهو كالْمَصْلِي، وهي حالة قرب وانقطاع، وَمَحَاسِنُهُ لَا تُحْصَى. وَمِنْ مَحَاسِنِهِ: أَنَّ فِيهِ تَفْرِيعَ الْقَلْبِ مِنْ أُمُور الدُّنْيَا بِشُغْلِهِ بِالْإِقْبَالِ عَلَى الْعِبَادَةِ، مُتَجَرِّدًا لَهَا، وَتَسْلِيمَ النَّفْسِ إِلَى الْمَوْلَى، بِتَفْوِضِ أَمْرِهَا إِلَى عَزِيزِ جَنَابِهِ، وَالاعْتِمَادَ عَلَى كَرَمِهِ، وَالْوُقُوفَ بِبَابِهِ، وَمِلَازِمَةَ عِبَادَتِهِ، وَالتَّقَرُّبَ إِلَيْهِ، لِيَقْرُبَ مِنْ رَحْمَتِهِ، كَمَا أَشَارَ إِلَيْهِ فِي حَدِيثٍ ”مَنْ تَقَرَّبَ“، وَمِلَازِمَةَ الْقَرَارِ فِي بَيْتِهِ، سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى. وَاللَّائِقُ بِمَالِكِ الْمَنْزِلِ، إِكْرَامٌ بِهَذَا نَزِيلِهِ، تَفَضُّلاً، وَرَحْمَةً، وَإِحْسَاناً مِنْهُ، وَفِيهِ الْإِلْتِجَاءُ إِلَيْهِ، وَالتَّحَصُّنُ بِحِصْنِهِ، فَلَا يَصِلُ إِلَيْهِ عَدُوُّهُ بِكَيْدِهِ، وَقَهْرِهِ بِقُوَّةِ سُلْطَانِ اللَّهِ، وَقَهْرِهِ، وَعَزِيزِ تَأْيِيدِهِ، وَنَصْرِهِ، تَرَى الرِّعَايَا يَحْبِسُونَ أَنْفُسَهُمْ عَلَى بَابِ سُلْطَانِهِمْ. (مراقی الفلاح: ۷۰۸) (فضائل اعمال: ۶۱۴)

جاتا ہے، تو اب آپ اندازہ لگائیے کہ اللہ تعالیٰ کتنا قریب ہوگا اور اس پر کتنا زیادہ مہربان ہوگا۔
(۵) شریف لوگ اپنے در پر آئے ہوئے مہمان کی عزت اور خاطر تواضع کیا کرتے ہیں تو کریموں کا کریم اور داتاؤں کا داتا، اپنے گھر پر آئے ہوئے مہمان کی کیا کچھ عزت و اکرام نہ کرے گا؟!

(۶) شیطان انسان کا قریبی دشمن ہے؛ لیکن انسان جب خدا کے گھر میں ہے تو گویا مضبوط قلعے میں ہے، شیطان اب اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔

(۷) فرشتے ہر وقت خدا کی عبادت اور اس کی یاد میں رہتے ہیں، مومن بندہ بھی اعتکاف میں بیٹھ کر ہر وقت اعتکاف میں ہے اور فرشتوں سے مشابہت پیدا کر رہا ہے اور فرشتے چونکہ اللہ کے بہت قریب ہیں؛ اس لیے یہ بندہ بھی اللہ کا قرب اور اس کی نزدیکی حاصل کر رہا ہے۔

(۸) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب تک آدمی نماز کے انتظار میں رہتا ہے، اسے نماز ہی کا ثواب ملتا ہے، اعتکاف میں یہ ثواب بھی حاصل ہوتا ہے۔

(۹) جب تک آدمی اعتکاف میں رہتا ہے، اسے عبادت کا ثواب ملتا رہتا ہے، خواہ وہ خاموش بیٹھا رہے یا سوتا رہے یا اپنے اور کسی کام میں مشغول رہے۔

(۱۰) اعتکاف کرنے والا تو ہر ہر منٹ عبادت میں ہے اور شب قدر حاصل کرنے کا بھی اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں؛ کیوں کہ جب بھی شب قدر آئے گی، یہ بہر حال عبادت میں ہوگا۔ (مسائل اعتکاف: ۱۲، ۱۳)

اعتکاف میں خلوت و جلوت دونوں کے فوائد موجود ہیں

کثرتِ اختلاط (لوگوں سے زیادہ ملنے) کے مفاسد اور قلتِ اختلاط (کم ملنے) کے فوائد معلوم ہیں، تو اب سنئے! شریعت نے قلتِ اختلاط کی کیا صورت تجویز کی ہے۔ شریعت نے قلتِ اختلاط کی صورت اعتکاف تجویز کی ہے اور رمضان میں اس کا خاص اہتمام کیا گیا ہے؛ چنانچہ اخیر عشرہ میں اعتکاف کرنا سنتِ مؤکدہ علی الکفایہ ہے؛ اس لیے رمضان سے اس کو بھی خاص تعلق ہے۔

پرندے پر نہ مار سکیں تو ظاہر ہے کہ تنہائی اور یکسوئی زیادہ ملتی؛ لیکن کیا فائدہ ایسی تنہائی سے کہ انسان بجائے انسان کے ایک وحشی جانور بن جائے اور بری صحبتوں سے بچنے کے شوق میں اچھی صحبتوں سے بھی محروم ہو جائے؛ اس لیے خدائے حکیم نے اعتکاف کے لیے مسجد کو مقرر فرمایا؛ کیوں کہ بیہودہ اور غلط قسم کے لوگ تو مسجد میں آئیں گے نہیں جن کی صحبت مضر ہو، ہمیشہ نمازی پر ہیہزگار اور تہجد گزار لوگوں سے ہی سابقہ پڑے گا، انہیں سے میل جول بات چیت ہوگی، جن کی صحبت بے حد مفید اور کارآمد ہے۔

چنانچہ مسجد جامع یا جس مسجد میں زیادہ لوگ نماز ادا کرتے ہوں، اس مسجد میں اعتکاف کرنے کا ثواب بڑھا ہوا ہے، اور امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق اعتکاف کے لیے مسجد جماعت ہونا شرط ہے، یعنی جس میں نماز باجماعت ہوتی ہو، اور امام ومؤذن مقرر ہوں، خواہ پانچوں وقت کی نماز نہ ہوتی ہو اور امام صاحب کی ایک روایت کے مطابق پنجوقتہ نماز کا ہونا بھی ضروری ہے، (در مختار: ۳/۴۲۹) ویران مسجد میں اعتکاف جائز نہیں؛ کیوں کہ آدمی اگر ویران مسجد میں اعتکاف کرے، جہاں آدمی کا دور دور نشان نہ ہو تو فائدے سے زیادہ نقصان ہوگا، نہ جماعت کی نماز ملے گی اور نہ نیک صحبتیں نصیب ہوں گی۔

(۲) اعتکاف میں انسان کو یکسوئی حاصل ہو جاتی ہے، اور دل دنیا کی فکر سے خالی ہو جاتا ہے، انسان کی توجہ کو خدا سے ہٹانے والی چیزیں، چاہے وہ انسان کے اندر ہوں یا باہر، جب انسان تنہائی میں رہے گا تو آہستہ آہستہ سب ختم ہو جائیں گی، اور دل پوری طرح دنیا کے خیالات سے فارغ ہو کر اللہ کی طرف متوجہ ہو جائے گا، اور اس میں عبادتوں کے انوار و برکات حاصل کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے گی۔

(۳) لوگوں کے ملنے جلنے اور کاروبار کی مشغولیتوں میں جو انسان سے چھوٹے موٹے بہت سے گناہ ہو جاتے ہیں، اعتکاف میں ان سے حفاظت رہتی ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: ”جو شخص مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے، میں اس سے دو ہاتھ قریب ہو جاتا ہوں اور جو میری طرف چل کر آتا ہے، میں دوڑ کر اسے اپنا لیتا ہوں“ اور اعتکاف کرنے والا تو اپنا گھر اور در چھوڑ کر صرف قریب ہی نہیں؛ بلکہ خدا کے در پر آ کے پڑ

شہرت ہو؛ بلکہ بستی کی مسجد میں بیٹھتا ہے، جہاں سب سے ملاقات بھی ہوتی رہتی ہے اور عرف میں گوشہ نشینی اور عزلت گزینی نہیں شمار کیا جاتا؛ اس لیے معتکف کی شہرت بھی نہیں ہوتی، ہر سال بیسیوں لوگ اعتکاف کرتے ہیں، کوئی بھی بزرگ مشہور نہیں ہوتا۔

اہل اختلاط نے عزلت میں ایک خرابی یہ بھی بیان کی ہے کہ اس کی وجہ سے آدمی خدمتِ خلق کے ثواب سے محروم ہو جاتا ہے، اعتکاف اس سے بھی بری ہے؛ کیونکہ اس میں تمام طاعات کا (جن پر معتکف قادر ہے، مگر اعتکاف کی وجہ سے نہ کر سکا) اس کو ثواب ملتا ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

اسی طرح اعتکاف میں وہ غوائل (مفاسد اور خرابیاں) بھی نہیں، جو محض اختلاط (لوگوں سے ملنے جلنے) میں تھے، اختلاط (ملنے جلنے) میں ایک مضرت یہ تھی کہ اس میں اشرار (فاسقوں، بد معاشوں اور شریروں) کی صحبت بھی بعض دفع ہوتی ہے اور ان کی صحبت سے دین کا نقصان ہوتا ہے، سو معتکف اس سے محفوظ ہے؛ کیونکہ ایسے لوگ مسجد میں آتے ہی نہیں، مسجد میں نمازی آتے ہیں اور نمازی اکثر نیک ہوتے ہیں اور اگر بعض برے بھی ہوں تو نماز کے وقت وہ نیک ہی بن جاتے ہیں؛ اس لیے ان کی صحبت مضرت نہیں ہوتی، پھر وہ صحبت بھی طویل (بہت دیر تک) نہیں ہوتی، ایسے لوگ نماز کے بعد مسجد میں ٹھہرتے ہی نہیں تو صرف نماز کے وقت میں ٹھوڑی دیر کی صحبت ہوتی ہے اور اس میں اشرار، شر سے خالی اور نیک کام میں مشغول ہوتے ہیں۔

ایک مفسدہ یہ بتلایا گیا تھا کہ اختلاط، یعنی ملنے جلنے میں وقت بہت ضائع ہوتا ہے، باتوں میں وقت برباد ہوتا ہے، معتکف اس سے بھی محفوظ ہے؛ کیونکہ اس کے پاس باتیں کرنے والے آتے ہی نہیں، مسجد میں نماز سے فراغت کے بعد ٹھہرتا کون ہے، جو معتکف سے باتیں کرے، دوست و احباب بھی گھر ہی پر آتے ہیں، مسجد میں کوئی نہیں آتا؛ اس لیے معتکف کو باتیں کرنے کا موقع ہی نہیں ملتا اور کثرتِ کلام کے مفاسد سے وہ محفوظ رہتا ہے اور ذکر و فکر اور تلاوت و نماز کے لیے اس کو بہت وقت ملتا ہے۔

ایک مفسدہ اختلاط میں یہ بتلایا گیا ہے کہ اس میں نگاہ کی حفاظت نہیں ہوتی (بے پردگی

تقلیل اختلاط کی یہ ایسی صورت ہے کہ کوئی صاحبِ ریاضت اس کی نظیر نہیں دکھلا سکتا، اعتکاف میں وہ مفاسد نہیں، جو محض خلوت (گوشہ نشینی) میں ہوتے ہیں اور نہ وہ مفاسد ہیں، جو اختلاط میں ہوتے ہیں؛ کیونکہ معتکف خلوت میں بھی ہے اور جلوت میں بھی، یہ ریاضت و مجاہدہ خلوت و جلوت دونوں کو جامع ہے، ایسی ریاضت جو دونوں کو جامع ہو، صاحبِ ریاضت کے خواب میں بھی نہ آئی ہوگی۔

اہل اختلاط نے عزلت (خلوت و گوشہ نشینی) میں ایک خرابی یہ بتلائی تھی کہ اس سے تعلیم و تعلم کا سلسلہ بند ہو جاتا ہے، تو یہ خرابی اعتکاف میں نہیں؛ کیونکہ معتکف کو تعلیم و تعلم سے منع نہیں کیا گیا اور چونکہ اعتکاف مسجد میں ہوتا ہے، جہاں اہل علم آتے رہتے ہیں؛ اس لیے معتکف کو تعلیم و تعلم میں کوئی دقت نہیں ہو سکتی۔

ایک خرابی یہ بھی بتلائی تھی کہ عزلت میں جماعت کے ثواب سے محروم ہو جاتا ہے، اعتکاف اس سے بھی منزہ (پاک) ہے؛ کیونکہ اعتکاف کے لیے مسجد میں جماعت شرط ہے، معتکف سے زیادہ تو جماعت کا ثواب کسی کو مل ہی نہیں سکتا، وہ تو ہر نماز میں تکبیر اولیٰ کو پاتا ہے اور ہر وقت جماعت کے انتظار میں رہتا ہے اور انتظارِ جماعت کا ثواب بھی جماعت کے برابر ہے۔

اور ایک خرابی یہ بتلائی تھی کہ عزلت (گوشہ نشینی) میں بزرگوں کے فیض سے محروم ہو جاتا ہے، اعتکاف اس سے بھی منزہ ہے؛ کیونکہ یہ شخص پانچوں وقت نمازیوں سے ملتا ہے، جس میں بعض اولیاء بھی ہوتے ہیں۔

ایک خرابی یہ بتلائی تھی کہ عزلت میں صرف اپنے اعمال پیش نظر ہوتے ہیں، جس میں عجب و کبر کا اندیشہ ہے اور اختلاط میں اپنے سے افضل اور تواضع اعمال پر نظر رہتی ہے، تو تواضع پیدا ہوتی ہے اعتکاف میں یہ خرابی بھی نہیں؛ کیونکہ مسجد میں بہت سے لوگ نماز کے لیے آتے ہیں، جن میں بعض بہت عبادت کرنے والے ہوتے ہیں، معتکف کی نظر ان کے اعمال پر بھی پڑتی ہے تو عجب و کبر پیدا نہیں ہو سکتا۔

ایک خرابی یہ بھی بتلائی تھی کہ عزلت (سب سے علیحدگی اختیار کرنے) سے شہرت ہوتی ہے، اعتکاف میں یہ بات بھی نہیں؛ کیونکہ معتکف کسی پہاڑ کی کوہ میں نہیں بیٹھتا، جس سے

بدولت اسے جماعت کی برکت حاصل ہوئی۔

نیز اس پر بھی اب اسے ناز نہ ہوگا کہ میرے اعتکاف کی وجہ سے اور لوگوں کو اس طرح برکت پہنچی کہ سب سبکدوش ہو گئے (اگر میں اعتکاف نہ کرتا تو سب گنہگار ہوتے)؛ کیونکہ یہ خیال کرے گا کہ اصل میں ان لوگوں کے آنے کی وجہ سے مجھے جماعت؛ بلکہ اعتکاف کی برکت حاصل ہوئی۔ اور جماعت کے ہونے سے مجھ کو اعتکاف کی اجازت ہوئی (ورنہ جس مسجد میں جماعت نہ ہوتی ہو تو وہاں اعتکاف بھی درست نہیں) پس میرے اعتکاف کی وجہ سے گو سب لوگ سبکدوش ہو گئے؛ لیکن یہ سبکدوشی تو صرف اس اعتکاف کا اثر ہے اور لوگوں کی جماعت میرے اعتکاف کا سبب ہے (اگر سبب یعنی جماعت نہ ہوتی تو اعتکاف نہ ہوتا) سبب ہی مؤثر ہوتا ہے، تو مؤثر ہونے میں بھی ان کا محتاج ہوا اور اصل احتیاج تو مؤثر ہی میں ہوتی ہے، تو اصل کے اعتبار سے بھی، میں ہی ان کا محتاج ہوا، اور پورا علاج ہے عجب و تکبر کا، سبحان اللہ! کیسی دوا ہے کہ پرہیز بھی ہے اور دوا بھی ہے۔ (احکام اعتکاف مفتی زید صاحب ۲۷-۲۸)۔

نمازیوں اور دینداروں سے خلوت اور علیحدگی مقصود نہیں

خدا تعالیٰ نے ﴿فی المساجد﴾ سے اس طرف اشارہ فرما دیا ہے کہ بے نمازیوں سے خلوت مقصود ہے اور نمازیوں سے خلوت مقصود نہیں، ان سے تو خلوت مقصود ہے، اسی واسطے حکم ہے کہ ایسی مسجد میں اعتکاف کرو، جہاں جماعت ہوتی ہو، ایسی مسجد نہ ہو جہاں آدمی کا نام و نشان نہ ہو، اُلُو بولتے ہوں۔

بہر حال ﴿فی المساجد﴾ کی قید نے صاف بتلا دیا کہ خلوت فی نفسہ مقصود نہیں ہے۔ خلوت سے مقصود یہ ہے کہ حق تعالیٰ سے مشغولی بڑھے، جب اچھا ہم نشین، یعنی نیک آدمی کوئی ملے تو خلوت کی بہ نسبت اس کی صحبت سے حق تعالیٰ سے مشغولی زیادہ ہوتی ہے۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں: ﴿الْوَحْلَةُ خَيْرٌ مِنَ الْجَلِيسِ الشُّوءِ وَالْجَلِيسِ الصَّالِحِ خَيْرٌ مِنَ الْوَحْلَةِ﴾ (ترجمہ: تنہائی برے ہم نشین سے بہتر ہے اور اچھا ہم نشین تنہائی سے بہتر ہے)۔

اور بد نگاہی ہوتی ہے) معتکف اس سے بھی محفوظ رہتا ہے، اس کے پاس کوئی نامحرم عورت نہیں آتی اور مسجد میں امارد (بے داڑھی والے حسین و جمیل لڑکے) بھی کم آتے ہیں اور جو آتے ہیں، وہ نماز کے بعد بھاگ جاتے ہیں، غرض معتکف سے ایسا اختلاط کسی سے نہیں ہوتا، جس سے اس کا وقت ضائع ہو یا دوستی اور دشمنی پیدا ہو۔

اور مزہ یہ ہے کہ معتکف سے نماز کے وقت سب ملنے آتے ہیں، یہ کسی سے ملنے نہیں جاتا اور ویسے بھی کسی کو اس سے ملنا ہو تو خود ہی آئے گا، یہ کہیں نہیں جاتا یہ تو خوب آزاد رہتا ہے۔ غرض اعتکاف ایسی ریاضت اور ایسا مجاہدہ ہے کہ خلوت و جلوت دونوں کے منافع اس میں موجود ہیں اور دونوں کے مفاسد سے محفوظ ہے؛ اسی لیے شریعت میں اعتکاف کی بہت فضیلت بیان کی گئی ہے۔ (احکام اعتکاف مفتی زید صاحب ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷)۔

اعتکاف کے مسجد ہی میں مشروع ہونے کی حکمت

14

مسجدوں کو اعتکاف کے واسطے اس لیے مقرر کیا گیا کہ معتکف کو دونوں فضیلتیں حاصل ہو جائیں، اعتکاف کی بھی اور جماعت کی بھی۔ اگر کوئی کوہ (پہاڑ) یا جنگل یا مکان کی کوٹھری اس کے واسطے تجویز کرے تو یہ جماعت کی فضیلت سے محروم رہ جاتا۔

نیز اس میں اس طرف ایک لطیف اشارہ ہے کہ میاں تم خود اس جماعت کی برکت کے محتاج ہو، اگر نمازی نہ ہوتے تو تم کو یہ برکت کہاں سے حاصل ہوتی، تم جماعت کی برکت سے محروم رہتے، پس اس طاعت میں ساتھ ساتھ عجب (خود پسندی اور تکبر) کا بھی علاج ہو گیا۔

سبحان اللہ! کیا اعتدال ہے، حکماء اور جوگیوں کی تجویز کردہ خلوت میں یہ باتیں کہاں اور جب یہ معتکف اپنے کو برکات میں ان کا محتاج سمجھے گا تو اس کو تکبر نہ ہوگا، اور خلوت میں اس کی یہ نیت نہ ہوگی، جو جاہلوں کی ہوتی ہے کہ وہ اس لیے خلوت (تنہائی) میں رہتے ہیں، تاکہ وہ لوگوں کے ضرر سے بچیں؛ بلکہ وہ نیت ہوگی، جو محققین نے بیان فرمائی ہے کہ خلوت میں یہ نیت رکھے کہ لوگ میرے ضرر سے بچیں، غرض دوسروں کو حقیر سمجھنے کا جو مرض خلوت سے پیدا ہو سکتا ہے، اس کا بھی علاج ہو گیا کہ جن کو حقیر سمجھ کر الگ ہوا تھا، وہی اہل برکت ہیں، انھیں کی

فائدہ: آیت کے ان کلمات سے چند احکام و فوائد حاصل ہوئے، اول یہ کہ بنائے بیت اللہ کا مقصد طواف، اعتکاف اور نماز ہے، دوسرے یہ کہ طواف نماز سے مقدم ہے، تیسرے یہ کہ اطرافِ عالم سے جانے والے حجاج کے لیے طواف بنسبت نماز کے افضل ہے۔

﴿وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرُبُوهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ﴾

”اور نہ ملو عورتوں سے، جب تک کہ تم اعتکاف کرو مسجدوں میں، یہ حدیں باندھی ہوئی ہیں اللہ کی، سوان کے نزدیک نہ جاؤ، اسی طرح بیان فرماتا ہے اللہ اپنی آیتیں لوگوں کے واسطے؛ تاکہ وہ بچتے رہیں۔“ (آداب الاعتکاف: ۱۷)

احادیثِ نبویہ اور اعتکاف

اعتکاف سے متعلق چند احادیث، مختصر تشریح کے ساتھ ذکر کی جاتی ہیں:

”عن عائشة أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يعتكف العشر الأواخر من رمضان حتى توفاه الله عز وجل ثم اعتكف أزواجه بعده“ (البخاري / الاعتكاف في العشر الأواخر: ۱/ ۲۷۱، رقم: ۲۰۲۶، والصحيح لمسلم / الاعتكاف في العشر الأواخر من رمضان: ۳۷۱/ ۱، رقم: ۵۱۱۷۲)

”حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وفات دے دی، پھر آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات اعتکاف کرتی تھیں۔“

اس حدیث سے اعتکاف کی اہمیت معلوم ہوئی کہ آپ ﷺ نے ہمیشہ اس پر مداومت فرمائی ہے۔

”عن عبد الله بن عمر- رضي الله تعالى عنهما- أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يعتكف العشر الأواخر من رمضان، قال نافع وقد أَرَانِي

سبحان اللہ! شریعت میں کیا اعتدال ہے کہ اعتکاف میں نہ ایسی خلوت ہے کہ تو خش تک نوبت آجائے، یعنی وحشت ہونے لگے اور نہ ایسی جلوت ہے کہ مقصود حاصل نہ ہو۔ (احکام الاعتکاف / مفتی زید صاحب ۲۸-۲۹)۔

اعتکاف میں آسانی

اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آسانی چاہتے ہیں؛ چنانچہ عین مجاہدہ کے وقت بہت سی آسانیاں ہیں؛ چنانچہ اعتکاف میں یہ سہولت فرمائی کہ اس کو مسجد میں مشروع فرمایا کہ ”خلوت در انجمن“ کا مضمون ہو جائے، اعتکاف سے آدمی اس بات کا عادی ہو جاتا ہے کہ سب سے الگ ایک گوشہ میں بھی بیٹھا ہے اور سب کے ساتھ شریک بھی ہے، اگر بالکل تنہائی کا حکم ہوتا تو نفس پر بہت گراں ہوتا، پھر اعتکاف میں یہ بھی حکم نہیں کہ کسی سے نہ بولو، نہ ملو، بولنے اور ملنے کی بھی اجازت ہے، یہ حضور ﷺ کی برکت ہے کہ ہم کو ایسا راستہ بتلایا، جو بہت آسان اور نفع میں سب سے بڑھ کر ہے۔

15

پھر صاحبو! غضب ہے کہ ہم اس کی قدر نہ کریں اور اس سے نفع نہ اٹھائیں، یہ وہ طریقہ ہے جس سے نفس کا تزکیہ ہوتا ہے اور جس پر فلاح کا وعدہ ہے۔ (احکام الاعتکاف / مفتی زید صاحب ۲۹)۔

آیاتِ قرآنیہ اور اعتکاف

﴿وَأَذِجْنَا لَنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنَّ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ﴾

”اور جب مقرر کیا ہم نے خانہ کعبہ کو اجتماع کی جگہ لوگوں کے واسطے اور جگہ امن کی اور بناؤ ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کی جگہ اور حکم کیا ہم نے ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کو کہ پاک رکھو میرے گھر کو، واسطے طواف کرنے والوں کے، اور اعتکاف کرنے والوں کے، اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے۔“

معلوم ہو جائے، لہذا آپ ﷺ نے چار پائی ڈلو کر اس کا جائز ہونا بھی بتا دیا؛ لیکن عام مسلمانوں کے لیے بہتر یہی ہے کہ فرش پر سونے کا انتظام کریں، الایہ کہ کوئی عذر ہو۔

اسی حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر کوئی شخص ہر سال مسجد کی کسی ایک ہی جگہ پر اعتکاف کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں؛ البتہ ایک تو اس کا اہتمام نہیں کرنا چاہیے، جیسے وہ جگہ لازمی طور پر اعتکاف کے لیے مخصوص ہوگئی ہو، اور وہیں پر اعتکاف کرنا ضروری ہو، دوسرے اس غرض کے لیے کسی ایسے شخص کو اس جگہ سے ہٹانا جائز نہیں، جو پہلے اس جگہ پر اعتکاف کا انتظام کر کے وہاں بیٹھ چکا ہو، اعتکاف چونکہ عظیم عبادت ہے؛ اس لیے اس میں کسی خاص جگہ پر قبضہ کرنے کے لیے لڑائی جھگڑا کرنا، یا کسی مسلمان کو تکلیف پہنچانا، یا اس کا دل دکھانا، ہرگز جائز نہیں ہے۔

”عن عائشةؓ قالت: كان رسول الله -صلى الله عليه وسلم- يعتكف كل رمضان، فإذا صلى الغداة، دخل مكانه الذي اعتكف فيه، قال: فاستأذنته عائشة أن تعتكف، فأذن لها فضربت فيه قبةً فسمعت بها حفصةً فضربت فيه قبةً وسمعت زينب فضربت قبةً أخرى، فلما انصرف رسول الله -صلى الله عليه وسلم- من الغداة أبصر أربع قبابٍ، فقال: ما هذا؟ فأخبر خبرهن فقال ما حملهن على هذا البر؟ انزعوها، فلا أراها فنزعته، فلم يعتكف في رمضان حتى اعتكف في آخر العشر من شوال“ (البخاري/ الاعتكاف/ الاعتكاف في شوال: ۱/ ۲۷۳، رقم: ۲۰۴۱ و مسلم /متی يدخل من أراد الاعتكاف في معتكفه: ۱/ ۳۷۱، رقم: ۱۱۷۳/ ۶)

”حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ ہر رمضان میں اعتکاف فرماتے تھے، پس جب فجر کی نماز پڑھتے تو اپنی اس جگہ پر تشریف لاتے، جہاں اعتکاف کرنا ہوتا، راوی کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے بھی آپ ﷺ سے اعتکاف کی اجازت مانگی، آپ ﷺ نے اجازت دے دی؛ چنانچہ انھوں نے مسجد میں ایک خیمہ لگایا، حضرت حفصہؓ نے سنا تو انھوں نے بھی ایک

عبدُ الله المَكَانَ الَّذِي كَانَ يَعْتَكِفُ فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- من المسجد“ (الصحيح لمسلم/ الاعتكاف/ اعتكاف العشر الاواخر من رمضان: ۱/ ۳۷۱، رقم: ۱۱۷۱/ ۲)

”حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے، اور حضرت نافعؓ (جنہوں نے یہ حدیث ابن عمرؓ سے روایت کی ہے) فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے مجھے مسجد میں وہ جگہ بھی دکھائی، جہاں آپ ﷺ اعتکاف فرماتے تھے۔“

”عن نافع عن ابن عمرؓ أن النبي -صلى الله عليه وسلم- كان إذا اعتكف طرح له فراشه أو يوضع له سرير له ورأى أسطوانة التوبة“ (سنن ابن ماجه / الصيام/ المعتكف يلزم مكاناً من المسجد: ۱۲۸، رقم: ۱۷۷۴، وقال الشوكاني: رجال إسناده ثقات، نيل الأوطار: ۴/ ۲۶۶)

16

”حضرت نافع ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جب آنحضرت ﷺ اعتکاف فرماتے تو اسطوانہ توبہ کے پیچھے یا تو آپ ﷺ کا بستر بچھا دیا جاتا تھا یا چار پائی ڈال دی جاتی تھی۔“

اسطوانہ توبہ مسجد کے اس ستون کا نام ہے، جسے اسطوانہ ابولبابہ بھی کہتے ہیں، اور اس ستون پر حضرت ابولبابہؓ کی توبہ قبول ہوئی تھی، اس کے پیچھے وہ جگہ ہے، جہاں اعتکاف کے وقت آپ ﷺ کا بستر بچھایا جاتا تھا یا چار پائی ڈالی جاتی، آج کل اس جگہ پر ایک ستون ہے، جسے اسطوانہ السریر کہتے ہیں، اور یہ نام اس ستون پر لکھا ہوا بھی ہے، یہ ستون روضہ اقدس کی مغربی جالی سے متصل ہے۔

بہر کیف! اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اعتکاف کے لیے مسجد میں بستر بچھانا بھی جائز ہے، اور اگر کسی کو فرش پر سونے میں نیند نہ آئے تو چار پائی بھی ڈال سکتا ہے؛ لیکن اچھا یہی ہے کہ چند روز کے لیے اتنا زیادہ اہتمام نہ کیا جائے، بلکہ سادگی کے ساتھ فرش پر سونے، آنحضرت ﷺ چونکہ پیغمبر تھے؛ اس لیے آپ ﷺ نے بہت سے کام اس لیے فرمائے ہیں؛ تاکہ امت کو ان کا جائز ہونا

ہے، جب دوسرے مصلیوں یا معتکفین کو اس سے تکلیف نہ ہو، ورنہ کوئی جگہ گھیرے بغیر اعتکاف کرنا چاہیے؛ چنانچہ بعض علماء نے ازواجِ مطہرات کے خیمے اٹھوانے کی ایک حکمت یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ خیموں کی کثرت سے مسجد کے تنگ پڑنے کا اندیشہ بھی ہو۔

دوسری بات حدیث سے یہ معلوم ہوئی کہ عورت کو شوہر کی اجازت کے بغیر اعتکاف نہیں کرنا چاہیے، اور اگر وہ ایسا کرے تو شوہر کو اعتکاف ختم کرانے کا بھی حق ہے، نیز اگر شوہر اجازت دے چکا ہو، پھر مصلحت اعتکاف نہ کرنے میں معلوم ہو تو سابقہ اجازت سے رجوع کرنا بھی جائز ہے؛ لیکن یہ واضح رہے کہ اس طرح اعتکاف شروع کرنے کے بعد توڑنے سے اس دن کے اعتکاف کی قضاء واجب ہوگی، جس دن کا اعتکاف توڑا ہے، ہاں اگر اعتکاف شروع نہ کیا ہو تو پھر قضاء واجب نہیں، اور حدیثِ مذکور میں بظاہر یہی ہے کہ ازواجِ مطہرات نے ابھی اعتکاف شروع نہیں کیا تھا۔

تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ خواتین کو مسجد میں اعتکاف نہیں کرنا چاہیے؛ لیکن اگر کوئی عورت جس کا مکان مسجد سے بالکل متصل ہو، اس طرح پردے کے ساتھ مسجد میں اعتکاف کرے کہ اسے مسجد میں باہر نکلنے کی ضرورت نہ ہو اور آس پاس بھی مرد نہ ہوں تو اپنے شوہر کے ساتھ اعتکاف کر سکتی ہے؛ لیکن افضل بہر صورت یہی ہے کہ گھر میں اعتکاف کرے۔

”عن أبي سعيد الخدري أن رسول الله - صلى الله عليه وسلم - اعتكف العشر الأول من رمضان، ثم اعتكف العشر الأوسط في قبة تراكية ثم أطلع رأسه فقال: إني اعتكفُ العشر الأول، ألتمسُ هذه الليلة، ثم اعتكفُ العشر الأوسط، ثم أتيتُ فقيل لي: إنها في العشر الآخر فمن كان اعتكف معي، فليعتكف العشر الآخر، فقد أريتُ هذه الليلة ثم أنسيتها وقد رأيتني أسجدُ في ماءٍ وطِينٍ من صبيحتها، فالتمسوها في العشر الآخر، و التمسوها في كلِّ وترٍ، قال: فَمَطَرَتِ السَّمَاءُ تلكَ الليلة، وكان المسجد على عريشٍ فوقَ المسجدِ فَبَصُرْتُ عَيْنَايَ رسولَ الله - صلى الله عليه -

خیمہ لگالیا، حضرت زینبؓ نے سنا تو انھوں نے بھی ایک اور خیمہ لگالیا، پس جب آپ ﷺ فجر کی نماز سے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ چار خیمے لگے ہوئے ہیں (ایک آپ ﷺ کا، تین ازواجِ مطہرات کے) آپ ﷺ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ آپ ﷺ کو ازواجِ مطہرات کے بارے میں بتایا گیا (کہ یہ ان کے خیمے ہیں) آپ ﷺ نے فرمایا: انھوں نے ایسا کیوں کیا؟ (کیا نیکی کی وجہ سے) ان خیموں کو نکال دو، اب میں انھیں نہ دیکھوں؛ چنانچہ خیمے اٹھا دیئے گئے، اور آپ ﷺ نے بھی اعتکاف نہیں فرمایا۔“

اس حدیث میں یہ بات قابلِ غور ہے کہ آپ ﷺ نے شروع میں حضرت عائشہؓ کو اعتکاف کی اجازت دے دی تھی؛ لیکن جب دوسری ازواجِ مطہرات نے خیمے لگائے تو سب کو منع کر دیا۔ اس کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے (واللہ اعلم) کہ حضرت عائشہؓ کا مکان مسجد سے اتنا متصل تھا کہ اس کا دروازہ مسجد میں کھلتا تھا؛ اس لیے اگر وہ اپنے مکان کے دروازے کے ساتھ ہی مسجد میں پردہ لگا کر اعتکاف فرماتیں تو ضروریات کے لیے بار بار مسجد میں مردوں کے سامنے سے نہ گزرنا پڑتا؛ بلکہ ایسا ہی ہو جاتا، جیسے اپنے گھر میں اعتکاف کر رہی ہوں۔

اس کے برخلاف دوسری ازواجِ مطہرات کے مکانات کچھ فاصلے پر تھے؛ اس لیے اگر وہ مسجد میں اعتکاف فرماتیں تو انھیں بار بار مسجد سے گذر کر اپنے مکان میں جانا پڑتا، اور عورت کے لیے اس طرح مسجد میں اعتکاف کرنا، آپ ﷺ نے پسند نہیں کیا اور فرمایا کہ یہ عورت کے لیے کوئی نیکی نہیں ہے؛ لیکن جب آپ ﷺ نے دوسری ازواجِ مطہرات کے خیمے اٹھوائے تو حضرت عائشہؓ کا بھی اٹھوایا؛ تاکہ دوسری ازواجِ مطہرات کو شکایت نہ ہو، اور پھر خود بھی اعتکاف نہیں فرمایا؛ تاکہ حضرت عائشہؓ کی دل شکنی نہ ہو اور پھر شوال میں اعتکاف کر کے اس ناغے کی تلافی فرمادی، اس طرح اس عمل سے آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حق سے لے کر ازواجِ مطہرات تک، سب کے حقوق کی رعایت اس انداز سے فرمائی۔ سبحان اللہ!

بہر کیف! اس حدیث سے بہت سے فوائد حاصل ہوئے، ایک تو یہ بات معلوم ہوئی کہ اعتکاف کے لیے پردہ وغیرہ لگا کر کوئی جگہ گھیر لینا جائز ہے، اگلی حدیث جو آرہی ہے، اس سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے لیے ایک ترکہ خیمہ لگایا گیا، البتہ یہ جگہ گھیرنا اس وقت جائز

آئندہ بھی ہمیشہ اکیسویں شب میں ہی شب قدر ہوگی؛ بلکہ رائج قول یہی ہے کہ شب قدر عشرہ اخیرہ کی طاق راتوں میں بدل بدل کر آتی ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سجدہ کرتے وقت پیشانی کو مٹی یا کیچڑ سے بچانے کا بہت زیادہ اہتمام کرنے کی ضرورت نہیں، تھوڑی بہت مٹی یا کیچڑ اگر پیشانی کو لگ جائے تو اس میں کچھ حرج نہیں۔

اور حدیث میں اصل غور طلب بات یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اگرچہ گناہوں سے پاک تھے اور آپ ﷺ کے درجات انتہائی بلند تھے، اس کے باوجود شب قدر کی فضیلت حاصل کرنے کے لیے آپ ﷺ نے اس طرح تکلیف اٹھائی کہ پورا مہینہ اعتکاف میں گزار دیا، ہم لوگ تو اس فضیلت کے کہیں زیادہ محتاج ہیں؛ اس لیے ہمیں اس کا اور زیادہ اہتمام کرنا چاہیے۔

”عن ابن عباسؓ أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم- قال في المعتكف: هو يعكف الذنوب ويُجرى له من الحسنات كعامل الحسنات كلها“ (سنن ابن ماجہ / الصیام / ثواب الاعتکاف: ۱۲۸، رقم: ۱۷۸۱)

”حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ: اعتکاف کرنے والا گناہوں سے محفوظ ہو جاتا ہے، اس کی تمام نیکیاں اسی طرح لکھی جاتی رہتی ہیں، جیسے وہ ان کو خود کرتا رہا ہو“۔

مطلب یہ ہے کہ اعتکاف کا بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ جتنے دن انسان اعتکاف میں رہے گا، گناہوں سے محفوظ رہے گا، اور جو گناہ وہ باہر رہ کر کرتا ہے، اب اس سے رک جائے گا؛ لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ باہر رہ کر جو نیکیاں وہ کرتا تھا، اعتکاف کی حالت میں اگرچہ وہ ان کو انجام نہ دے سکا ہو؛ لیکن وہ اس کے نامہ اعمال میں بدستور لکھی جاتی رہتی ہیں اور اسے ان کا ثواب بھی دیا جاتا ہے، مثلاً: کوئی شخص مریضوں کی عیادت یا تیمارداری کرتا تھا، یا غریبوں کی امداد کیا کرتا تھا، یا کسی عالم یا کسی بزرگ کی مجلس میں جایا کرتا تھا، یا تعلیم و تبلیغ کے لیے کہیں جاتا تھا اور اعتکاف کی وجہ سے یہ کام نہیں کر سکا تو وہ ان نیکیوں کے ثواب سے محروم نہیں ہوگا؛ بلکہ

وسلم -وعلى جبهته أثر الماء والطين من صبيحة إحدى وعشرين“ (متفق عليه واللفظ لمسلم فقیل لي: إنها في العشر الأواخر والباقي للبخاري. المسلم / الصیام / فضل ليلة القدر: ۱ / ۳۶۹، ۳۷۰، رقم: ۱۱۶۷، البخاري / الاعتکاف في العشر الأواخر ۱ / ۲۷۱، رقم: ۲۰۲۷، مشکوة المصابيح: ۱ / ۱۸۲)

”حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ترکی خیمے کے اندر رمضان کے پہلے عشرہ کا اعتکاف فرمایا، پھر بیچ کے عشرہ کا، پھر سر باہر نکالا اور فرمایا: میں نے پہلے عشرہ کا اعتکاف شب قدر تلاش کرنے کے لیے کیا، پھر اسی مقصد سے دوسرے عشرہ کا اعتکاف کیا، پھر میرے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ پیغام آیا کہ شب قدر آخری عشرہ میں ہے؛ لہذا جو شخص میرے ساتھ اعتکاف کرنا چاہے، وہ آخری عشرہ کا اعتکاف کرے؛ اس لیے کہ مجھے شب قدر پہلے دکھادی گئی تھی، پھر اسے بھلا دیا گیا، اور میں نے یہ دیکھا ہے کہ میں شب قدر کی صبح کو پانی اور کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں؛ لہذا اب تم شب قدر کو آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ: اسی شب بارش ہوئی، اور مسجد چھپر کی تھی، ٹپکنے لگی؛ چنانچہ اکیس رمضان کی صبح کو میری آنکھوں نے آنحضرت ﷺ کو اس حالت میں دیکھا کہ آپ ﷺ کی پیشانی مبارک پر پانی اور کیچڑ کا نشان تھا“۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رمضان شریف میں اعتکاف کا اصلی فائدہ شب قدر کی فضیلت کا حصول ہے؛ چنانچہ جب تک آپ ﷺ کو یہ نہیں بتایا گیا کہ شب قدر آخری عشرہ میں آئے گی، تو آپ ﷺ نے آخری عشرہ کا مزید اعتکاف خود بھی فرمایا اور دوسرے حضرات کو بھی اس کی ترغیب دی۔

اس سال آنحضرت ﷺ کو یہ بھی بتا دیا گیا کہ شب قدر، وہ رات ہوگی، جس کی صبح کو آپ ﷺ پانی اور کیچڑ میں سجدہ کریں گے، یعنی بارش کی وجہ سے زمین بھگی ہوئی ہوگی؛ چنانچہ اکیسویں شب میں بارش ہوئی، اور صبح کی نماز میں آپ ﷺ نے اسی گیلی زمین پر سجدہ فرمایا، اس طرح متعین ہو گیا کہ شب قدر اس سال اکیسویں شب میں آئی تھی، اس کا مطلب یہ نہیں کہ

(۱) معتکف کے لیے کنگھی کرنا، اور سر دھونا جائز ہے؛ لیکن شرط یہ ہے کہ خود مسجد میں رہے اور پانی مسجد سے باہر گرے۔

(۲) دوسرے شخص سے بھی یہ کام کرائے جاسکتے ہیں اور ایسے شخص سے بھی جو مسجد سے باہر ہو، عورت سے بھی یہ کام کرایا جاسکتا ہے؛ خواہ وہ حائضہ ہی کیوں نہ ہو۔

(۳) معتکف کے بدن کا کچھ حصہ اگر مسجد سے باہر نکل جائے تو اس سے اعتکاف نہیں ٹوٹتا؛ بشرطیکہ جسم کا صرف اتنا حصہ باہر ہو کہ دیکھنے والا پورے آدمی کو مسجد سے باہر نکلا ہو انہ دیکھے۔

(۴) قضائے حاجت کے لیے معتکف اپنے گھر میں جاسکتا ہے۔

”عن عائشةؓ قالت کان رسول اللہ -صلی اللہ علیہ وسلم- یمرُّ بالمريض وهو معتکف فیمرُّ كما هو ولا یعرِّجُ یسأل عنه“ (سنن أبی

داؤد/الصیام/المعتکف یعود المريض: ۱/۳۳۵، رقم: ۲۴۷۲)

”حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ اعتکاف کی حالت میں کسی مریض کے پاس سے گذرتے تو ٹھہرتے اور راستے سے ہٹے بغیر، گذرتے ہوئے اس کا حال پوچھ لیتے تھے۔“

مطلب یہ ہے کہ جب آپ ﷺ قضائے حاجت کے لیے مسجد سے باہر تشریف لاتے آپ ﷺ کا گذر کسی بیمار کے پاس سے ہوتا تو اس کی عیادت کے لیے اپنے راستے سے نہ ہٹتے اور نہ ہی مریض کے پاس ٹھہرتے؛ بلکہ چلتے چلتے اس کی مزاج پرسی فرما لیتے تھے۔ (مرقاۃ: ۴/۳۲۹)

اس سے معلوم ہوا کہ معتکف جب کسی شرعی عذر سے مسجد سے باہر نکلے تو اسے ضرورت سے زیادہ ایک لمحہ بھی باہر نہ ٹھہرنا چاہئے، ہاں راستے میں چلتے چلتے کسی سے کوئی بات کر لے، یا بیمار پرسی کر لے تو جائز ہے؛ لیکن اس غرض کے لیے رکنا، یا راستہ بدلنا جائز نہیں؛ چنانچہ حضرت عائشہؓ بھی اسی پر عمل فرماتی تھیں، ایک روایت میں ہے کہ وہ اعتکاف کے دوران ضرورت کی وجہ سے گھر میں جاتیں، وہاں کوئی مریض ہوتا تو اس کی مزاج پرسی چلتے چلتے کر لیتی تھیں؛ اس کے لیے ٹھہرتی نہ تھیں۔ (جامع الأصول: ۱/۳۴۱، بحوالہ مؤطا، امام مالک)

”عن صفیۃؓ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ أنها جاءت رسول اللہ

اس کو بدستور ان نیکیوں کا ایسا ہی ثواب ملتا رہے گا، جیسے خود ان کو انجام دیتا رہا ہو۔

اور احکام اعتکاف مفتی زید صاحب میں ہے:

”اس حدیث پاک میں (الحسنات) میں، ”الف لام“ استغراق کا ہو سکتا ہے اور مطلب یہ ہے کہ معتکف اپنے ایام اعتکاف میں گویا ہر نیکی کر رہا ہے، اس کو سب نیکیوں کا ثواب ملتا ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ جب نماز کا انتظار کرنا، نماز کے حکم میں ہے اور اعتکاف کرنے والا نماز کے انتظار میں ہوتا ہے تو وہ نماز پڑھنے والے کے حکم میں ہوا، اور نماز اتم العبادات ہے، یعنی سب سے بڑی اور تمام عبادتوں کی جامع ہے تو اس کا ادا کرنے والا گویا تمام عبادتیں کر رہا ہے، پس اعتکاف کرنے والا اعتکاف کی حالت میں سب عبادتیں حاصل کر رہا ہے“ (احکام اعتکاف / مفتی زید صاحب: ۲۰)

”عن عائشةؓ قالت : کان رسول اللہ -صلی اللہ علیہ وسلم- إذا اعتکف أدنى إلی رأسه وهو فی المسجد فأرجله وکان لا یدخل البیت إلا لحاجة إذا کان معتکفاً۔ (صحیح البخاری/ الاعتکاف/ لا یدخل البیت إلا لحاجة ۲۷۲/۱ رقم: ۲۰۲۹)

”حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ اعتکاف میں ہوتے تو مسجد میں بیٹھ کر اپنا سر مبارک میری طرف جھکا دیتے، اور میں آپ ﷺ کے سر اقدس میں کنگھی کر دیتی تھی، اور آپ ﷺ گھر میں قضائے حاجت کے سوا کسی اور کام کے لیے تشریف نہ لاتے تھے۔“

آنحضرت ﷺ خود تو مسجد میں ہوتے اور حضرت عائشہؓ اپنے گھر ہوتیں، آپ ﷺ سر کو ذرا مسجد سے باہر نکال کر حضرت عائشہؓ سے کنگھی کر لیتے تھے، اور ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ اس طرح سب بھی دھلوا لیتے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ سر دھلواتے وقت آپ ﷺ کے اور حضرت عائشہؓ کے درمیان، صرف دروازے کی چوکھٹ حائل ہوتی تھی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳/۹۴، رقم: ۹۰۷۹) اور ابو داؤد اور ابن ابی شیبہ کی روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بعض مرتبہ سر دھونے یا کنگھی کرتے وقت حضرت عائشہؓ حیض کی حالت میں بھی ہوتی تھیں، اس طرح اس حدیث سے مندرجہ ذیل مسائل معلوم ہوتے ہیں:

بات چیت سے پرہیز لازم ہے۔

(۲) یہ بھی معلوم ہوا کہ معتکف سے ملنے کے لیے گھر کی کوئی عورت مسجد میں آئے تو اس کی بھی اجازت ہے؛ لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ اول تو پردے کا اہتمام ہو، دوسرے ایسے وقت میں آئے جب مردوں کا سامنا ہونے کا امکان کم سے کم ہو، بے پردہ، بے حیائی سے بے محابا مسجد میں آنے کا کوئی جواز حدیث سے نہیں ملتا۔

(۳) یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی شخص ملنے کے لیے آئے تو اسے دروازہ تک پہنچانے کے لیے اس کے ساتھ جانا جائز ہے؛ لیکن مسجد سے باہر نہ نکلے۔

(۴) یہ بھی معلوم ہوا کہ معتکف اعتکاف کی حالت میں اپنی بیوی کے ساتھ خلوت میں بات کر سکتا ہے؛ لیکن جو میاں بیوی کے مخصوص کام ہیں، وہ کرنا جائز نہیں، جیسا کہ مسائل اعتکاف میں اس کی تفصیل آ رہی ہے، اور حضرت عائشہؓ کی اگلی حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔

(۵) آنحضرت ﷺ کے پاس سے چونکہ حضرت صفیہؓ نکل کر گئی تھیں، اور پردے میں ہونے کی وجہ سے اجنبیوں کے لیے ان کی جان پہچان مشکل تھی؛ اس لیے آپ ﷺ نے انصاری صحابہ کو بتا دیا کہ یہ نکل کر جانے والی حضرت صفیہؓ ہیں۔

ظاہر ہے کہ صحابہ کرامؓ آنحضرت ﷺ کے بارے میں کسی بدگمانی کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے؛ لیکن اپنے عمل سے یہ تعلیم دی کہ کوئی شخص خواہ کتنے بڑے مرتبہ کا ہو، اسے تہمت کے مقامات سے پرہیز کرنا چاہیے، اور ہر اس موقع پر بات واضح کر دینی چاہیے، جہاں اس کے بارے میں کسی بدگمانی کا شائبہ ہو سکتا ہو۔

ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی شخص اپنی طرف سے بدگمانی دور کرنے کے لیے کوئی بات کرے تو یہ نہ صرف جائز ہے؛ بلکہ مستحسن ہے، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ خاص طور سے علماء کرام اور مقتداؤں کو اس کا اہتمام کرنا چاہیے؛ اس لیے کہ عوام کے دل میں ان کی طرف سے بداعتقاد یا بدگمانی پیدا ہو گئی تو وہ ان سے دینی فائدہ حاصل نہیں کر سکیں گے۔

(۶) اس حدیث سے ازواج مطہرات کے ساتھ آنحضرت ﷺ کا حسن سلوک بھی واضح

صلی اللہ علیہ وسلم۔ تزورہ فی اعتکافہ فی المسجد فی العشر الاواخر من رمضان فتحدثت عنده ساعة، ثم قامت تنقلب، فقام النبي ﷺ معها يقلبها؛ حتى إذا بلغت باب المسجد عند باب أم سلمة، مرّ رجلان من الأنصار فسلمّا على النبي ﷺ. صلى الله عليه وسلم. فقال لهما النبي ﷺ. صلى الله عليه وسلم. : عليّ رسلكما، إنها صفية بنت حيي فقلّا: سبحان الله يا رسول الله! وكبر عليهما فقال النبي ﷺ. صلى الله عليه وسلم. : إن الشيطان يبلغ من الإنسان مبلغ الدم وإنني خشيت أن يقذف في قلوبكما شيئاً“ (البخاري / الاعتكاف / هل يخرج المعتكف لحوائجه إلى باب المسجد: ۱/ ۲۷۲ رقم: ۲۰۳۵ والصحيح لمسلم / السلام / بيان ما يستحب لمن رؤي خالياً بامرأة ۲/ ۲۱۶، رقم: ۲۱۷۵)

”ام المؤمنین حضرت صفیہؓ سے روایت ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کے پاس اعتکاف کی حالت میں مسجد میں آئیں، یہ رمضان کے عشرہ اخیرہ کی بات ہے، اور کچھ دیر آپ ﷺ کے پاس بیٹھ کر باتیں کرتی رہیں، پھر واپس گھر جانے کے لیے کھڑی ہوئیں، تو آپ ﷺ بھی انھیں پہونچانے کے لیے کھڑے ہو گئے، یہاں تک کہ جب وہ مسجد کے دروازہ پر حضرت ام سلمہؓ کے دروازے کے قریب پہونچے تو دو انصاری صحابی پاس سے گزرے اور انھوں نے آنحضرت ﷺ کو سلام کیا، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا ذرا ٹھہرو! یہ عورت صفیہ بنت حی ہیں کوئی اور نہیں۔ انہوں نے (تعجب سے) سبحان اللہ کہا اور یہ بات انہیں شاق گذری، (کہ) آپ ﷺ نے ان کے بارے میں یہ خیال کیوں فرمایا کہ ان کے دل میں کوئی بدگمانی آئی ہوگی) اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ شیطان انسان سے اتنا قریب ہے، جتنا انسان کا خون اس سے قریب ہوتا ہے اور مجھے خطرہ ہوا کہ وہ تمہارے دلوں میں کوئی بدگمانی نہ ڈال دے۔“

یہ حدیث بہت سے عظیم فائدوں پر مشتمل ہے:

(۱) اول تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ حالت اعتکاف میں کوئی ملنے والا آجائے تو اس سے بات چیت کرنے میں کوئی حرج نہیں؛ البتہ یہ خیال رہنا چاہیے کہ اعتکاف کی حالت میں فضول

تھی کہ مسجد حرام میں ایک دن کا اعتکاف کروں گا، اب آپ ﷺ کی کیا رائے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ اور ایک دن کا اعتکاف کرو، حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عمرؓ کو مال غنیمت میں سے ایک کنیز عطا فرمائی تھی، جب آنحضرت ﷺ نے (غزوہ حنین میں) کنیز بنائی ہوئی عورتوں اور غلاموں کو آزاد کیا تو حضرت عمرؓ نے (اعتکاف کے دوران) ان کی آوازیں سنیں کہ ہمیں آنحضرت ﷺ نے آزاد کر دیا ہے، حضرت عمرؓ نے (لوگوں سے) پوچھا کہ یہ کیا واقعہ ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ آنحضرت ﷺ نے قیدیوں کو آزاد کر دیا ہے، اس پر حضرت عمرؓ نے مجھ سے فرمایا کہ عبداللہ! اس کنیز کے پاس جاؤ اور اسے بھی آزاد کر دو۔

عام اصول یہ ہے کہ کفر کی حالت میں کسی نے کوئی منت مانی ہو تو اسلام لانے کے بعد اسے پورا کرنا واجب نہیں ہوتا؛ لیکن آنحضرت ﷺ نے حضرت عمرؓ کو نذر پوری کرنے کا حکم دیا؛ کیونکہ وہ ایک کار خیر تھا اور اگرچہ وہ واجب نہ تھا؛ لیکن موجب ثواب ضرور تھا؛ اس سے یہ معلوم ہوا کہ جب کفر کی حالت میں کی ہوئی نذر کو پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے تو اسلام کی حالت میں کوئی شخص اعتکاف کی نذر کر لے تو اس کا پورا کرنا اور زیادہ ضروری ہوگا؛ چنانچہ اس حدیث سے نذر کے اعتکاف کی اصل نکلتی ہے، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایک دن کے اعتکاف کی نذر بھی درست ہے۔

”بجز انہ“ مکہ مکرمہ سے کچھ فاصلے پر طائف کے راستے میں ایک جگہ ہے، آنحضرت ﷺ نے طائف کے غزوہ سے واپسی پر یہاں سے، راتوں رات مکہ مکرمہ تشریف لے جا کر عمرہ کیا تھا، مسجد حرام چونکہ یہاں سے قریب تھی؛ اس لیے حضرت عمرؓ نے یہ مسئلہ پوچھا اور پھر جا کر اعتکاف کیا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ معتکف کے لیے مسجد سے باہر کے حالات لوگوں سے معلوم کرنا جائز ہے؛ کیونکہ حضرت عمرؓ نے آزاد شدہ قیدیوں کا شور سن کر حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ماجرا پوچھا تھا (البخاری / کتاب الجہاد / باب ما کان یعطى المؤلفة قلوبہم : ۱ / ۴۵، رقم: ۳۱۴۴) سے معلوم ہوتا ہے کہ آزاد شدہ قیدی مکہ کی گلیوں میں خوشی سے دوڑتے پھرتے تھے، اس پر حضرت عمرؓ نے ان کا حال معلوم فرمایا۔

ہوتا ہے کہ اعتکاف جیسی حالت میں بھی آپ ﷺ ان کی دل داری کے لیے، دروازہ تک انھیں پہنچانے کے لیے تشریف لے گئے۔

”عن عائشةؓ قالت: السنة على المعتكف أن لا يعود مريضاً ولا يشهد جنازة ولا يمس امرأة ولا يباشرها ولا يخرج لحاجة إلا لما لبّد منه“ (رواہ أبو داؤد / الصیام / المعتکف يعود المريض : ۱ / ۳۳۵، رقم: ۲۴۷۳)

”حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ معتکف کے لیے صحیح طریقہ یہ ہے کہ وہ نہ کسی کی بیمار پرسی کے لیے جائے، نہ کسی جنازے میں شامل ہو، نہ کسی عورت کو چھوئے، نہ اس کے ساتھ ملاپ کرے، ناگزیر ضروریات کے سوا کسی بھی ضرورت کے لیے باہر نہ نکلے۔“

اس حدیث میں حضرت عائشہؓ نے ان بہت سے کاموں کی تفصیل بیان فرمادی ہے، جو اعتکاف کی حالت میں ممنوع ہوتے ہیں۔

”عن ابن عمرؓ أن عمر سأل رسول الله - صلى الله عليه وسلم - وهو بالجعرانة بعد أن رجع من الطائف، فقال: يا رسول الله! إني نذرت في الجاهلية أن أعتكف يوماً في المسجد الحرام فكيف تری؟ قال: اذهب فاعتكف يوماً، قال: وكان رسول الله - صلى الله عليه وسلم - قد أعطاه جاريةً من الخمس فلما أعتق رسول الله - صلى الله عليه وسلم - سبأيا الناس سمع عمر ابن خطابؓ أصواتهم يقولون: أعتقنا رسول الله - صلى الله عليه وسلم - فقال ما هذا؟ قالوا: أعتق رسول الله - صلى الله عليه وسلم - سبأيا الناس، فقال عمر: يا عبد الله اذهب إلى تلك الجارية فخلّ سبيلها“ (رواہ البخاری / الاعتکاف / الاعتکاف لیلًا : ۱ / ۲۷۲، رقم: ۲۰۳۲) و مسلم: الأيمان والنذور / نذر الكافر وما يفعل فيه إذا أسلم : ۲ / ۵۰، رقم: ۱۶۵۶، جامع الأصول : ۱ / ۳۴۶)

”حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ طائف سے واپسی پر ”بجز انہ“ کے مقام پر تشریف فرما تھے تو حضرت عمرؓ نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! میں نے جاہلیت میں نذر مانی

”کچھ لوگ مسجدوں کے لیے میخ بن جاتے ہیں (وہ ہر وقت مسجد میں بیٹھے رہتے ہیں) ایسے لوگوں کے ہم نشین فرشتے ہوتے ہیں، اگر یہ لوگ کبھی مسجد سے غائب ہو جائیں تو فرشتے انہیں تلاش کرتے ہیں اور اگر یہ بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت کرتے ہیں، اور اگر ان کو کوئی ضرورت پیش آجائے تو یہ فرشتے ان کی مدد کرتے ہیں۔“

اعتکاف کرنے سے اس حدیث کی فضیلت بھی حاصل ہوتی ہے، جو بہت بڑی فضیلت ہے۔ (احکام اعتکاف: ۱۰ تا ۸)

حدیث ”المعتکف هو یعکف الذنوب کلھا....: پر

اشکال اور اس کا جواب

شریعت میں اعتکاف کی بہت فضیلت بیان کی گئی ہے اور اس کی ترغیب دی گئی ہے؛ چنانچہ حدیث شریف میں ہے: المعتکف هو یعکف الذنوب و یجری له من الحسنات کما مل الحسنات کلھا. (رواہ ابن ماجہ / الصیام / باب فی ثواب الاعتکاف: ۱۲۷ رقم: ۱۷۸۱).

یعنی معتکف تمام گناہوں سے الگ رہتا ہے اور تمام طاعات کا ثواب اس کے لیے لکھا جاتا ہے۔ اس میں بظاہر ایک اشکال ہوتا ہے، وہ یہ کہ اگر کوئی شخص اعتکاف نہ کرے اور ویسے ہی گھر کو بند کر کے خلوت اختیار کرے (تنہا رہے) تو وہ بھی تو گناہوں سے بچ سکتا ہے، پھر اعتکاف ہی کی اس میں کیا خصوصیت ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ گناہوں کو چھوڑنے کی دو قسمیں ہیں اور ہر ایک کا حکم جدا ہے، سو ایک چھوڑنا تو اصل کے اعتبار سے ہے، یعنی گناہ معدوم ہے، اس طرح کہ چھوڑنے کا ارادہ نہ کیا ہو؛ بلکہ گناہ کا موقع ہی نہ ہو؛ اس لیے چھوڑنا ہوا ہو۔

اور ایک گناہ چھوڑنا اس طرح ہوتا ہے کہ اپنے ارادے سے چھوڑنا ہو، یعنی چھوڑنے میں ارادہ بھی شامل ہو، سو پہلی قسم ہو تو اس میں کوئی ثواب نہیں؛ اس لیے کہ ثواب تو اس وقت ہوتا

نیز حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اعتکاف کی حالت میں غلام آزاد کرنا یا اسی قسم کے دوسرے معاملات، مثلاً: نکاح و طلاق وغیرہ جائز ہیں۔ (احکام اعتکاف: ۱۰ تا ۲۸)

اعتکاف کی اہمیت اور فضیلت کے متعلق چند احادیث

من اعتکف يوماً ابتغاءَ وجهِ الله - عزَّ وجلَّ - جعل الله بينه وبين النار ثلاث خنادق أبعد ما بين الخافقين. (شعب الإيمان للبيهقي: ۳/ ۴۵۵ رقم: ۳۹۶۵). ”جو شخص اللہ کی خوشنودی کے لیے، ایک دن کا اعتکاف کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقوں کو آڑ بنادیں گے، جن کی مسافت آسمان و زمین کی درمیانی مسافت سے بھی زیادہ چوڑی ہوگی۔“

نیز ایک حدیث میں حضرت حسین بن علیؑ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”من اعتکف عشرًا فی رمضان کان کحجتین وعمرتین“ (شعب الإيمان للبيهقي: ۳/ ۴۵۵ رقم: ۳۹۶۶)

”جو شخص رمضان میں دس روز کا اعتکاف کرے تو اس کا یہ عمل دو حج اور دو عمرہ جیسا ہوگا“ اور طبرانی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

اعتکاف عشر فی رمضان کحجتین وعمرتین. (المعجم الكبير للطبرانی: ۳/ ۱۲۸، ۲۸۸۸)

”رمضان کے دس روزوں کا اعتکاف دو حج اور دو عمرہ جیسا ہے۔“ اور ایک حدیث میں ارشاد ہے:

”إن للمسجد أوتاداً، الملائكة جلساؤهم إن غابوا يفقدوهم، وإن مرضوا عادوهم، وإن كانوا في حاجة أعانواهم“ (المستدرک للحاکم: ۲/ ۳۹۸ رقم: ۳۵۰۷، وصححه الإمام أحمد: ۲/ ۱۸، رقم: ۹۴۲۴)

آنحضرت ﷺ کا اہتمام اعتکاف

آنحضرت ﷺ کو اعتکاف کا خاص ذوق تھا، آپ ﷺ ہر سال رمضان کے مہینے میں اعتکاف کا نہایت اہتمام فرماتے تھے، آپ ﷺ نے رمضان کے پورے مہینے کا اعتکاف بھی فرمایا ہے، اور بیس روز کا بھی اور دس روز کا تو ہر سال آپ ﷺ کیا ہی کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک خاص وجہ سے آپ ﷺ رمضان شریف میں اعتکاف نہ فرما سکے تو پھر شوال میں دس دن روزہ رکھ کر اعتکاف فرمایا، اور ایک سال رمضان میں آپ ﷺ سفر کی وجہ سے اعتکاف نہیں فرما سکے، تو اگلے سال رمضان میں دس دن کے بجائے بیس دن کا اعتکاف فرمایا۔

جب شب قدر کے بارے میں یہ متعین نہیں ہوا تھا کہ وہ عشرہ اخیرہ کی طاق راتوں میں ہوتی ہے، اس وقت آنحضرت ﷺ سے پورے رمضان کا اعتکاف فرمانا ثابت ہے، اور حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے یکم رمضان سے ۲۰ رمضان تک اعتکاف کرنے کے بعد فرمایا کہ: ”میں نے شب قدر کی تلاش کے لیے رمضان کے پہلے عشرہ کا اعتکاف کیا، پھر درمیانی عشرہ کا اعتکاف کیا، پھر مجھے بتایا گیا کہ شب قدر آخری عشرہ میں ہے، لہذا تم میں سے جو شخص میرے ساتھ اعتکاف کرنا چاہے، وہ کرے۔“ اس کے بعد آپ ﷺ کا معمول یہ ہو گیا کہ ہر رمضان کے عشرہ اخیرہ میں اعتکاف فرماتے تھے۔

اعتکاف کی اہمیت و فضیلت کے لیے یہ بات ہی کیا کم ہے کہ آنحضرت ﷺ نے پابندی فرمائی، اور اسے کبھی بالکل ترک نہیں فرمایا۔ (احکام اعتکاف: ۷، ۸)

رسول اللہ ﷺ کے اعتکاف فرمانے کا طریقہ

نبی کریم ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ رمضان کے اخیر عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے، جہاں رمضان کا اخیر عشرہ آتا تو آپ ﷺ کے لیے مسجد نبویؐ میں ایک جگہ مخصوص کر دی جاتی اور وہاں آپ ﷺ کے لیے پردہ چٹائی وغیرہ ڈال دیا جاتا، یا کوئی چھوٹا سا خیمہ نصب کر دیا جاتا، اور فجر کی نماز پڑھ کر آپ ﷺ وہاں چلے جاتے تھے، اور عید کا چاند دیکھ کر وہاں سے

ہے، جب کہ چھوڑنے کا ارادہ بھی ہو اور دوسری قسم میں ثواب ہوتا ہے، یعنی کسی گناہ کی طرف التفات ہو اور اس سے اپنے کو روک لیا، اس پر ثواب ملتا ہے، یہ تو عام قاعدہ ہے۔

لیکن اعتکاف میں یہ خصوصیت ہے کہ معتکف کو تمام ترک (تمام قسم کے گناہوں کے چھوڑنے) پر ثواب ملتا ہے، گو اس کے ذہن میں بھی نہ ہو، اور ان کے چھوڑنے کا ارادہ بھی نہ کیا ہو، بس اعتکاف کی یہ خصوصیت ہے، جو مطلق اعتکاف میں نہیں، جس کی وجہ سے حضور ﷺ نے فرمایا کہ: جن نیکوں پر یہ قادر تھا اور اعتکاف کی وجہ سے نہیں کر سکتا، گو اس نے اس کی نیت بھی نہ کی ہو، ان سب کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے، اور اس عموم کی دلیل ”الحسنات کُلھا“ کا عموم ہے، پس جب معتکف کے لیے تمام نیکوں کا ثواب لکھا جاتا ہے تو اس سے پہلے جملہ کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام گناہوں سے بچنے کا ثواب بھی لکھا جاتا ہے، گو اس نے ان سے بچنے کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو۔ (احکام اعتکاف مفتی زید صاحب: ۲۱، ۲۲، ۲۳)

معتکف کے لیے اس قدر ثواب کیوں ہے؟

اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ اعتکاف میں عبدیت زیادہ ہے کہ اور لوگ تو کھانے، کمانے اور سیر و تفریح (بیوی بچوں اور دوست و احباب) میں مشغول ہیں اور معتکف ان کے دروازہ پر پڑا ہے اور زبان حال سے یوں کہہ رہا ہے۔

خسر و غریب است و گدا افتادہ در کوئے شما

شاید کہ از بہر خدا سوئے غریباں بنگری

ترجمہ: ”خسر و پردیسی بھی ہے اور فقیر بھی (محض اس امید پر) آپ کی گلی میں آکر پڑ گیا، کہ شاید خدا کے واسطے آپ غریبوں کی طرف نگاہ کرم فرمائیں“

اگر معتکفین اس شعر کے مضمون کو متحضر رکھیں تو اعتکاف میں ان کو ایک خاص کیفیت حاصل ہوگی؛ بلکہ کبھی کبھی اس شعر کو پڑھ لیا کریں تو اور اچھا ہے؛ ورنہ مضمون ہی کو ذہن میں تازہ کر لیا کریں۔ (احکام اعتکاف مفتی زید صاحب: ۲۳)

فائدہ: یعنی آپ ﷺ اعتکاف کا اس قدر اہتمام فرماتے کہ سفر کی وجہ سے اگر کبھی اعتکاف کا اہتمام نہ کر پاتے تو آئندہ اس کی تلافی کرتے۔ خیال رہے کہ اگر کوئی عذر کی وجہ سے اعتکاف نہ کر سکے تو باعثِ فضیلت ہے، کہ آئندہ اس کی تلافی میں بیس دن اعتکاف کرے۔ (آداب الاعتکاف: ۳۷) (۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتکاف کتنی مرتبہ چھوٹا؟ درسِ ترمذی میں مذکور تعداد پر اشکال اور اس کا جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم المقام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

از ڈیویز بری (برطانیہ) مرغوب احمد لاجپوری، محمد اللہ خیریت سے ہونگے اور بارگاہِ ایزدی میں جناب والا کی خیر و عافیت کا طالب ہوں۔

عرض تحریریں کہ آپ کے ترمذی کے درس میں ہے:

”آنحضرت ﷺ سے دو مرتبہ رمضان میں اعتکاف چھوٹا ہے“ الخ (درسِ ترمذی

: ۶۴۳/۲)

(۱) واضح رہے کہ سفر کی وجہ سے صرف فتح مکہ کے سال آپ ﷺ اعتکاف نہ فرما سکے تھے، جیسا کہ ابن ماجہ اور ابوداؤد کی روایت سے ظاہر ہے۔ عن ابی بن کعب -رضی اللہ عنہ- قال: إن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یعتکف العشر الآخر من رمضان فسافر عاماً، فلما کان من العام المقبل اعتکف عشرين يوماً. ولفظ ابی داؤد فلم یعتکف عاماً. (ابن ماجہ: الصیام/ما جاء فی الاعتکاف ۱۲۷: رقم: ۱۷۷۰ و أبو داؤد/الصوم/ الاعتکاف ۱/ ۳۳۴، رقم: ۲۴۶۳)

قال السندي في بيان سفره -صلى الله عليه وسلم- أنه عام الفتح، وفي هذا دلالة على أنه -صلى الله عليه وسلم- يقضي الاعتكاف الفائت، فإما لأنه كان واجباً عليه مخصوصاً فيقضي، أو لتأخُّد سُنَّته. (بذل الجود ۳/ ۳۹۴ ط: اشرف ديو بند)

استحباً بقضاءِ حاکم صرف اعتکاف کے ساتھ خاص نہیں؛ بلکہ جو بھی نفلِ موقت فوت ہو اس کی قضاء مندوب ہے۔ قلت: في المنهاج ولو فات النفل الموقت ندب قضاءه. (المسوى: ۱۷۲)

باہر تشریف لاتے تھے، اس درمیان میں آپ ﷺ وہیں کھانا پینا فرماتے اور وہیں سوتے، آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات میں سے جس کو آپ کی زیارت مقصود ہوتی، وہیں چلی جاتیں اور تھوڑی دیر بیٹھ کر چلی آتیں، بغیر کسی شدید ضرورت کے آپ ﷺ وہاں سے باہر تشریف نہ لاتے، ایک مرتبہ آپ ﷺ کو سر صاف کرانا مقصود تھا اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایامِ معمولہ (حیض) سے تھیں تو آپ ﷺ نے سر مبارک کھڑکی سے باہر کر دیا اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نگہا کر کے صاف کیا۔ عن عائشہ -رضی اللہ تعالیٰ عنہا- قالت: إن النبی -صلى الله عليه وسلم- یعتکف فی العشر الآخر من رمضان فکنت أضربُ له خِباءً. (البخاری/ الاعتکاف/ اعتکاف النساء ۱/ ۲۷۲، رقم: ۲۰۳۳) وفي حديث: عن عائشة -رضی اللہ تعالیٰ عنہا- قالت: کان النبی -صلى الله عليه وسلم- یصغی الی رأسه وهو مُجاوِرٌ فی المسجد، فأرجله وأنا حائضٌ. (البخاری/ الاعتکاف/ الحائض ترجل رأس المعتکف ۱/ ۲۷۱، رقم: ۲۰۲۸) وفي الفتح: لأن النبی -صلى الله عليه وسلم- لم یکن له مأوی إلا المسجد، أي لحاجته الأصلية من الأكل ونحوه. (فتح القدير: ۲/ ۴۰۲). (مسائل اعتکاف: ۱۷)

کسی سال اعتکاف چھوٹ جانے کی صورت میں آنحضرت

ﷺ کی عادتِ شریفہ

”عن أنس قال: کان رسول اللہ -صلى الله عليه وسلم- إذا کان مقيماً یعتکف العشر الآخر من رمضان، فإذا سافر اعتکف من العام المقبل عشرين.“ (ابن حبان: ۵/ ۲۶۸، رقم: ۳۶۵۶ و ۳۶۵۷)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مقیم ہوتے تو رمضان کے عشرہ اخیرہ کا اعتکاف ضرور فرماتے، اور جب سفر کرتے تو آئندہ سال بیس یوم کا اعتکاف فرماتے۔

مکتوب: حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب

مکرمی: آپ کا گرامی نامہ باعث مسرت و افتخار ہوا، میں نے مصروفیات کی وجہ سے تحقیق کے لیے ایک ساتھی کو لگایا تھا، انہوں نے جو جواب لکھا ہے، وہ بظاہر درست ہے۔ آنجناب کی یاد فرمائی کے لیے تہ دل سے ممنون ہوں، والسلام۔ محمد تقی عفی عنہ

۱۲۲۴/۲/۲۸ھ

الجواب حامداً ومصلياً

آنحضرت ﷺ کا رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کا معمول تھا؛ البتہ سفر وغیرہ کی وجہ سے آپ ﷺ سے اعتکاف چھوٹا بھی ہے۔ علامہ ابن قیمؒ نے ”زاد المعاد“ میں تحریر فرمایا ہے کہ آپ ﷺ سے ایک مرتبہ اعتکاف چھوٹا ہے، جب کہ دیگر کتب حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ سے دوسرے اعتکاف چھوٹا ہے، ایک تو فتح مکہ کے سال اور دوسرے اس سال جب آپ ﷺ نے بعض ازواج مطہرات کو اپنے ساتھ اعتکاف کی اجازت دی اور سب نے مسجد میں اعتکاف کے لیے خیمے لگوا دیے، پھر آنحضرت ﷺ نے سارے خیمے اٹھوا دیے اور اس سال خود بھی اعتکاف نہیں فرمایا اور شوال میں اس کی قضاء فرمائی۔ ان دو مواقع کے علاوہ کسی تیسرے موقع پر اعتکاف کا چھوڑنا، باوجود بسیار تلاش کے کہیں منقول نہیں ملا، جب کہ ۲ھ میں غزوہ بدر کے موقع پر آپ ﷺ کا اعتکاف نہ فرمانا بھی ظاہر ہے، جیسا کہ آپ نے تحریر فرمایا ہے؛ لیکن محدثین کرام اور شراح حدیث نے اسے ذکر نہیں فرمایا۔

احقر کے خیال میں اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ رمضان ۲ھ سے چند ہی روز قبل روزوں کی فرضیت ہوئی، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے پہلے تو آپ ﷺ نے اعتکاف نہیں فرمایا ہوگا اور روزوں کی فرضیت کے بعد پہلے رمضان میں آپ ﷺ غزوہ بدر میں مصروف رہے، اس سال کے بعد سے آپ ﷺ نے اعتکاف پر مواظبت فرمائی ہوگی، اس مواظبت کے دوران دوسرے آپ ﷺ نے اعتکاف نہیں فرمایا، جس کا محدثین نے تذکرہ فرمایا اور غزوہ بدر سے پہلے

مجھے کتب سیرت کے مطالعہ کے دوران تین مرتبہ آپ ﷺ کا اعتکاف نہ فرمانا سمجھ میں آیا: ایک غزوہ بدر کے وقت، دوسرے فتح مکہ کے وقت، اور تیسرا جو واقعہ آپ ﷺ نے نقل فرمایا ہے، تفصیل اس کی یہ ہے کہ:

(۱).... غزوہ بدر سترہ رمضان المبارک کو پیش آیا اور فتح کے بعد آپ ﷺ نے بدر میں تین روز قیام فرمایا، پھر مدینہ منورہ کی طرف متوجہ ہوئے، درمیان میں مقام صفراء میں پہنچ کر مال غنیمت تقسیم فرمایا اور قیدیوں میں نصر بن حارث کے قتل کا حکم دیا، صفراء سے چل کر مقام عرق الظبہ میں عقبہ بن معیط کے قتل کا حکم فرمایا، اس طرح منزل بمنزل ٹھہرتے ہوئے، آپ ﷺ مدینہ منورہ پہنچے۔ (سیرۃ المصطفیٰ ﷺ: ۲، ۱۰۵، ۱۰۸)

اس تفصیل کے بعد یہ تو صاف سمجھ میں آرہا ہے کہ نبی کریم ﷺ بیس کی شام؛ بلکہ اکیس کی صبح تک بھی مدینہ منورہ تشریف نہ لائیں ہوں گے؛ اس لیے اس سال اعتکاف نہ فرمایا ہوگا۔

(۲).... فتح مکہ کے لیے آپ ﷺ دس رمضان المبارک ۸ھ کو مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے، مع اختلاف الروایات، اور بیس رمضان المبارک کو مکہ معظمہ میں داخل ہوئے اور اسی روز مکہ فتح ہوا، پھر رمضان المبارک کے بقیہ ایام؛ بلکہ شوال کے کچھ روز آپ ﷺ مکہ معظمہ ہی میں مقیم رہے۔ (اصح السیر: ص ۳۲۰)

اور مکہ معظمہ میں آپ ﷺ کا اعتکاف فرمانا نظر سے نہیں گزرا؛ اس لیے غالباً گمان یہی ہے کہ اس سال بھی آپ ﷺ نے اعتکاف نہیں فرمایا۔

(۳).... تیسرا واقعہ جو آپ نے بھی ”درس ترمذی“ میں نقل فرمایا ہے کہ: ازواج مطہرات نے اعتکاف کی نیت سے مسجد میں خیمے لگالے تو آپ ﷺ نے سب خیمے اٹھوا دیے اور خود بھی اعتکاف کا ارادہ ترک فرمایا اور شوال میں قضاء فرمائی۔

الغرض مدینہ منورہ کے نو سالہ قیام رمضان میں تین مرتبہ آپ ﷺ کا اعتکاف نہ فرمانا سمجھ میں آتا ہے۔ یہ ایک ادنیٰ طالب علم کا سوال ہے، حضرت کی ذات گرامی کا شمار عصر حاضر کے جبال علم میں ہے، امید کہ تحقیق فرما کر تشریف فرمائیں گے۔ فقط طالب دعا۔

مرغوب احمد لاچپوری

معتکف کی مثال

امیر المؤمنین فی الحدیث عبداللہ بن مبارکؓ نے حضرت عثمان بن عطاءؓ سے انہوں نے اپنے والد سے یہ روایت نقل کی ہے کہ معتکف کی مثال اس کی طرح ہے، جس نے اپنے آپ کو آقائے رحیم و شفیع کے سامنے ڈال دیا اور کہا بقسم اس وقت تک در نہ چھوڑوں گا، جب تک کہ آپ ہم پر رحم و کرم کا معاملہ نہ فرمائیں گے۔

”طحاوی علی المراقی“ میں امام اعظمؒ کے استاذ محترم، حضرت عطاءؓ کا قول معتکف کی مثال میں منقول ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ معتکف کی مثال اس سائل اور حاجت مند کی طرح ہے جو کسی سختی کے دروازے پر ڈیرا ڈالے ہوئے ہو اور اپنی زبان حال سے یہ کہہ رہا ہو کہ مولائے کریم سختی داتا تیرے در سے ہٹنا اور جانا نہیں؛ تاوقتیکہ ہمیں معافی نہ مل جائے اور ہماری ضرورت پوری نہ ہو جائے، ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں کریم سختی داتا کس طرح سے محروم خالی ہاتھ واپس کر سکتا ہے؟! قال فی المراقی: وقال الأستاذ العارف بالله تعالى الإمام المجتهد عطاء بن أبي رباح..... مثل المعتكف مثل رجل يختلف أي يتردد ويقف على باب ملك أو وزير عظيم، أو إمام عظيم لحاجة، يقدر على قضائها عادة، فالمعتكف يقول لسان حاله، إن لم ينطق بذلك لسان قاله: لا أبرح قائماً بباب مولاي سائلاً منه جميع ما ربي، وكشف ما نزل بي من الكرب، وصار مُصَاحِبِي وَتَجَنَّبِي لذلك أعزُّ إخواني؛ بل عين قرأني حتى يغفر لي. (طحاوی علی مراقی الفلاح: ۷۰۹). (آداب الاعتکاف: ۴۳)

اعتکاف کے تعلق سے لوگوں کی تین قسمیں

اعتکاف کے تعلق سے لوگوں کی تین قسمیں ہیں:

پہلی قسم: کے لوگ وہ ہیں، جو اعتکاف کے فوائد کا از خود ادراک کر کے علی وجہ البصیرت اعتکاف کرتے ہیں اور اس کے ثمرات لوٹتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کی سمجھ میں یہ بات اچھی طرح آ جاتی ہے کہ ان کا دنیا کے جھیلوں میں پھنسنا سخت مضر ہے، ان کے دل و دماغ میں ہر

چونکہ اعتکاف شروع ہی نہیں کیا تھا؛ اس لیے اس سال ترک اعتکاف کو محدثین نے شمار نہیں کیا ہے۔ نوٹ:۔ اس بات کی کہیں تشریح نہیں دیکھی اور نہ ہی یہ معلوم ہو سکا کہ سب سے پہلے کس سال آپ ﷺ نے اعتکاف فرمایا۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

فی صحیح البخاری: عن أبي هريرةؓ كان النبي ﷺ يعتكف في كل رمضان عشرة أيام، فلما كان العام الذي قبض فيه، اعتكف عشرين يوماً. (البخاری/ الاعتکاف/ الاعتکاف فی العشر الأوسط من رمضان، ۱/ ۲۷۴ رقم: ۲۰۴۴)

يقول الحافظ في فتح الباري: وأقوى من ذلك أنه إنما اعتكف في ذلك العام العشرين؛ لأنه كان العام الذي قبله مسافراً، ويُعَدُّ لذلك ما أخرجه النسائي واللفظ له وأبو داود وصححه ابن حبان وغيره، من حديث أبي ابن كعبؓ أن النبي ﷺ كان يعتكف العشر الأواخر من رمضان فسادراً عاماً فلم يعتكف فلما كان العام المقبل، اعتكف عشرين ويحتمل تعدُّ هذه القصة بتعدُّ السبب. (فتح الباري: ۴/ ۲۸۵)

يقول السندي في حاشية السنن لابن ماجه تحت حديث أبي بن كعب (رقم: ۱۷۷۰): قوله: ”فسافر عاماً“ الظاهر أنه عام الفتح وقد علم أنه سنة بلا سفر أيضاً فقضى. (السنن لابن ماجه: ۳۵۸)

يقول ابن القيم في زاد المعاد (۱/ ۳۶۸): وفي شعبان هذه السنه (الثانية) نزلت فريضة رمضان..... وفي هذه السنه وقعت غزوة بدر الكبرى..... قال ابن اسحاق: كانت وقعة بدر يوم الجمعة صبيحة السابع عشر، واللہ سبحانہ اعلم۔

خلیل احمد اعظمی عفی عنہ

۱۳۲۲/۲/۲۷

(مرغوب الفتاوی: ۳/ ۸۷۸، ۲۸۲)

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کا معمول تھا کہ وہ کبھی پورے اخیر عشرہ کا اور کبھی تین روز کا اعتکاف فرماتے تھے۔ (احکام اعتکاف مفتی زید صاحب: ۳۶)۔ واضح رہے کہ دس دن سے کم اعتکاف کرنے کی صورت میں سنت کی ادائیگی نہ ہوگی؛ بلکہ یہ نفل اعتکاف ہوگا۔

عام معاشرے میں اعتکاف سے بے رغبتی

ان تمام فوائد کے باوجود غور کرنے کی بات یہ ہے کہ آج ہمارا عام معاشرہ اس عبادت سے محروم ہوتا جا رہا ہے، رمضان المبارک میں جماعت کی نمازوں، اور تراویح وغیرہ کا تو مشاء اللہ کچھ اہتمام ہو بھی جاتا ہے؛ لیکن سنت اعتکاف کی ادائیگی کی طرف رجحان کم دکھائی دیتا ہے، اور اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم عید کی تیاریوں میں اتنا وقت لگانا چاہتے ہیں کہ کوئی ارمان باقی نہ رہ جائے، اور یہ سمجھتے ہیں کہ اعتکاف کی وجہ سے سارے ارمان پورے نہ ہو سکیں گے، تجارت پیشہ لوگ تو اعتکاف کا خیال بھی دل میں نہیں لاتے؛ اس لیے کہ یہی ان کی سال بھر کی کمائی کا وقت ہے، تو دنیا کی کمائی سے محرومی کا اتنا خیال ہے، مگر اس رمضان کے سیزن میں رحمت خداوندی کے حصول میں جو کمی رہ جاتی ہے، اس کا کوئی احساس نہیں؟ ہمارا مقصد یہ نہیں ہے کہ سب لوگ ایک ساتھ اعتکاف کر لیں؛ بلکہ مقصود یہ ہے کہ ہر گھرانے والے اس طرح کا نظام بنائیں کہ ان کے گھر کا ایک فرد اعتکاف کیا کرے، اگر تین بھائی ہیں تو ایک اعتکاف کرے اور بقیہ بھائی اس کی خبر گیری کریں، اگر دوکان پر کئی لوگ بیٹھنے والے ہیں تو ایک آدمی کو ہر سال اعتکاف کے لیے متعین کر دیں، ان شاء اللہ اس طریقے سے اس عبادت کی قدر پیدا ہوگی اور اس کے اثرات پورے گھرانے میں محسوس کیے جائیں گے، خاص کر نوجوانوں کو اس عبادت کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت ہے، اعتکاف ان کے لیے ماہ مبارک میں بے شمار گناہوں سے محفوظ رہنے کا ذریعہ بنے گا، اور ان کو دینی تربیت کا موقع میسر آئے گا، عشرہ اخیرہ سے پہلے مساجد میں اعتکاف کے لیے باقاعدہ تشکیل ہونی چاہیے، تاکہ اس عظیم عبادت کی طرف عمومی رجحان ہو اور مسجدیں اعتکاف کرنے والوں سے معمور ہو جائیں، اللہ رب العزت ہمیں خصوصی توفیق مرحمت فرمائے، آمین! (کتاب المسائل ۲: ۱۰۴، ۱۰۵)

وقت جو دنیوی تصورات پھرتے رہتے ہیں، وہ ان کے لیے سخت مضرت رساں ہیں، اور یہ بات بھی ان کی سمجھ میں اچھی طرح آ جاتی ہے کہ ان کے لیے نفع بخش چیز یہ ہے کہ وہ دنیوی جھمیلوں کو چھوڑ کر کسی مسجد میں گوشہ نشین ہو جائیں اور ہمہ وقت عبادت میں مشغول رہیں، مگر حالات اس کی اجازت نہیں دیتے اور ضابطہ یہ ہے کہ جو چیز پوری طرح حاصل نہ ہو سکتی ہو، اس کو بالکل چھوڑ بھی نہیں دینا چاہیے؛ بلکہ جس قدر حاصل کرنا ممکن ہو، اس کو غنیمت سمجھنا چاہیے؛ چنانچہ یہ شخص اپنی مشغولیت کے اوقات میں سے کچھ لمحات فارغ کر لیتا ہے اور جس قدر اس کے مقدر میں ہوتا ہے، اعتکاف کرتا ہے اور اس کے ثمرات سے بہرہ ور ہوتا ہے۔

دوسری قسم: ان لوگوں کی ہے، جن کو اعتکاف کی اہمیت اور اس کے فوائد مخبر صادق (پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) سے معلوم ہوتے ہیں، اور ان کا دل گواہی دیتا ہے کہ یہ فوائد برحق ہیں؛ چنانچہ وہ بامید فوائد اعتکاف کرتے ہیں، اور کامیاب ہوتے ہیں۔

تیسری قسم: عام لوگوں کی ہے، جس سے زبردستی مجبور کر کے اعتکاف کرایا جاتا ہے، وہ کشاں کشاں اعتکاف کی طرف لائے جاتے ہیں، یہ لوگ بھی محروم نہیں رہتے، اگر دنیا میں ان کو اعتکاف کے فوائد حاصل نہیں بھی ہوتے تو وہ آخرت میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ (رحمۃ اللہ الواسعۃ: ۷۱/۷۷)

اعتکاف کے دو درجے، کامل اور ناقص

اعتکاف کے دو درجے ہیں: ایک درجہ تو کمال کا ہے، وہ یہ ہے کہ رمضان کی بیس تاریخ کو مغرب سے پہلے اعتکاف میں بیٹھے اور عید کا چاند دیکھ کر باہر نکلے۔ اور دوسرا درجہ اس سے کم ہے اور وہ یہ ہے کہ دس دن سے کم اعتکاف ہو؛ لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اگر کامل درجہ حاصل نہ ہو تو ناقص درجہ کے حاصل کرنے سے فضیلت حاصل نہیں ہوتی، اگر اس قدر نہ ہوگی تو کچھ تو ضرور ہی ہو جائے گی۔

صاحبو! اگر دس دن ممکن نہ ہو سکے تو نو دن سہی، اس قدر بھی نہ ہو سکے تو سات دن سہی، تین دن، دو دن سہی، غرض جس قدر بھی ہو سکے اور جتنے دن بھی ہو سکے چھوڑنا نہ چاہیے۔ (احکام اعتکاف مفتی زید صاحب: ۲۱)۔

ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۲۲۵) (۱)

غیر اللہ کے لیے اعتکاف و مجاورت کی حرمت

اعتکاف ایسی عبادت ہے، جو محض اللہ کے لیے مسجد میں مخصوص ہے، غیر اللہ کے لیے اور مسجد کے علاوہ کسی دوسرے مقام پر مثلاً مزار پر حرام ہے۔ جس طرح طواف، رکوع اور سجدہ غیر اللہ کے لیے حرام ہے، اسی طرح اگر کسی نے غیر اللہ کے لیے اعتکاف کیا اور اس کی نذر مانی تو بھی حرام ہے۔ اسی طرح قبروں پر کسی بزرگ کے مزار پر اعتکاف کرنا اور اس نیت سے ایک دو دن یا ہفتہ بھر قیام کرنا حرام ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے مسجد حرام کے اعمال میں اعتکاف کو بھی ذکر کیا ہے۔ ﴿أَنَّ طَهْرَ ابْنَيْهِ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ﴾ (الآیۃ: البقرة: ۱۲۵)

اسی طرح قبروں کی مجاورت بھی درست نہیں۔ احکام القرآن میں علامہ بھصا رحمۃ اللہ علیہ نے مجاورت کا مفہوم بھی اسی میں شامل کیا ہے۔ (۹۴/۱) علامہ قرطبی نے ”الجامع لأحكام القرآن“ میں ”العاکفون“ کے معنی ”المجاورون“ نقل کیا ہے؛ لہذا اعتکاف کے ساتھ مجاورت بھی اللہ کے ساتھ مسجد میں خاص ہوگی، بعض جاہل صوفیاء جو مزاروں پر اعتکاف کی طرح قیام کرتے ہیں، اس کے ناجائز ہونے میں شبہ نہیں؛ چنانچہ ”بدائع الصنائع“ میں ہے۔ ولأنه عبادة؛ لمافيہ من إظهار العبودية لله تعالى بملازمة الأماكن المنسوبة إليه. (بدائع الصنائع: ۲/۲۷۳)

(۱) قال تعالى: ﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ﴾ (الآیۃ: البقرة: ۱۱۴)۔ اس آیت کے تحت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: ”اس آیت میں خاص بیت المقدس کا نام لینے کے بجائے، مساجد اللہ فرما کر تمام مساجد پر اس کے حکم کو عام کر دیا گیا۔ اور آیت کا مضمون یہ ہو گیا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی کسی مسجد میں لوگوں کو اللہ کا ذکر کرنے سے روکے یا کوئی ایسا کام کرے، جس سے مسجد ویران ہو جائے تو وہ بہت بڑا ظالم ہے۔..... دوسرا مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ مسجد میں ذکر و نماز سے روکنے کی جتنی بھی صورتیں ہیں، وہ سب ناجائز و حرام ہیں۔“ (معارف القرآن: ۱/۲۴۲)۔ اس تفسیر سے اعتکاف سے روکنے والے کا جاہل اور نامعقول ہونا واضح ہو گیا۔

لوگوں کے ترک اعتکاف پر امام زہریؒ کا اظہار تعجب

امام زہری رحمہ اللہ لوگوں کے اعتکاف نہ کرنے پر تعجب کرتے ہوئے فرماتے تھے: ”لوگوں پر تعجب ہے کہ انھوں نے کیوں کر اعتکاف کو ترک کر دیا؛ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات کسی چیز کو کرتے اور ترک کر دیتے؛ لیکن اعتکاف تا وقت وفات ترک نہیں فرمایا“ قال الزُّهْرِيُّ: عَجَبًا لِلنَّاسِ! كَيْفَ تَرَكُوا الْعَتَكَافَ وَرَسُولَ اللَّهِ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- كَانَ يَفْعَلُ الشَّيْءَ وَيَتْرَكُهُ وَمَاتَرَكَ الْعَتَكَافَ حَتَّى قُبِضَ. (المبسوط للسرخسي: ۳/۱۱۴)

اعتکاف کا اہتمام نہ کرنے کے اثرات

اعتکاف جملہ محلے والوں پر سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے، اگر تمام محلے والوں میں سے ایک شخص بھی اعتکاف کے لیے بیٹھ جائے تو جملہ محلے والوں کا ذمہ فارغ ہو جائے گا؛ لیکن اگر پورے محلے میں سے کوئی ایک شخص بھی اعتکاف کے لیے نہ بیٹھے تو تمام محلے والے گنہگار ہوں گے۔ قال في معارف السنن: وسنة مؤكدة على الكفاية في العشر الأخير من رمضان، فلو أذاه واحد من أهل المسجد، كفى الكل وإلا أئتموا. (معارف السنن: ۵/۵۱۳، ۵۱۴)۔ (فتاویٰ حقانیہ: ۴/۱۹۷)

اعتکاف سے روکنا

سوال: کوئی جاہل معتکف صاحب کو ممانعت کرے اور کہے کہ اس مسجد سے چلے جاؤ، یہاں اعتکاف کی ضرورت نہیں تو ایسے نامعقول کے لیے شرعی کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اس سے وجہ دریافت کر کے اس کا شبہ رفع کر دیا جائے، اگر وہ محض عناداً کہتا ہو تو اس کی طرف التفات کی ضرورت نہیں، اس کا شرعی حکم آپ نے خود ہی لکھ دیا کہ جاہل نامعقول

اعتباراً بسائر العبادات. (الخانية على الهندية: ۱/۲۲۱)

(۲) اعتکافِ مسنون: وہ اعتکاف ہے جو صرف رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اکیسویں شب سے عید کا چاند دیکھنے تک کیا جاتا ہے؛ چونکہ نبی کریم ﷺ ان دنوں میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے؛ اس لیے اس کو اعتکافِ مسنون کہتے ہیں۔ یہ سنتِ مؤکدہ علی الکفایہ ہے، یعنی ایک بستی یا محلے میں کوئی ایک شخص بھی کر لے تو تمام اہل محلہ سے سنت ادا ہو جائے گی؛ لیکن اگر پورے محلے میں سے کسی نے بھی اعتکاف نہ کیا تو تمام محلہ والوں پر ترک سنت کا گناہ ہوگا۔ وسنة مؤکدة علی الکفایة فی العشر الاخير من رمضان، فلو اذاه واحد من اهل المسجد، كفی الكل والا اثموا. (معارف السنن: ۵/۵۱۳، ۵۱۴)۔

(۳) اعتکافِ نفل: وہ اعتکاف ہے جو کسی بھی وقت کیا جاسکتا ہے؛ اس کے لیے نہ کوئی وقت ہے، نہ ایام کی مقدار ہے، جتنے دن کا جی چاہے کر لے؛ حتیٰ کہ اگر کوئی شخص تمام عمر کے اعتکاف کی نیت کر لے، تب بھی جائز ہے؛ البتہ کمی میں اختلاف ہے، اعتکافِ نفل کا کم سے کم زمانہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک دن ہے، امام مالکؒ کی ایک روایت بھی یہی ہے، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دن کا اکثر حصہ ہے، جبکہ امام محمدؒ اور شافعیؒ کے نزدیک ایک ساعت ہے، امام احمدؒ کی ایک روایت یہی ہے، اور یہی رائج ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ وأقله نفلًا ساعة من ليل أو نهار عند محمد - رحمه الله تعالى - وهو ظاهر الرواية عن الإمام؛ لبناء النفل علی المسامحة، وبه يفتی. (درمختار: ۳/۴۳۳) وفي البحر: وأقله نفلًا ساعة؛ لقول محمد في الأصل: إذا دخل المسجد بنية الاعتكاف فهو معتكف ما أقام تارك له إذا خرج فكان ظاهر الرواية. (البحر الرائق: ۲/۵۲۵) چنانچہ جتنا وقت بھی مسجد میں اعتکاف کی نیت سے ٹھہر جائے اعتکاف ہو جائے گا؛ اس لیے ہر شخص کے لیے مناسب ہے کہ جب مسجد میں داخل ہوا اعتکاف کی نیت کر لیا کرے اتنے نماز میں مشغول رہے، اعتکاف کا ثواب بھی ملتا رہے۔ فينبغي لكل جالس في المسجد لا انتظار الصلاة أو لشغل آخر من آخره أو دنيا أن ينوي الاعتكاف، فيحسب له ويثاب عليه ما لم يخرج من

اسی طرح بحر العلوم کے ”رسائل الارکان“ میں ہے: قال قوم من الصوفية: لا يشترط المسجد للاعتكاف؛ لأن الاعتكاف اعتزال لعبادة الله تعالى ولا تخصيص له بالمسجد ونحن نقول: الاعتزال أمر حسن، فمن اعتزل لعبادة الله تعالى ولو في الصحراء أو بالبيت يكون مثاباً ونحن لا نمنع ذلك؛ لكن كلاً منافي الاعتكاف الذي هو عبادة في ذاته ما هو؟ فنقول: هذه العبادة المقررة في الشرع المسماة بالاعتكاف لا يكون إلا في مسجد جماعة. (رسائل الأركان: ۲۲۹). (آداب الاعتكاف: ۴۷، ۴۸)

اعتکاف کا سبب اور اس کا حکم

اعتکاف اگر واجب ہے تو اس کا سبب نذر ہے، اور اگر اعتکاف نفل ہے تو اس کا سبب، وہ نشاط ہے جو ثواب کی طرف لے جانے والا ہے۔ اگر اعتکاف واجب ہے تو سقوط واجب، اور اگر اعتکاف نفل ہے تو حصول ثواب اعتکاف کا حکم ہے۔ ففي المراقبي: وسببه النذر في المنذور، والنشاط الداعي إلى طلب الثواب في النفل. وحكمه سقوط الواجب، ونيل الثواب إن كان واجباً، وإلا فالثاني. (مراقبي الفلاح: ۷۰۰)

اعتکاف کی قسمیں

حنفیہ کے نزدیک اعتکاف کی تین قسمیں ہیں:

(۱) اعتکافِ واجب: وہ اعتکاف ہے، جو نذر کرنے یعنی منت ماننے سے واجب ہو گیا ہو (واضح رہے کہ کسی عبادت کے انجام دینے کا دل میں ارادہ کر لینے سے نذر نہیں ہوتی؛ بلکہ نذر کے الفاظ کا زبان سے ادا کرنا ضروری ہے، صرف دل کا ارادہ کافی نہیں، نیز زبان سے صرف ارادہ کا اظہار کافی نہیں؛ بلکہ ضروری ہے کہ کوئی ایسا جملہ استعمال کرے، جس کا مفہوم یہ نکلتا ہو کہ میں نے اعتکاف کو اپنے اوپر لازم کر لیا) اسی طرح مسنون کو جب فاسد کر دیا جائے تو اس کی قضاء واجب ہو جاتی ہے۔ قال في الخانية: يجب بالنذر، والتعليق بالشرط، والشروع فيه

مسجد الجماعة، فيصِحُّ في كل مسجد له أذان وإقامة هو الصحيح..... ومنها: الصوم، وهو شرط الواجب منه، والإسلام، والعقل، والطهارة عن الجنابة والحيض والنفاس. (الهندية: ۱/ ۲۱۱، مراقي الفلاح: ۳۸۱، ۳۸۲، البحر الرائق: ۲/ ۵۲۲، تبیین الحقائق: ۲/ ۲۲۲) هو بُبْتُ ذَكَرٍ ولو مُمَيَّنَ فِي مسجد جماعة، هو ماله إمامٌ ومؤذُنٌ أُدِيَتْ فِيهِ الخُمُسُ أَوْلَا. (در مختار: ۳/ ۲۸، ۴۲۹)۔ (کتاب المسائل: ۱۰۶-۱۰۷)

اعتکاف ختم (مکمل) کب ہوتا ہے؟

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں، ان کے مکمل ہونے کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ اعتکاف نفل کی ادنی مقدار چونکہ ایک ساعت ہے، لہذا جب تک مسجد میں رہے گا، اعتکاف کی حالت میں ہوگا اور جب مسجد سے باہر آ جائے گا تو اس کا اعتکاف ختم (مکمل) ہو جائے گا۔

۲۔ مسنون اعتکاف شوال یعنی عید الفطر کا چاند نظر آتے ہی ختم (مکمل) ہو جائے گا اور اگر بلا ضرورت مسجد سے باہر نکل آیا، ضرورت سے زائد مسجد سے باہر رہا تو اس صورت میں بھی اس کا اعتکاف ختم (فاسد) ہو جائے گا اور اس صورت میں بھی اس پر ایک دن کی قضاء لازم ہوگی۔

۳۔ اور واجب یعنی نذر کا اعتکاف ایام نذر مکمل ہونے پر ختم یعنی مکمل ہو جائے گا اور اگر ان ایام سے قبل مسجد سے باہر بلا ضرورت نکلا یا ضرورت سے زائد باہر رہا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ (آئینہ رمضان: ۲۲۴)

کوڑھی، اندھا، بے نمازی، بے روزہ دار، حاملہ وغیرہ

کا اعتکاف کرنا

اعتکاف میں ہر مسلمان بیٹھ سکتا ہے؛ البتہ واجب اور عشرہ اخیرہ کے اعتکاف کے لیے روزہ شرط ہے؛ اس لیے بے روزہ دار اعتکاف میں نہیں بیٹھ سکتا، اسی طرح جس سے تکویرت

المسجد، فإذا خرج ثم دخل جَدَدَ نِيَّةٍ أُخْرَى. (حاشیہ مسلم للنووی: ۱/ ۳۷۱) حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب فضائل رمضان میں لکھتے ہیں:

”میں نے اپنے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کو ہمیشہ اس کا اہتمام کرتے دیکھا کہ جب مسجد میں تشریف لے جاتے تو دایاں پاؤں اندر داخل کرتے ہی اعتکاف کی نیت فرماتے تھے، اور بسا اوقات خدام کی تعلیم کی غرض سے آواز سے بھی نیت فرماتے تھے“

(فضائل اعمال: ۶۱۳، حاشیہ درس ترمذی: ۲/ ۶۳۰، ۶۳۱، جواہر الفتاوی: ۲۶، ۴۵، فتاوی محمودیہ: ۲۱۹/۱۰، آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/ ۳۱۴)

واجب اور مسنون اعتکاف کے صحیح ہونے کے تفصیلی شرائط

واجب اور مسنون اعتکاف اسی وقت صحیح اور معتبر ہوگا، جب کہ اس میں درج ذیل شرائط پائی جائیں:

- (۱) مسلمان ہونا۔ (لہذا کافر کا اعتکاف معتبر نہیں)
- (۲) عاقل و بالغ ہونا۔ (لہذا پاگل اور بچہ کا اعتکاف معتبر نہیں) پاگل نیت نہیں کر سکتا اور نابالغ اگر عقلمند ہے تو اس کا اعتکاف معتبر ضرور ہے، مگر اس کا اعتکاف نفل ہوگا۔
- (۳) نیت ہونا۔ (لہذا بلا نیت مسجد میں ٹھہرنا، اعتکاف نہیں کہلائے گا)
- (۴) مرد کا ایسی مسجد میں اعتکاف کرنا، جس میں نماز باجماعت کے لیے امام اور مؤذن باقاعدہ موجود ہوں۔ (لہذا ایران مسجد میں تنہا اعتکاف معتبر نہ ہوگا)۔
- (نوٹ) اعتکاف کے لیے اذان اور نماز باجماعت کا ہونا شرط ہے یا نہیں؟ اس کی تفصیل آنے والی ہے۔

(۵) معتکف کا روزہ دار ہونا۔ (لہذا بغیر روزہ کے واجب اور مسنون اعتکاف معتبر نہ سمجھا جائے گا)

(۶) معتکف کا جنابت اور حیض و نفاس سے پاک ہونا (لہذا حدث اکبر کے ساتھ مسجد میں اعتکاف کرنا، ہرگز درست نہ ہوگا) أما شروطه فمنها: النية..... ومنها:

مدرس اعتکاف کر سکتا ہے یا نہیں؟

بچوں کو علم دین سکھانا بہت ہی ضروری ہے؛ اس لیے اعتکاف کرنے سے بچوں کی تعلیم کا نقصان ہوتا ہو تو ایسے شخص کے لیے اعتکاف نہ کرنا بہتر ہے؛ اس لیے کہ حالت اعتکاف میں تعلیم دینے کے لیے مسجد سے باہر نکلنا جائز نہیں۔ (فتاویٰ دینیہ: ۸۵)

جس شخص کے بدن سے بد بو آتی ہو، اس کا اعتکاف کرنا

سوال: (۱) ایک شخص کو پیدائشی ناک کی بیماری ہے، جس کی وجہ سے بد بو آتی رہتی ہے، علاج و معالجہ سے کوئی فائدہ نہیں ہوا تو ایسے شخص کا اعتکاف میں بیٹھنا کیسا ہے؟

(۲) اور ایسا شخص نماز پنجگانہ کے لیے مسجد میں جائے یا نہیں؟ دوسرے مصلیٰ اس چیز کو برداشت کرنے پر خوش ہوں؛ بلکہ اس کی عدم حاضری سے ان کو تکلیف ہوتی ہو تو پھر بھی احترام مسجد کے خیال سے اس کو مسجد میں جانا چاہیے یا نہیں؟ بیوہ تو جروا۔

الجواب: حدیث میں ہے کہ جو شخص اس بدبودار درخت سے کھائے، وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے کہ ملائکہ ایذا پاتے ہیں۔ (بخاری شریف رقم: ۸۵۳ وغیرہ) یہ حدیث معلل ہے بایذا انسان و ملائکہ؛ اس لیے جس کے جسم کے کسی حصہ کی بو سے لوگوں کو ناگواری اور اذیت ہوتی ہو تو اسے مسجد میں نہیں آنا چاہیے، اور اعتکاف میں نہیں بیٹھنا چاہیے، وسیلہ احمدیہ شرح طریقہ محمدیہ میں ہے:

قال الفقهاء: وكل من وجد فيه رائحة كريهة، يتأذى به الإنسان، يلزم إخراجُه. (یعنی فقہاء رحمہم اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ جس شخص کے بدن میں ایسی ناگوار بو پائی جائے، جس کی وجہ سے آدمیوں کو اذیت ہو تو اسے نکال دینا چاہیے) (از: اسلام کا نظام مساجد: ۲۱۹)۔

بد بو اور ناگواری تکلیف دہ حد تک پہنچی ہوئی ہو؛ لیکن احباب اسے برداشت کر لیتے ہوں یا عادی بن گئے ہوں؛ تاہم اسے مسجد میں آنے سے اجتناب کرنا چاہیے کہ مسجد جائے حضورؐی ملائکہ ہے، ان کو اور دوسرے لوگوں کو اذیت ہوگی۔ قال فی الشامی: وأیضاً هنا

مسجد کا اندیشہ ہو، یا جس سے لوگوں کو گھن آتی ہو، اسے بھی مسجد میں اعتکاف نہیں کرنا چاہیے، محنت بھی اعتکاف میں بیٹھ سکتا ہے؛ لیکن اس کو چاہیے کہ پردہ میں اس طرح بیٹھے کہ اختلاط کی نوبت نہ آئے، عورت کے لیے مسجد میں اعتکاف کرنا مکروہ ہے، اس کو چاہیے کہ وہ مسجد بیت (گھر میں وہ جگہ، جس کو اس نے نماز کے لیے خاص کر رکھا ہے) میں اعتکاف کرے، حاملہ کو اگر یقین ہو کہ دس دن میں ولادت نہ ہوگی تو وہ اعتکاف میں بیٹھ سکتی ہے۔

خنثی مشکل کا اعتکاف ”مسجد بیت“ میں

خنثی مشکل کا اعتکاف اس کے گھر میں درست ہے یا نہیں؟ بظاہر حکم یہ ہے کہ اس کا اعتکاف گھر کی مسجد میں صحیح نہیں ہے؛ کیونکہ خنثی میں مذکر ہونے کا احتمال ہے؛ اس لیے کہ اس کے مؤنث ہونے کے اعتبار سے اس کا اعتکاف مسجد میں کراہت کے ساتھ درست ہے اور اس کے مذکر ہونے کے اعتبار سے گھر میں اس کا اعتکاف کسی طرح درست نہیں ہے۔ وھل یصح من الخنثی فی بیتہ؟ لم أرہ، و الظاہر لا، لاحتمال ذکوریتہ. (درمختار) وفي الشامی: لأنه على تقدير أنوثته، یصح فی المسجد مع الکراہۃ، وعلى تقدیر ذکورته لا یصح فی البیت بوجہ. (شامی: ۳/ ۲۹۷)۔ (آئینہ رمضان: ۲۸۴)

31

کس عمر کے لوگوں کو اعتکاف کرنا چاہیے؟

سوال: عام تاثر یہ ہے کہ اعتکاف میں صرف بوڑھے اور عمر رسیدہ افراد کو ہی بیٹھنا چاہیے، اس خیال میں کہاں تک صداقت ہے؟

جواب: یہ خیال بالکل غلط ہے، اعتکاف میں جوان اور بوڑھے سب بیٹھ سکتے ہیں؛ لہذا سبھی کو بیٹھنا چاہیے، بالعموم بوڑھے چونکہ فارغ رہتے ہیں؛ اس لیے زیادہ تر وہ اعتکاف میں بیٹھتے ہیں۔ منها: الإسلام والعقل.... وأما البلوغ فليس بشرط؛ لصحة الاعتكاف فيصح من الصبي العاقل ولا تشترط الذكورة والحرية، فيصح من المرأة والعبد بإذن المولى والزواج إن كان لها زوج. (الهندية: ۲۱۱/۱)

مشترک کے لیے اعتکاف میں بیٹھنے کا حکم

اعتکاف عبادت ہے جو بغیر اسلام کے ادا نہیں ہوتی؛ لہذا غیر مسلم اعتکاف میں نہیں بیٹھ سکتا۔ (اس کا بیٹھنا لغو ہے) والنیۃ من مسلم عاقل طاهر (در مختار) وفي الشامي: لأنَّ النِّيَّةَ لا تصحُّ بدون الإسلام. (در مختار مع شامي: ۳/ ۴۳۰)

رمضان کے عشرہ اخیرہ کے اعتکاف کا حکم

رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرنا سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔ وسنة كفاية مؤكدة في العشر الأخير من رمضان..... (مراقي الفلاح: ۷۰۰) - (کتاب المسائل: ۱۰۵/۲، فتاویٰ دارالعلوم: ۵۰۷/۶، عزیز الفتاویٰ: ۳۹۴، امداد الاحکام: ۱۳۶/۳، فتاویٰ محمودیہ: ۲۶۷/۱)

سنت مؤکدہ: وہ ہے جس کو نبی ﷺ یا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ہمیشہ کیا ہو، اور بغیر کسی عذر کے ترک نہ کیا ہو؛ لیکن نہ کرنے والے پر کسی قسم کی زجر و تنبیہ نہ کی ہو، اس کا حکم بھی عمل کے اعتبار سے واجب کا ہے۔

علی الکفایہ کا مفہوم: محلہ یا بستی کے کسی شخص نے ادا کر دیا تو سب کی جانب سے واجب ساقط ہو گیا، ہر شخص پر فرض عین کی طرح علیحدہ علیحدہ واجب نہیں۔ (آداب الاعتکاف: ۴۹) (۱)

(۱) بعض حضرات نے کفایہ اور عین میں فرق اس طور پر کیا ہے کہ جس امر کا مقصود، مامور بہ کو پورا کرنا ہو، وہ کفایہ ہے اور جس امر سے مقصود مامور و مامور بہ دونوں ہوں وہ عین ہے۔ قوله فرض كفاية عرفة في شرح التحرير بالمتحتم، المقصود حصوله من غير نظر بالذات إلى فاعله..... وفرض العين؛ لأنه منطوق بالذات إلى فاعله. (شامي: ۱/ ۱۲۶)

علتان: أذى المسلمين، وأذى الملائكة، فبالنظر إلى الأولى يُعذر في ترك الجماعة، وحضور المسجد، وبالنظر إلى الثانية يُعذر في ترك حضور المسجد ولو كان وحده. (شامي: ۲/ ۴۳۵، ۴۳۶)؛ البتة اگر بدو بخفیف ہو، تکلیف دہ اور ناگواری کی حد تک نہ ہو تو نماز پنجگانہ کے لیے دافع بدو (عطر وغیرہ) لگا کر جائے فقط واللہ أعلم بالصواب. (فتاویٰ رحیمیہ: ۲۸۴/۷)

خروج ریح کے مریض کا اعتکاف

جس چیز سے انسانوں کو اذیت ہوتی ہے، اس سے ملائکہ کو بھی اذیت ہوتی ہے، قال رسول اللہ - صلی اللہ علیہ وسلم - : من أكل من هذه الشجرة المنيئة فلا يقربن مسجدنا؛ فإن الملائكة تتأذى مما يتأذى منه الإنس. (البخاري/الأذان/ما جاء في الثوم: ۱/ ۱۱۸، رقم: ۸۵۴، المسلم: المساجد/نهي من أكل ثوماً أو بصلاً: ۱/ ۲۰۹، رقم: ۷۲/۵۶۴، كما في المشكوة: ۱/ ۶۸) جس کا یہ حال ہو کہ اس کو ریح سے نجات نہ ہو تو اس کو احترام مسجد کے پیش نظر اعتکاف سے احتیاط برتنی چاہیے، خاص کر جب کوئی دوسرا اعتکاف کرنے والا موجود ہو؛ کیونکہ اس میں مسجد کی بے احترامی ہے، اور اس سے اجتناب زیادہ اہم ہے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۳/ ۴۵۷)

قرآن شریف مکمل نہ کرنے والے کا اعتکاف کرنا

سوال: ایک شخص جس نے قرآن شریف مکمل نہیں کیا، یعنی چند پارے پڑھ کر چھوڑ دیے مجبوری کے تحت، کیا وہ شخص اعتکاف میں بیٹھ سکتا ہے؟

جواب: ضرور بیٹھ سکتا ہے، اس کو قرآن مجید بھی ضرور مکمل کرنا چاہیے، اعتکاف میں اس کا بھی موقع ملے گا۔ ومنها: الإسلام والعقل..... وأما البلوغ فليس بشرط لصحة الاعتكاف، فيصح من الصبي العاقل ولا تشتط الذكورة والحرية فيصح من المرأة والعبد بإذن المولى والزواج إن كان لها زوج. (الهندية: ۱/ ۲۱۱). (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/ ۳۱۶)

کیا عشرہ اخیرہ کے اعتکاف میں روزہ ضروری ہے؟

رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف جو مسنون ہے، اس کے لیے روزہ شرط ہے؛ اس لیے کہ سنت اعتکاف رمضان کے اخیر عشرہ سے متعلق ہے، اگر کسی نے بغیر روزے کے اعتکاف کیا تو یہ اعتکاف مسنون نہ ہوگا؛ البتہ اگر ایک دن روزہ نہ رکھا تو صرف ایک دن کے اعتکاف کی قضاء لازم ہوگی۔ وَمُقْتَضًى ذَلِكَ، أَنَّ الصَّوْمَ شَرْطٌ أَيْضاً فِي الْاِعْتِكَافِ الْمَسْنُونِ؛ لِأَنَّهُ مُقَدَّرٌ بِالْعَشْرِ الْآخِرِ، حَتَّى لَوْ اِعْتَكَفَ بِلا صَوْمٍ لِمَرَضٍ أَوْ سَفَرٍ يَنْبَغِي أَنْ لَا يَصِحَّ عَنْهُ؛ بَلْ يَكُونُ نَفْلاً، فَلَا تَحْصُلُ بِهِ إِقَامَةُ سَنَةِ الْكِفَايَةِ وَيُؤَيِّدُهُ قَوْلُ الْكَنْزِ: سُنُّ لُبُّ فِي مَسْجِدٍ بِصَوْمٍ وَنِيَّةٍ فَإِنَّهُ لَا يُمْكِنُ حَمْلُهُ عَلَى الْمَنْذُورِ؛ لِتَصْرِيحِهِ بِالسَّنِيَّةِ وَلَا عَلَى التَّطَوُّعِ؛ لِقَوْلِهِ بَعْدَهُ ”وَأَقْلَهُ نَفْلاً سَاعَةً“ فَتَعَيَّنَ حَمْلُهُ عَلَى الْمَسْنُونِ سَنَةً مُؤَكَّدَةً، فَيُذَلُّ عَلَى اشْتِرَاطِ الصَّوْمِ فِيهِ. (شامی: ۴۳۱/۳). (فتاویٰ محمودیہ: ۲۲۰/۱۰، فتاویٰ رحیمہ: ۲۷۶/۷، خیر الفتاویٰ: ۱۳۸/۴، کتاب الفتاویٰ: ۴۵۴/۳، فتاویٰ عثمانی: ۱۹۴/۲)۔ اعتکاف مسنون میں تو روزہ ہوتا ہی ہے، اس کے واسطے شرط کرنے کی ضرورت نہیں۔ (احکام اعتکاف مفتی زید صاحب: ۳۹) غالباً علامہ شامی کے قول ”لأنه مقدّر بالعشر الأخير“ کا مطلب یہی ہے۔

روزہ کے فاسد ہونے سے اعتکاف کا حکم

اعتکاف مسنون اور واجب دونوں کے لیے روزہ رکھنا چونکہ شرط ہے؛ اس لیے اگر کسی عذر کی وجہ سے روزہ ٹوٹ جائے تو اعتکاف بھی باقی نہیں رہتا؛ البتہ اگر بلا صوم اعتکاف میں بیٹھا رہا تو نفلی اعتکاف شمار ہوگا۔ وَمُقْتَضًى ذَلِكَ، أَنَّ الصَّوْمَ شَرْطٌ أَيْضاً فِي الْاِعْتِكَافِ الْمَسْنُونِ؛ لِأَنَّهُ مُقَدَّرٌ بِالْعَشْرِ الْآخِرِ؛ حَتَّى لَوْ اِعْتَكَفَ بِلا صَوْمٍ لِمَرَضٍ أَوْ سَفَرٍ يَنْبَغِي أَنْ لَا يَصِحَّ عَنْهُ؛ بَلْ يَكُونُ نَفْلاً. (شامی: ۴۳۱/۳). (فتاویٰ حقانیہ: ۱۹۶/۴، فتاویٰ عثمانی: ۹۴/۲)

اعتکاف کے مسنون ہونے کی دلیل

﴿وَلَا تَبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾ (الآیة: ۱۸۷) ترجمہ: (تم اپنی بیوی سے مباشرت مت کرو، جس وقت تم مسجد میں معتکف ہو) اس آیت سے اعتکاف کا سنت ہونا معلوم ہوتا ہے؛ کیونکہ اصل یہی ہے کہ جو چیزیں فرض اور واجب نہیں ہیں، ان کے صرف آداب قرآن میں مذکور ہیں۔ اس آیت میں اعتکاف کے آداب تو بتلائے، مگر اس کے فرض اور واجب ہونے سے سکوت فرمایا، اس میں اس طرف اشارہ ہو گیا کہ اعتکاف واجب نہیں؛ ورنہ اور مامورات اور واجبات کی طرح اس کے لیے بھی وجوب کا صیغہ استعمال فرماتے، مگر اس کے آداب و احکام کے ذکر فرمانے سے اس کا مہتمم بالشان ہونا بھی قرآن میں مذکور ہے، اور حضور ﷺ نے اعتکاف فرمایا، جیسا کہ احادیث میں آیا ہے، آپ ﷺ کا فعل سنت ہونے کو بتلاتا ہے، اور واجب نہ ہونا قرآنی سیاق سے معلوم ہو چکا، پس اعتکاف کا سنت ہونا، اس طرح قرآن سے ثابت ہو چکا؛ اس لیے محققین کا مذہب ہے کہ اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔ (احکام اعتکاف مفتی زید صاحب: ۱۷)

”اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے“ کا مطلب

محققین کے نزدیک اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے، اگر ایک کر لے تو سب کے سر سے بوجھ اتر جائے گا، ایک کر لے تو اس کی برکت دوسروں کو بھی پہنچ جائیگی اور وہ بھی محروم نہ رہیں گے، جیسے بہت سے لوگوں کی برکت سے ایک کو نوازا جاتا ہے، ویسے ہی ایک کی برکت سے بہت سے لوگ بھی نوازے جاتے ہیں، معتکف تو ایک ہے اور اس کی برکت پورے گاؤں والوں کو پہنچ رہی ہے، یہی مطلب ہے سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہونے کا، اور اس کا یہ مطلب نہ سمجھنا کہ ایک پر سب کا بوجھ لد جائے گا؛ بلکہ ایک کی برکت سے سب کا بوجھ اتر جائے گا۔ (احکام اعتکاف مفتی زید صاحب: ۱۸)

لأَجَلِهِ، لَا لِأَجَلِ الصَّوْمِ لَا يَخْتَلِفُ فِيهِ الْعَمْدُ، وَالسَّهْوُ، وَالنَّهَارُ، وَاللَّيْلُ كَالْجَمَاعِ وَالْخُرُوجِ، وَمَا كَانَ مِنْ مُحْظُورَاتِ الصَّوْمِ وَهُوَ مَا مَنَعَ عَنْهُ لِأَجَلِ الصَّوْمِ يَخْتَلِفُ فِيهِ الْعَمْدُ، وَالسَّهْوُ، وَالنَّهَارُ، وَاللَّيْلُ كَالْأَكْلِ، وَالشُّرْبِ. كَذَا فِي الْبَدَائِعِ. (الهندية: ۲۱۳/۱)

مسنون اعتکاف کی نیت

مسنون اعتکاف کی اتنی نیت کر لینا کافی ہے کہ ”میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا مسنون اعتکاف کرتا ہوں“۔ قَالَ فِي الْبَزْازِيَّةِ: وَالنِّيَّةُ الْمَشْرُوعَةُ انْبِعَاثُ الْقَلْبِ عَلَى شَأْنٍ أَنْ يَكُونَ لِلَّهِ تَعَالَى. (الْبَزْازِيَّةُ عَلَى الْهِنْدِيَّةِ: ۱۰۵/۴)۔ (آداب الاعتکاف: ۵۶)۔ واضح رہے کہ اعتکاف کے صحیح ہونے کے لیے نیت کرنا ضروری ہے۔ فَمِنْهَا: النِّيَّةُ؛ حَتَّى لَوْ اعْتَكَفَ بِلَا نِيَّةٍ لَا يَجُوزُ بِالْإِجْمَاعِ. (الهندية: ۲۱۱/۱) وفي الأَشْبَاهِ: وَأَمَّا الْإِعْتِكَافُ فَهِيَ (أَيِ النِّيَّةُ) شَرْطُ صَحِّهِ وَاجِباً كَانَ أَوْ سَنَةً أَوْ نَفْلاً. (الأَشْبَاهُ وَالنَّظَائِرُ: ۸۱/۱)

اعتکاف مسنون کی مدت

اعتکاف مسنون میں داخل ہونے کا وقت، بیسواں روزہ پورا ہونے کے بعد، دن غروب ہونے سے کچھ دیر پہلے ہے، اور رمضان کی ۲۹، یا ۳۰ تاریخ کو جس وقت عید کا چاند نظر آجائے، اس وقت تک ہے، اگر سورج غروب ہونے سے پہلے عید کا چاند نظر آ گیا تو غروب آفتاب تک اعتکاف میں بیٹھنا ضروری ہے۔ وَالْمَشْهُورُ عِنْدَ مَشَائِخِنَا أَنْ يَدْخُلَ الْمُعْتَكَفُ بَعْدَ الْعَصْرِ قَبْلَ غُرُوبِ الشَّمْسِ مِنَ الْيَوْمِ الْعَشْرِينَ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ؛ لِيَدْخُلَ اللَّيْلَةُ الْحَادِيَةَ وَالْعَشْرِينَ فِي الْإِعْتِكَافِ. (رَسَائِلُ الْأَرْكَانِ: ۱۲۰) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: إِذَا أَرَادَ أَنْ يَعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ دَخَلَ قَبْلَ الْغُرُوبِ، فَإِذَا أَهْلَ هَلَالِ شَوَّالٍ، فَقَدْ أَتَمَّ الْعَشْرَ وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَصْحَابِهِ. (الاستدكار: ۲۹۷/۱۰). (جواہر الفتاوی: ۳۱، مسائل اعتکاف: ۲۰)

معتکف کا روزہ نہ رکھنا اور نماز نہ پڑھنا

اعتکاف مسنون میں روزہ شرط ہے؛ اس لیے اگر کوئی شخص روزہ نہ رکھے تو اعتکاف مسنون ادا نہ ہوگا۔ وَمُقْتَضًى ذَلِكَ أَنَّ الصَّوْمَ شَرْطٌ أَيْضاً فِي الْإِعْتِكَافِ الْمَسْنُونِ؛ لِأَنَّهُ مُقَدَّرٌ بِالْعَشْرِ الْأَخِيرِ؛ حَتَّى لَوْ اعْتَكَفَ بِلَا صَوْمٍ لِمَرَضٍ أَوْ سَفَرٍ يَنْبَغِي أَنْ لَا يَصِحَّ عَنْهُ؛ بَلْ يَكُونُ نَفْلاً. (شامي: ۴۳۱/۳)۔ البتہ اگر کوئی شخص نماز ترک کرے تو ترک فرض کی وجہ سے سخت گنہ گار ہوگا؛ لیکن اس کا اعتکاف ادا ہو جائے گا۔ قَرَأَ الْقُرْآنَ وَلَمْ يَعْمَلْ بِمُوجِبِهِ، يُثَابُّ عَلَى قِرَائَتِهِ، وَإِنْ كَانَ يَأْتُمُّ بِتَرْكِ الْعَمَلِ، فَالْثَوَابُ مِنْ جِهَةِ الْإِثْمِ مِنْ أُخْرَى. (شامي: ۵۷۰/۹)۔ (مستفاد فتاویٰ محمودیہ: ۲۸۳/۱۰)

اعتکاف کی حالت میں عیداً روزہ توڑ دینا

34

اگر بحالت اعتکاف قصداً کھاپی کر روزہ توڑ دیا، تو روزے کے ساتھ اس کا اعتکاف بھی ٹوٹ جائے گا اور اگر بھول کر کھایا، پیا تو نہ روزہ ٹوٹا اور نہ اعتکاف۔ وَلَوْ أَكَلَ أَوْ شَرِبَ فِي النَّهَارِ عَامِداً، فَسَدَ صَوْمُهُ وَفَسَدَ اعْتَكَافُهُ لِفْسَادِ الصَّوْمِ، وَلَوْ أَكَلَ نَاسِياً، لَا يَفْسُدُ اعْتَكَافُهُ؛ لِأَنَّهُ لَا يَفْسُدُ صَوْمُهُ. (بَدَائِعُ الصَّنَاعِ: ۲۸۶/۲، وَمِثْلُهُ فِي الدَّرِّ الْمُخْتَارِ: ۴۳/۳)۔ (کتاب المسائل: ۱۱۹/۲)

اعتکاف اور صوم میں قصداً اور سہواً کا فرق

جو اعمال مفسداتِ صوم میں سے ہیں، ان میں قصداً اور سہواً کرنے کے حکم میں فرق ہوتا ہے، جیسا کہ اوپر بیان ہوا، اور جو اعمال خاص طور پر مفسداتِ اعتکاف میں سے ہیں، مثلاً: جماع وغیرہ، ان میں قصداً اور سہواً دونوں کا حکم یکساں ہوتا ہے؛ لہذا اگر روزہ دار معتکف نے دن کے وقت میں سہواً جماع کیا تو روزہ توڑ دے گا؛ لیکن اعتکاف ضرور ٹوٹ جائے گا۔ وَالْأَصْلُ أَنَّ مَا كَانَ مِنْ مُحْظُورَاتِ الْإِعْتِكَافِ وَهُوَ مَا مَنَعَ عَنْهُ

الجواب: سنت یہ ہے کہ بیسویں تاریخ کو غروب سے پہلے پہلے مسجد میں داخل ہو جائے؛ لیکن اگر اس کے بعد کسی وقت میں بھی نیت کر کے مسجد میں داخل ہو جائے، تب بھی صحیح ہے؛ لیکن عشرہ کاملہ کی فضیلت اس صورت میں حاصل نہ ہوگی، نبی کریم ﷺ نے عشرہ کاملہ کا اعتکاف کیا ہے، جو کہ بیسویں تاریخ کی شام ہی سے پورا ہو سکتا ہے۔ غرض کہ صورتِ مسئلہ میں یہ اعتکاف صحیح ہو گیا؛ لیکن یہ اعتکاف مسنون نہیں؛ بلکہ اعتکاف نفل ہوگا۔ (فتاویٰ دارالعلوم ۵۰۷/۶: ۲۰)

ایک روایت سے فجر کی نماز کے بعد اعتکاف

میں بیٹھنے پر استدلال اور اس کا جواب

ترمذی شریف وغیرہ میں مذکور حدیث: عن عائشة رضي الله عنها قالت: كان رسول الله - صلى الله عليه وسلم - إذا أراد أن يعتكف صلى الفجر، ثم دخل في مُعْتَكِفِهِ (الترمذی/الصوم ما جاء في الاعتكاف: ۱/۱۶۴ رقم: ۷۹۱ وأبو داؤد/الصيام/الاعتكاف: ۱/۳۳۴ رقم: ۲۴۶۴)

”یعنی آنحضرت ﷺ جب اعتکاف کا ارادہ فرماتے تو فجر کی نماز پڑھتے اور پھر اپنے معتکف میں داخل ہوتے“ اس حدیث سے استدلال کر کے امام اوزاعیؒ یہ فرماتے ہیں کہ اعتکاف کی ابتدا، اکیس تاریخ کی فجر سے ہوتی ہے، امام زفر کا قول بھی یہی ہے، امام احمدؒ اور امام لیثؒ کی بھی ایک روایت اسی کے مطابق ہے، شافعیہ میں سے ابن المذہبؒ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے؛ لیکن ائمہ ثلاثہ اور جمہور کا مسلک یہ ہے کہ اعتکاف کی ابتدا، اسیوں شب سے ہوتی ہے؛ لہذا معتکف کو غروبِ شمس سے پہلے آ جانا چاہیے، امام احمدؒ کی ایک روایت بھی یہی ہے۔ جمہور کا استدلال اس باب میں حضرت عائشہؓ کی پہلی حدیث سے ہے، یعنی أن النبي - صلى الله عليه وسلم - كان يعتكف العشر الأواخر من رمضان؛ حتى قبضه الله. (أبو داؤد/الصيام/الاعتكاف: ۱/۳۳۴ رقم: ۲۴۶۴) اور عشرہ اخیرہ اسی وقت

نوٹ: اعتکاف مسنون کرنے والے پر لازم ہے کہ بیسویں روزے کے دن غروب آفتاب سے پہلے، متعلقہ سامان لیکر مسجد میں پہنچ جائے؛ تاکہ غروب آفتاب اس کے مسجد میں ہوتے ہوئے ہو جائے، اگر سامان کی تیاری میں دیر لگے تو خود غروب آفتاب سے پہلے مسجد میں پہنچ جائے، سامان بعد میں دوسرے کے ذریعہ لایا جائے۔ (جواہر الفتاویٰ: ۳۱)

غروب آفتاب کے بعد مسجد میں آنا

غروب آفتاب سے کچھ پہلے اعتکاف کی جگہ میں آ جانا چاہیے؛ کیونکہ عین غروب کے وقت مہینہ ختم ہونے پر اعتکاف ختم ہو جائے گا، پس اگر کوئی ۲۰ تاریخ کو بعد غروب بنیت اعتکاف مسجد میں آیا تو جس قدر دیر کر کے آیا ہے، اتنا وقت ایک عشرہ میں سے کم ہو جائے گا، اور عشرہ کا اعتکاف مسنون ہے؛ لہذا اس صورت میں عشرہ اخیرہ کا پورا اعتکاف نہ ہوا، اور وہ سنت پوری ادا نہ ہوئی۔ وكل من يريد أن يتيم له اعتكاف العشر، لزمه أن يدخل المسجد معتكفاً قبيل غروب الشمس من العشرين وإلا لم يتيم له العشر؛ فإن الليالي الماضية لا حقة بالأيام التالية. (معارف السنن: ۵/۵۱۷) وهو سنة مؤكدة كفاية في العشر الأواخر من رمضان على سبيل الاستيعاب. (الإنصاف في حكم الاعتكاف: ۱۹) (فتاویٰ محمودیہ: ۲۶۶/۱۰، فتاویٰ دارالعلوم: ۵۰۶/۶)

”عشرہ اخیرہ کے اعتکاف میں مغرب کے بعد داخل ہوا یا غروب آفتاب کے کچھ دیر بعد نیت کی تو یہ مسنون اعتکاف نہ ہوگا؛ بلکہ مستحب ہو جائے گا۔ (آداب الاعتکاف: ۵۵)

اکیسویں شب میں اعتکاف میں بیٹھے تو کیا حکم ہے؟

سوال: جو شخص اکیسویں شب کو سحری کھا کر صبح صادق سے تھوڑی دیر پہلے اعتکاف کی نیت سے مسجد میں داخل ہو، اس کا اعتکاف صحیح ہوگا یا نہیں؟

نہیں دیا گیا، مگر اعتکاف شروع کرنے میں احتیاط یہ ہے کہ اتوار کی رویت کے حساب سے شروع کیا جائے۔ (اعتکاف ۲۰ تاریخ کی شام سے شروع ہوتا ہے تو پیر کو پہلے روزہ کے حساب سے ۲۰ تاریخ سے اعتکاف کیا جائے، اگرچہ مقامی روزہ کے اعتبار سے انیسویں تاریخ بن جائے) (کفایت المفتی: ۲۳۴/۴، ۲۳۵)

کیا اعتکاف مسنون دس روز سے کم ہو سکتا ہے؟

اعتکاف مسنون دس روز سے کم نہیں ہے، اگر کوئی شخص دس روز سے کم اعتکاف کرے تو اعتکاف مسنون ادا نہ ہوگا؛ کیونکہ اعتکاف مسنون عشرہ اخیرہ کی قید کے ساتھ سنت ہے اور جب یہ قید نہیں ہوئی تو سنت نہ ہوگا اور نہ جزء سنت ہوگا، صرف نفل ہوگا؛ لہذا اعتکاف مسنون میں پورے عشرہ کی نیت کرنا، پھر اس کو پورا کرنا ضروری ہے۔ المقام السادس: هل السنة استيعاب العشر الأواخر من رمضان بالاعتكاف أم الاعتكاف في جزء منه؟ الظاهر: الأول؛ لأن النبي -صلى الله عليه وسلم- فعل كذلك دائماً، ثم رأيت في حاشية الهداية للجونفوري، قال: الظاهر أن السنة هو استيعاب العشر الأواخر من رمضان بالاعتكاف، لا الاعتكاف في العشر ولو في جزء منه، روى به الإمام شهاب الملة والدین -نور الله مرقده- إذ المواظبة من النبي -صلى الله عليه وسلم- كانت على سبيل الاستيعاب، فيكون سنة مع وصف الاستيعاب إلى قوله وهو سنة كفاية في العشر الأواخر من رمضان على سبيل الاستيعاب. (الإنصاف في حكم الاعتكاف: ۱۸، ۱۹). (فتاوی دارالعلوم: ۶/۶۱۱، امداد الفتاوی: ۱۵۴/۲)

اور احکام الاعتکاف میں ہے:

”رمضان شریف کے آخری عشرہ میں دس دن سے کم کی نیت سے اگر اعتکاف کیا تو وہ بھی نفل اعتکاف ہوگا۔“ (احکام اعتکاف: ۵۵، بحوالہ آداب الاعتکاف: ۵۵)

پورا ہوتا ہے، جبکہ انیسویں شب کو بھی اعتکاف میں داخل کیا جائے؛ ورنہ تیس کے چاند کی صورت میں، صرف نو راتیں اور انیس کے چاند کی صورت میں، صرف آٹھ راتیں رہ جائیں گی۔ جہاں تک حدیث: ”إذا أراد أن يعتكف صلي الفجر، ثم دخل في معتكفه“۔ (الترمذي/ الصوم ما جاء في الاعتكاف: ۱/۱۶۴ رقم: ۷۹۱ وأبو داود/ الصيام/ الاعتكاف: ۱/۳۳۴ رقم: ۲۴۶۴) کا تعلق ہے، سو اس کی توجیہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ مسجد میں داخل تو انیسویں شب سے پہلے ہی ہو جاتے تھے؛ لیکن آرام کرنے کے بجائے پوری رات نماز میں کھڑے کھڑے گزار دیتے تھے؛ اسی لیے معتکف میں تشریف لے جانا، اکیس تاریخ کی فجر سے ہوتا تھا۔ دوسری توجیہ یہ کی گئی ہے کہ حدیث میں ”فجر“ سے مراد بیسویں تاریخ کی فجر ہے، اور مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ صبح ہی سے معتکف کے انتظام کے سلسلہ میں چلے جاتے تھے۔ وذهب الأئمة الأربعة والنخعي، إلى أن يدخل قبيل الغروب إذا أراد اعتكاف عشر أو شهر. وأولوا الحديث على أنه دخل من أول الليل؛ ولكن إنما تخلى بنفسه في المكان الذي أعد لنفسه بعد صلاة الصبح،.... وإما أن يقال: إنه ليس في الحديث تصريح بأنه أي صبح؟ فيحتمل أن يكون صبح عشرين بادر رسول الله ﷺ إلى الاعتكاف قبل وقته. (إعلاء السنن: ۹/۱۸۴). (درس ترمذی: ۲۳۲/۲، ۲۳۳)

معتبر ذرائع سے معلوم ہو جائے کہ ۲۹ کو چاند ہو گیا تھا

تو اعتکاف اسی حساب سے شروع کریں

سوال: مظفر نگر کی رویت ہلال سے روزہ سہ شنبہ کا ہوا، کیا اسی حساب سے اعتکاف شروع کیا جائے؟

جواب: پیر کے پہلے روزے، یعنی اتوار کی رویت کی خبریں، اب اتنی جگہ سے آئی ہیں کہ ان سے ظن غالب ہو گیا ہے کہ اتوار کی رویت درست ہے اور پیر کا پہلا روزہ صحیح ہوا؛ اس لیے اگرچہ یہاں سہ شنبہ کا پہلا روزہ صحیح ہوا ہے اور ابھی تک اتوار کی رویت کا حکم عام

مندوباً محضاً و هذا غير بعيد الخ (رسائل الأركان: ۲۳۲) حضور والا کے نزدیک اقوال مذکورہ میں سے کون سا رائج ہے؟

الجواب: صحیح یہی ہے کہ تمام عشرہ اخیرہ کا اعتكاف سنت مؤکدہ ہے، مگر علی الکفایہ جیسا کہ مراتی الفلاح، عالمگیریہ، شامی وغیرہ میں ہے، اور خلاصۃ الفتاویٰ کی عبارت مندرجہ سوال سے عمرو کا مقصود کسی طرح ثابت نہیں ہو سکتا، اس عبارت کو مقصود عمرو سے کوئی تعلق نہیں، اس عبارت کا محض یہ منشاء ہے کہ اگر سات یوم سے کم کا اعتكاف کرے (اور ان ایام میں جمعہ نہ واقع ہوتا ہو، مگر ہوا ظاہر) تب تو مسجد محلہ میں اعتكاف افضل ہے، اور اگر سات روز یا اس سے زائد کا اعتكاف کرنا ہو (یا سات روز سے کم کا اعتكاف ہو، مگر ان ایام میں جمعہ واقع ہوتا ہو) تو جامع مسجد میں اعتكاف کرنا افضل ہے؛ کیونکہ اس صورت میں مسجد محلہ سے جمعہ کے لیے جانا پڑے گا، اور معتكف سے نکلنا خلافِ اولیٰ ہے، اس عبارت میں اس کا ذکر بالکل نہیں کہ کتنے دن کا اعتكاف سنت ہے، اس سے یہ کیسے سمجھ لیا جائے کہ سات روز سے کم کا اعتكاف کرنے سے سنت ادا ہو جائے گی، اور ”رسائل الارکان“ کی تقریر کا جواب شامی نے عنانیہ سے نقل کیا ہے کہ مواظبت بلاتاکید سے بھی سنت ثابت ہو جاتی ہے، اور اگر مواظبت مع الإلزام علی التارک ہو، تب تو اس سے وجوب ثابت ہوتا ہے، (۳۰۸/۳) اور جب سنت کفایہ کہا جائے تو یہ اعتراف بالکل بھی عائد نہیں ہو سکتا؛ کیونکہ نہ ایسا ہوا کہ کسی نے بھی اعتكاف نہ کیا ہو، نہ تاکید کی نوبت آئی ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔ احقر عبد الکریم مٹھلوی عفی عنہ، خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون، ۱۱/ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ (امداد احکام: ۱۳۵/۳، ۱۴۷)

اعتكاف مسنون میں ایک روز کا استثناء

اگر کوئی شخص اعتكاف میں بیٹھے وقت، یہ نیت کر لے کہ وہ ایک روز یا ایک شب کے لیے باہر جائے گا تو اس طرح اعتكاف کرنے سے اعتكاف ادا نہ ہوگا۔ وهو سنة مؤکدة کفایۃ فی العشر الاواخر من رمضان علی سبیل الاستیعاب۔ (الانصاف فی حکم الاعتكاف: ۱۹)۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۲۴/۱۰)

”کامل عشرہ اخیرہ کا اعتكاف سنت مؤکدہ ہے“ پر ایک علمی بحث

سوال: زید کہتا ہے کہ اعتكاف رمضان المبارک کے کامل عشرہ کا سنت مؤکدہ ہے، اس سے کم مدت میں سنت ادا نہ ہوگی، حوالہ مولانا عبدالحی صاحب کے رسالہ ”الانصاف فی حکم الاعتكاف“ کا دیتا ہے۔ عمرو کہتا ہے کہ کامل دس روز نہیں ہیں؛ بلکہ اقل عشرہ سے بھی سنت ادا ہو جائے گی، اپنے قول کے ثبوت میں ”خلاصۃ الفتاویٰ“ کی یہ عبارت پیش کرتا ہے: (قال القاضي الإمام: الاعتكاف في المسجد الجامع أفضل إذا كان يُصلى فيه الصلوة الخمس با لجماعة، أما إذا لم يكن فلا اعتكاف في مسجدٍ أفضل؛ كيلا يحتاج إلى الخروج عن معتكفه، فإن أراد أن يعتكف أقل من سبعة أيام يعتكف في مسجدٍ حيّه وإن أراد أن يعتكف في الجامع الخ) خلاصۃ الفتاویٰ: ۲۶۷) نیز بحر العلوم کے ”رسائل الارکان“ کو دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اعتكاف مذکور سنت مؤکدہ نہیں؛ بلکہ مندوب محض ہے، جس پر ان کی یہ عبارت شاہد ہے: واعلم أنه لا شك في مواظبة رسول الله -صلى الله عليه وسلم- على

اعتكاف العشر الاواخر من شهر رمضان؛ لكن قد ثبت من الصحابة العظام ترك الاعتكاف، ومنهم: الخلفاء الراشدون، فلا اعتكاف نوع اختصاص به -صلى الله عليه وسلم- وهو أنه يلقي جبرئيل، فيدارسه القرآن، ومدارسه القرآن مع جبرئيل كانت مختصة به -صلى الله عليه وسلم- فلهذا كان للاعتكاف اختصاصاً به -صلى الله عليه وسلم- فتارك الاعتكاف من الأمة لا يلحقهما الإساءة، ولذا كان رسول الله لا يؤكّد في الاعتكاف تأكيداً في غيره من السنن ولا يعيب واحداً من الصحابة على ترك الاعتكاف، فلا اعتكاف إماماً سنة مختصة به -صلى الله عليه وسلم- غير مؤكدة على الأمة؛ بل بقي في حقهم مثل السنن الغير المؤكدة، أو كان واجباً عليه -صلى الله عليه وسلم- مختصاً، ففعله لا مثقال الجوب، فلا يكون على الأمة سنة؛ بل

ہر آبادی میں اعتکاف

ہر آبادی میں کم از کم کسی ایک شخص کا اعتکاف کرنا سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے، اگر کسی ایک شخص نے بھی اعتکاف نہیں کیا تو پوری آبادی والے تارک سنت ہوں گے۔ وقیل: سنۃ علی الکفایۃ؛ حتی لو ترک فی بلدۃ لأساؤا۔ (جامع الرموز: ۱/۳۷۶)

ایسے محلے کی مسجد میں اعتکاف کا حکم، جہاں چند گھر ہوں

اگر اس مسجد میں امام اور مؤذن مقرر ہوں اور پنجوقتہ نماز باجماعت اس میں ادا کی جاتی ہو، اس مسجد میں اعتکاف کرنا ضروری ہے، اگر ان لوگوں میں سے کسی ایک نے بھی اعتکاف نہ کیا تو سب گنہگار ہوں گے۔ (نجم الفتاوی: ۳/۳۱۱)

کیا پورے شہر میں ایک آدمی کا اعتکاف کر لینا کافی ہے

یا شہر کے ہر محلے میں اعتکاف ضروری ہے؟

اعتکاف مسنون سنت علی الکفایۃ ہے، اور سنت علی الکفایۃ ہونے میں فقہائے کرام کے دو قسم کے اقوال ملتے ہیں، بعض کے نزدیک پورے شہر والوں پر سنت علی الکفایۃ ہے؛ لہذا اگر شہر میں کوئی بھی شخص بیٹھ گیا تو یہ سنت ادا ہو جائے گی، ورنہ سب کے سب گنہگار ہوں گے، اس قول کو علامہ قہستانی نے ”جامع الرموز“ میں، اسی طرح دیگر فقہائے کرام نے اختیار کیا ہے؛ جبکہ اس کے برخلاف علامہ شامی اور متاخرین میں سے اکثر کا قول یہ ہے کہ شہر کے ہر محلے کی مسجد پر سنت علی الکفایۃ ہے؛ لہذا اگر کسی بھی محلے کی مسجد میں یہ سنت ادا کی گئی تو یہ سنت ادا ہو جائے گی، ورنہ محلے والے سب کے سب گنہگار ہوں گے، اور عبادات میں چونکہ احتیاط والی جہت کو ترجیح ہوتی ہے؛ اس لیے بہتر یہ ہے کہ علامہ شامی والی رائے کو اختیار کیا جائے، اور ہر محلے کی کسی ایک مسجد پر سنت علی الکفایۃ کا اطلاق کیا جائے۔ قال فی الشامیۃ: (قوله: ”أی سنۃ علی الکفایۃ“ نظیرها: إقامة التراويح بالجماعة، فإذا قام بها البعض، سقط

پانچ پانچ روز کے اعتکاف کی نیت

اعتکاف کی اس طرح نیت کرنا کہ پہلے پانچ روز کا اعتکاف کرتا ہوں، پھر اگر ہمت ہوئی تو پورے عشرہ کا اعتکاف کر لوں گا، اس طرح نیت کرنے سے اعتکاف مسنون کا ثواب نہ ہوگا (جواہر الفتاوی: ۳۲)؛ کیونکہ اس صورت میں علی سبیل الاستیعاب عشرہ اخیرہ کے اعتکاف کی نیت نہیں رہی؛ جبکہ سنت کی ادائیگی کے لیے مکمل عشرہ کی نیت کرنا اور پھر اس کو پورا کرنا ضروری ہے۔

دو آدمیوں کے پانچ، پانچ دن کے اعتکاف سے ادائے سنت

اگر کسی جگہ دو آدمی پانچ، پانچ دن کا اعتکاف کریں تو اس طرح سنت ادا نہ ہوگی، سنت کی ادائیگی کے لیے ایک شخص کا مکمل عشرہ کا اعتکاف کرنا لازم ہے۔ وهو سنۃ مؤکدۃ کفایۃ فی العشر الاواخر من رمضان علی سبیل الاستیعاب۔ (الانصاف فی حکم الاعتکاف: ۱۹)۔ (فتاوی محمودیہ: ۱۰/۲۷۹)

مسنون اعتکاف کی ذمہ داری

ہر محلے والوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ پہلے سے یہ تحقیق کریں کہ ہماری مسجد میں کوئی شخص اعتکاف میں بیٹھ رہا ہے یا نہیں، اگر کوئی آدمی نہ بیٹھ رہا ہو تو فکر کر کے کسی کو بٹھائیں۔ (احکام اعتکاف: ۵۵) (۱)

(۱) کیونکہ کفایہ کا حکم اصلاً تمام محلے والوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے؛ لیکن اگر کوئی بھی کر لے تو تمام محلے والوں کی طرف سے کفایت کر جائے گا، اگر ایک بھی نہیں بیٹھا تو تمام محلے والے گنہگار ہوں گے؛ اس لیے یہ تمام محلے والوں کی ذمہ داری ہوئی کہ وہ تحقیق کریں کہ کوئی اعتکاف میں بیٹھا ہے یا نہیں۔ قال فی التنویر: إن قام به البعض، سقط عن الكل وإلا ائتموا بتركه، أي أئتم الكل من المكلفين. (تنویر مع شامی: ۲۰۰/۶) نیز محلے والوں کو کوشش کرنی چاہیے کہ اعتکاف میں بیٹھنے والا شخص مسائل سے واقف بھی ہو، ورنہ بالعموم اعتکاف میں بیٹھنے والے، مسائل سے عدم واقفیت کی بنا پر اعتکاف کو فاسد کر دیتے ہیں اور اس طرح سنت علی الکفایۃ کی ادائیگی نہیں ہو پاتی۔

اللہ بری ہو جائیں گے۔ قال فی الشامیة (قوله أي سنة على الكفاية، نظيرها: إقامة التراويح بالجماعة، فإذا قام بها البعض، سقط الطلب عن الباقيين فلم يأنموا بالمواظبة على الترك بلا عذر، ولو كان سنة عين، لأنموا بترك السنة المؤكدة). (شامي: ۳/ ۴۳۰) وفي التراويح: وهل المراد أنها سنة كفاية لأهل كل مسجد من البلدة أو مسجد واحد منها أو من المحلة؟ ظاهر كلام الشارح الأول، واستظهر: الثاني، ويظهر لي الثالث؛ لقول المنيّة: حتى لو ترك أهل محلة كلهم الجماعة، فقد تركوا السنة وأساؤا. (شامي: ۲/ ۴۹۵). (حسن الفتاوى: ۵۰۹/۴، كتاب الفتاوى: ۳/ ۴۵۳، ۴۵۴) (۱)

اگر بستی کی مختلف آبادیاں جداگانہ معلوم ہوں تو اعتکاف کا حکم

اگر بستی کی مختلف آبادیاں جداگانہ معلوم ہوتی ہوں تو ہر ایک آبادی کے لیے اعتکاف کرنا ضروری ہوگا، ایک آبادی کا اعتکاف دوسری کے لیے کافی نہ ہوگا۔ الاعتکاف سنة مؤكدة مطلقاً، وقيل سنة على الكفاية؛ حتى لو ترك في بلدة لأساؤا. (جامع الرموز: ۱/ ۳۷۶). (مستفتاویٰ محمودیہ: ۲۲۶/۱)

اگر ایک آبادی کا آدمی دوسری آبادی میں

اعتکاف کرے تو کس آبادی کی سنت ادا ہوگی؟

اگر ایک آبادی کا آدمی دوسری آبادی میں اعتکاف کرے تو فقہاء کی عبارات سے معلوم

(۱) اس مسئلے میں علامہ عبدالحی لکھنویؒ کی رائے یہ ہے کہ اس کی حیثیت، مثل نماز جنازہ کی ہے، یعنی اگر پورے شہر میں کوئی ایک شخص بیٹھ جائے تو پورے شہر والوں کی طرف سے کفایت کر جائے گا، ہر محلے اور ہر محلے کی ہر مسجد میں اعتکاف، سنت مؤکدہ علی الکفایہ کی ادائیگی کے لیے لازم نہیں۔ المقام الرابع: الاعتکاف علی تقدیر کونہ سنة كفاية كما هو الحق، هل سنة كفاية على أهل البلدة، كصلاة الجنازة، أم سنة كفاية على أهل كل محلة كصلاة التراويح بالجماعة؟ فظاهر عباراتهم يقتضي الأول، فقي مَجْمَعُ الْأَنْهَرِ شرح مُلْتَقَى الْأَبْحَرِ عند ذِكرِ الْأَقْوَالِ وقيل: سنة على الكفاية، حتى لو ترك أهل بلدة بأسرهم يلحقهم الإساءة، وإلّا فلا، كالتأذين. (الإنصاف في حكم الاعتكاف: ۱۶)

الطَّلَبُ عَنِ الْبَاقِينَ، فَلَمْ يَأْتُمُوا بِالْمُواظَبَةِ عَلَى التَّركِ بِلَا عُذْرٍ، وَلَوْ كَانَ سَنَةً عَيْنٍ، لَأْتُمُوا بِتَرْكِ السَّنَةِ الْمُؤَكَّدَةِ. (شامي: ۳/ ۴۳۰) وفي التراويح: وهل المراد أنها سنة كفاية لأهل كل مسجد من البلدة أو مسجد واحد منها أو من المحلة؟ ظاهر كلام الشارح الأول، واستظهر: الثاني، ويظهر لي الثالث؛ لقول المنيّة: حتى لو ترك أهل محلة كلهم الجماعة، فقد تركوا السنة وأساؤا. (شامي: ۲/ ۴۹۵). (مَجْمَعُ الْفَتَاوَى: ۳/ ۳۱۰)

کیا اعتکاف شہر کے ہر محلے کی ہر مسجد میں ضروری ہے؟

اعتکاف سنت کفایہ ہے، یعنی ایک یا چند اشخاص اعتکاف کر لیں تو سب بری الذمہ ہو جائیں گے، اور اگر کسی نے بھی اعتکاف نہیں کیا تو سبھی تارکِ سنت کہلائیں گے؛ البتہ یہ سوال اہم ہے کہ ایک ہی محلے میں کئی مسجدیں ہوں تو کیا سنت اعتکاف کی ادائیگی کے لیے، ہر مسجد میں اعتکاف ضروری ہے، یا محلے کی ایک مسجد میں اعتکاف کر لینا کافی ہے؟ اس سلسلے میں اعتکاف کی نسبت سے کوئی صراحت نہیں ملتی؛ البتہ جیسے اعتکاف سنت کفایہ ہے، اسی طرح مسجد میں تراویح کی نماز بھی سنت کفایہ ہے، اور تراویح کے بارے میں فقہاء نے اس سوال کو اٹھایا ہے کہ پورے شہر میں ایک مسجد میں جماعت تراویح سنت کی ادائیگی کے لیے کافی ہے یا ہر محلے میں ایک مسجد میں تراویح کافی ہے؟ یا محلے کی ہر مسجد میں تراویح ضروری ہے؟ فقہاء کے یہاں اس سلسلے میں تینوں اقوال موجود ہیں، علامہ طحاویؒ نے شہر کی ایک مسجد میں کافی قرار دیا ہے، علامہ حنفیؒ نے ہر مسجد کے لیے ضروری قرار دیا ہے، اور خاتم الفقہاء علامہ شامیؒ نے محلے کی ایک مسجد میں تراویح کی ادائیگی کو کافی سمجھا ہے، اور اس سلسلے میں فقہاء کی بعض روایات سے اپنے نقطہ نظر کی تائید و توثیق بھی نقل کی ہے۔ علامہ شامیؒ ہی کا قول زیادہ درست اور مبنی بر اعتدال معلوم ہوتا ہے؛ پس جو حکم تراویح کا ہے، وہی حکم اعتکاف کا بھی ہونا چاہیے، یعنی اگر ایک محلے میں کئی مسجدیں ہوں، تو بہتر یہ ہے کہ ہر مسجد میں اعتکاف ہو؛ لیکن اگر اس محلے کی ایک مسجد میں بھی اعتکاف کر لیا جائے تو پورے محلے کے لوگ، ترکِ سنت کے گناہ سے انشاء

بڑے قصبے میں اعتکاف کرنے کی وجہ سے

چھوٹی بستی والوں کے ذمہ سے سقوطِ اعتکاف

اگر کسی جگہ بڑے قصبے کی مسجد میں اعتکاف کیا جائے تو اس سے متصل، چھوٹی بستی والوں کے ذمہ سے یہ سنت کفایہ ادا نہ ہوگی۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ۵۰/۶)؛ اس لیے کہ اعتکاف ہر شہر اور ہر گاؤں والوں پر مستقلاً سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے، ایک شہر یا گاؤں والوں کا اعتکاف اپنے متصل گاؤں یا شہر والوں کے لیے کافی نہ ہوگا۔

اجتماعی اعتکاف

عام حالات میں ایسی مسجد میں اعتکاف کرنا افضل ہے، جہاں جمعہ کی نماز ہوتی ہو، تاکہ جمعہ پڑھنے کے لیے مسجد سے باہر نہ جانا پڑے، اور یہ مسجد محلہ اور اپنے شہر میں ہو تو بہتر ہے؛ لیکن اگر کوئی شخص کسی مصلحت سے دوسرے محلے کی مسجد میں یا کسی دوسرے شہر میں جا کر اعتکاف کر لے تو اس میں بھی شرعاً کوئی حرج نہیں ہے؛ جیسا کہ آج کل مشائخ اپنے متعلقین اور متوسلین کے ساتھ اعتکاف کرتے ہیں تو اس میں اعتکاف کے ساتھ ساتھ ان کی تربیت بھی مقصود ہوتی ہے، اور یہ اجتماعی اعتکاف تربیت گاہ کی صورت اختیار کر لیتا ہے، بشرطیکہ یہ عمل محض رسمی نہ ہو؛ بلکہ دینی فائدے کو پیش نظر رکھ کر کیا جائے؛ جیسا کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شب قدر کی تلاش میں، صحابہؓ کے ساتھ مسجد نبویؐ میں اجتماعی اعتکاف فرمایا تھا۔ فی حدیث أبي سعيد الخدري، قال ﷺ: مَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعِيَ، فَلْيَعْتَكِفِ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ وَالْآخِرَ الْخ. (البخاري: /الاعتكاف/ الاعتكاف في العشر الأوخر والاعتكاف في المساجد كلها. ۲۷۱/۱ رقم ۲۷۰۲، والمسلم: ۳۷۰/۱ رقم ۲۱۵۷/۱۱۶۷) (ملفوظات فقیہ الامت ۴/۳، مسائل اعتکاف ۵۶، کتاب المسائل ۱۲/۲)

ہوتا ہے کہ اس گاؤں کے لوگوں سے سنت کی ادائیگی ہوگی، جس میں معتکف نے اعتکاف کیا؛ اس لیے کہ اعتکاف علی الاکثر سنت کفایہ ہے، جس کا تعلق ہر بستی کے لوگوں کے ساتھ ہے، پس جیسے کہ ترک سے وہی لوگ مسی ہوں گے، اسی طرح اداء سے وہی لوگ بری بھی ہوں گے۔ وقیل: سَنَّةٌ عَلَى الْكِفَايَةِ؛ حَتَّى لَوْ تَرَكَ أَهْلُ بَلَدَةٍ بِأَسْرِهِمْ يَلْحَقُهُمُ الْإِسَاءَةُ (مجمع الأنهر: ۱/۳۷۶) ظاہر ہے کہ اس عبارت میں اساءت کا تعلق، اہل بلد کے ترکِ اعتکاف کے ساتھ قرار نہیں دیا گیا؛ بلکہ متروک فی البلدة ہو جانے سے اہل بلد کو مسمیٰ قرار دیا گیا ہے، جس سے ظاہر ہے کہ اگر اجنبی آدمی بھی معتکف ہو جائے تو اس صورت میں بھی اعتکاف کا متروک فی البلدة ہونا صادق نہیں آتا، جس سے یہ لازم آتا ہے کہ اہل بلد سے سنت ادا ہو جائے گی۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ۵۱۲، ۵۱۱/۶)

اور حضرت مفتی محمود الحسن صاحب لنگوہی، ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

”جس محلہ کی مسجد میں اعتکاف کرے گا، اس مسجد سے متعلق سنت اعتکاف

ادا ہو جائے گی، مگر اہل محلہ کو چاہیے کہ خود ہی اعتکاف کریں، دوسرے محلے سے

بلا کر خود محروم نہ ہوں“ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۳۰/۱۰)

اور جواہر الفتاویٰ میں ہے:

”بوجہ مجبوری یا بلا کسی مجبوری کے محلے کی مسجد میں اعتکاف کرنے کے لیے،

اگر کوئی تیار نہ ہو تو دوسرے محلے کے آدمی کے اعتکاف کر لینے سے سنت کفایہ ادا

ہو جائے گی؛ کیونکہ معتکف کا اہل محلہ سے ہونا شرط نہیں ہے؛ البتہ بہتر ہے۔ (جوا

ہر الفتاویٰ: ۳۳) (۱)

(۱) کیونکہ جس محلے میں مسجد ہے، اس محلے والوں پر اس مسجد کی آبادی کی ذمہ داری ہے؛ اس لیے محلے کے کسی آدمی کا معتکف ہونا بہتر ہے؛ البتہ اگر کوئی دوسرے محلے کا آدمی اعتکاف کر لے تو چونکہ مسجد کے حق کی ادائیگی ہوگئی؛ اس لیے محلے والے نہ بیٹھنے کی وجہ سے گنہ گار نہ ہوں گے۔ إِذَا الْمَقْصُودُ مِنَ الْاِعْتِكَافِ وَهُوَ اَدَاءُ حَقِّ الْمَسْجِدِ، وَذَلِكَ يَحْضُلُ بِفِعْلِ الْبَعْضِ، كَمَا أَنَّ الْمَقْصُودَ مِنْ صَلَاةِ الْجَنَازَةِ اَدَاءُ حَقِّ الْمَسْلُومِ وَذَلِكَ يَحْضُلُ بِفِعْلِ الْبَعْضِ. (الإنصاف في حكم الاعتكاف: ۱۹)

”حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے عشرہ اوسط کا اعتکاف کیا، جب بیس کی صبح ہوئی تو ہم لوگ اپنا سامان منتقل کرنے لگے (یعنی مسجد سے گھر لانے لگے) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہمارے ساتھ اعتکاف کیا، وہ اپنے اعتکاف گاہ میں لوٹ آئے، مجھے شب قدر دکھلا دی گئی تھی، پھر بھلا دی گئی، مجھے دکھلایا گیا ہے کہ میں کچھڑ میں سجدہ کر رہا ہوں۔“

فائدہ: اس حدیث پاک سے دو اہم امور معلوم ہوئے:

- (۱) اپنے ساتھ سامان کا رکھنا، مثلاً: بستر، کپڑے، برتن، تیل، صابن وغیرہ خلاف سنت نہیں۔ (۲) اعتکاف کا مقصد شب قدر کا پانا، اور اس کے حصول کی کوشش ہے، اسی وجہ سے آپ ﷺ نے دوبارہ اعتکاف کیا اور کرایا۔ (آداب اعتکاف: ۳۶)

معتکف کو مسجد میں سامان لانے کے سلسلے میں کس حد تک

اجازت ہے

معتکف کو اپنا ضروری سامان مسجد میں رکھنا درست ہے، مگر زیادہ بکھیرا لانا مناسب نہیں، اس سے تو وہ بھی گھر بن جائے گا، پھر جس طرح گھر میں عبادت و بیداری دشوار تھی، وہی بات مسجد میں بھی ہوگئی، سب کا حاصل یہ ہوا کہ مسجد میں تو گھر کے فتنے سے چھڑا کر لائے تھے اور یہاں تم نے اتنا بکھیرا اکٹھا کیا کہ وہ بھی گھر کی طرح ہوگئی، مسجد میں معتکف کو اتنا بکھیرا نہ لے جانا چاہیے، بعض آدمی ہوتے بھی ہیں بکھیرے گو گناہ تو نہیں، مگر خلاف ادب تو ضرور ہے۔ مسجد میں آئے ہو گھر چھوڑ کے، اگر تم نے اسے بھی گھر بنا لیا تو مسجد میں آنے کا کیا فائدہ ہوا۔ بعض لوگ کیا کرتے ہیں کہ مسجد میں اعتکاف کے لیے آتے ہیں تو تنہا نہیں آتے، ایک پانڈان بھی ساتھ ہے، اگا لداں بھی ہے، ایک چائے کا سہارا بھی ہے، تمباکو کا تھیلا بھی ہے، جونہیں کھاتے وہ بے چارے بدبو سے پریشان ہوتے ہیں، غرض اپنے پیچھے بہت سی علتیں لگا

زنجیری اعتکاف

سوال: اعتکاف سنت اکیس رمضان سے شوال کے چاند تک، ایک ہی شخص کے بیٹھنے کے بجائے، کئی احباب یکے بعد دیگرے زنجیری طور پر بیٹھیں، تو کیا محلے والوں پر سے اعتکاف کی ذمہ داری ادا ہو جائے گی؟

جواب: اعتکاف سنت یہ ہے کہ ایک ہی شخص بیس رمضان کو غروب آفتاب سے پہلے مسجد میں داخل ہو جائے، اور ہلال عید طلوع ہونے تک اعتکاف کی حالت میں رہے، مختلف دنوں میں مختلف لوگ بیٹھیں تو یہ اعتکاف نفل ہوگا، اس سے اعتکاف سنت ادا نہیں ہوگا، اور اہل محلہ پر اس کی ذمہ داری باقی رہے گی۔ (کتاب الفتاویٰ ۳: ۴۵۱/۴۵۲)

ایک مسجد میں جتنے لوگ چاہیں، اعتکاف کر سکتے ہیں

ایک مسجد میں جتنے لوگ چاہیں بیٹھیں، اگر سارے محلے والے بھی بیٹھنا چاہیں تو بیٹھ سکتے ہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۱۶/۳۱۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت کا اعتکاف فرمانا ثابت ہے۔ قال علیہ السلام: من كان اعتكف مَعِيَ فَلْيَعْتَكِفِ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ. (البخاري/الاعتكاف/الاعتكاف في العشر الأوائل ۱/۲۷۱ رقم: ۲۰۲۷)

معتکفین کا حسبِ ضرورت سامان رکھنا

عن أبي سعيد الخدري قال: اعتكفنا مع رسول الله - صلى الله عليه وسلم - في العشر الأوسط من رمضان، فلما كان صبيحة عشرين، ذهبنا نقل متاعنا فقال لنا: من كان منكم اعتكف فليرجع إلى معتكفه، فإني أريت هذه الليلة فُسيئتها وأريتني أسجد في ماءٍ وطين. (البخاري/الاعتكاف/من خرج من اعتكافه عند الصبح: ۱/۲۷۳ رقم: ۲۰۴۰ وابن خزيمة في صحيحه ۳/۳۵۱ رقم: ۲۲۳۸ واللفظ له)

میں بھی نہایت مختصر سامان سے رہنا چاہیے اور مسجد تو پھر خانہ خدا ہے، اس میں زیادہ بکھیرا لانا مناسب نہیں۔ (احکام اعتکاف / مفتی زید صاحب: ۳۰، ۳۱، ۳۲)

اعتکاف کے لیے خیمہ وغیرہ بنانے کا ثبوت

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین، اس مسئلے میں کہ عشرہ اخیرہ کے اعتکاف کے لیے مسجد کے ایک کونے میں پردہ کا اہتمام کرنا کیسا ہے؟ یعنی پردے کا ہونا مسنون ہے یا بدعت؟ برائے کرم بحوالہ کتب مفصل جواب عنایت فرمائیں۔ بیو اتو جروا۔

الجواب: معتکف کے لیے مسجد کے کونے میں چادر وغیرہ کا حجرہ بنالینا مستحب ہے، اور اس میں ستر وغیرہ کی حفاظت ہے، اس کے علاوہ اور بھی مصلحتیں ہیں، حضور اکرم ﷺ کے لیے چٹائی کا حجرہ بنانا ثابت ہے، بدعت نہیں ہے، معتکف ان باتوں کا خیال رکھے کہ ضرورت سے زیادہ جگہ نہ روکے، نمازیوں کی ایذا کا سبب نہ بنے، صفوں کی درستگی میں خلل نہ ہو۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے: عن عائشة رضی اللہ عنہا۔ قالت: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ إذا أراد أن يعتکف صلی الفجر، ثم دخل في مُعتکفہ۔ (رواہ أبو داؤد / الصیام / الاعتکاف ۱ / ۳۳۴ رقم: ۲۴۶۴ وابن ماجہ / الصیام / ماجاء فیمن یتدیء الاعتکاف وقضاؤ الاعتکاف: ۱۲۶ رقم: ۱۷۷۱) (قوله صلی الفجر ثم دخل في معتکفہ بصیغة المفعول، أي مکان اعتکافہ۔ إلى قوله وتأولوا الحديث بأنه۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ دخل المُعتکفَ وانقطع وتخلی بنفسه، فإنه کان في المسجد يتخلی عن الناس في موضع يستتر به عن أعین الناس، كما ورد أنه اتخذ في المسجد حجرة من حصیر، اهـ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ: ۴ / ۳۲۹ باب الاعتکاف الفصل الثاني، هكذا في التعليق الصحيح شرح مشکوٰۃ المصابيح: ۲ / ۱۵۰) مظاہر حق میں ہے: جب آپ صبح کی نماز پڑھتے تو اس حجرے میں اعتکاف کے لیے جو بورے سے بنایا جاتا تھا، داخل ہوتے تھے؛ تاکہ لوگوں سے الگ رہیں۔ (مظاہر حق: ۲۰۰/۲) مجالس الابرار میں ہے۔ أصله مافي الصحيحین؛

لیتے ہیں اور سب کو گھر کی طرح مسجد میں بھی جمع کرتے ہیں، اور اگر کوئی دلیر ہیں تو وہ حقہ بھی لاتے ہیں، خود تو مسجد کے اندر بیٹھے ہیں، حقہ باہر رکھا ہے اور گڑ گڑ کر رہے ہیں، بعض لوگ سگریٹ پیتے ہیں اور دھواں باہر چھوڑتے جاتے ہیں۔ بہر حال اسی طرح آتے ہیں کہ خود ہی معتکف نہیں ہوتے، ایک آپ کا سادار، پاندان بھی آپ کے پاس معتکف ہوتا ہے۔

حضرات! اگر اس کنبے کو اعتکاف کرانا ہے تو پھر گھر ہی پر اعتکاف کر لیا کیجئے۔

بعض لوگ مسجد کے اندر بڑا ذخیرہ جمع کر لیتے ہیں، میں نے ایک صاحب کو لکھنؤ میں دیکھا کہ مسجد میں چھینکے باندھ رکھے ہیں، اپنا تمام ضروری وغیر ضروری سامان وہیں رکھا ہے، پھر خود تو رہتے ہی تھے، ان کی بیوی بھی وہیں رہتی تھیں، ایک زمانہ حصہ کا دروازہ مسجد کی طرف لگا ہوا تھا، جب تک نمازی رہتے تھے، وہ اس کے اندر رہتی تھیں اور جب نمازی چلے جاتے تھے تو شاہ صاحب مسجد کا دروازہ بند کر کے انھیں بھی اپنے پاس بلا لیتے تھے۔ بھائی یہ اللہ کا گھر ہے اللہ والوں کا گھر نہیں ہے، اللہ کی چیزوں کو تم سے کس نے کہا کہ استعمال کرنے لگو، مگر لوگوں کا مزاج بن گیا ہے کہ مسجد کی چیزوں کو لیتے اور استعمال کرتے ہوئے ڈر نہیں لگتا۔

مسجد میں اتنا سامان رکھنا کہ بالکل گھر معلوم ہونے لگے، ایسا نہیں کرنا چاہیے، بس اتنا مختصر سامان رکھو کہ نمازیوں کو تکلیف نہ ہو، مسجد کا ادب کم از کم اتنا تو ضروری ہے، جتنا صاحب کلکٹر (اورنج) کے اجلاس کا کرتے ہیں، جب صاحب کلکٹر کے اجلاس پر بکھیرا لے جانے کی اجازت نہیں، تو یہاں کیوں نہیں ایسا سمجھا جاتا؛ بلکہ یہاں تو تمہیں ضروری چیزوں کے لانے کی بھی اجازت ہے، سونے کی اجازت ہے، دنیا کی باتوں کی بھی اجازت ہے؛ بشرطیکہ باتوں کے قصد سے نہ آیا ہو اور اتفاقاً کوئی معاملہ پیش آگیا تو اس کے متعلق گفتگو کرنا جائز ہے، اسی طرح مسجد میں کھانا بھی جائز ہے، کیا ٹھکانا ہے وسعت کا، خدا کے احکام کو دیکھو، کس قدر سہل ہیں، پھر بھی اگر ان سے کوئی تجاوز کرے تو پھر ایسے اعتکاف سے کیا فائدہ؟

غرض مسجد میں بالکل آزاد ہو کے آنا چاہیے، ایک بستر، ایک چادر؛ بلکہ آج کل تو گرمی ہے، صرف ایک چادر کافی ہے، ایک چھوٹا سا تکیہ، کھانا پانی بلی سے بچانے کے لیے، ایک چھوٹا سا بکس یا ایک چھینکا، غرض نہایت مختصر سامان کے ساتھ مسجد میں آنا چاہیے؛ بلکہ اپنے گھر

لیکن اس میں بھی شاید کوئی غلو کرتا؛ اس لیے کہ یہ ایک امتیازی شان ہے کہ حجرہ میں خود بیٹھے ہیں اور باہر مریدین و معتقدین جمع ہیں کہ شاہ صاحب نکلیں گے تو زیارت کریں گے، اور باتیں کریں گے؛ اس لیے حضور ﷺ نے اس کا یہ انتظام فرمایا کہ نماز کے وقت کہ اجتماع کا وقت بھی وہی ہے، خود بخود رونق افروز ہو گئے؛ اسی بناء پر اہل اعتکاف کا طریقہ ہے کہ نماز کے وقت پردہ وغیرہ سب اٹھا دیتے ہیں؛ تاکہ کوئی امتیاز کی شان پیدا ہو کر عُجب (وتکبر) نہ ہو، واللہ اگر ساری دنیا کے عقلاء چاہتے کہ ان مصالح کی رعایت کریں تو ہرگز نہ کر سکتے تھے، یہ نورِ وحی ہے کہ جو ایسے دقیق دقیق مصالح کی رعایت فرمائی کہ قید بھی ہے، آسانی بھی ہے، خلوت بھی محفوظ، اجتماع بھی محفوظ۔ (احکام اعتکاف مفتی زید صاحب: ۳۳)۔

کیا معتکف بنانا ضروری ہے؟

معتکف کے لیے پردے والا معتکف بنانا ضروری نہیں ہے، پردہ معتکف کی سہولت اور تنہائی و یکسوئی کے لیے بنایا جاتا ہے۔ (فتاویٰ دینیہ: ۸۶، ۸۷)

معتکف کا حجرہ بنانا اور اس کو سنوارنا کیسا ہے؟

سوال: ایک شخص کا اعتکاف کے واسطے جامع مسجد کے محراب کو خاص کر لینا اور محراب کے اندر بانس یا لکڑی سے گھیراؤ دے کر بطور حجرہ بنا کر رنگ برنگ کاغذات سے سنوارنا کیسا ہے؟

جواب: حامداً ومصلياً، الجواب وبالله التوفيق: اعتکاف کے لیے مسجد میں گھیراؤ کر لینا یا حجرہ بنالینا جائز ہے؛ بشرطیکہ حجرہ بنالینے سے مسجد میں تنگی پیدا ہو کر مصلیوں کے لیے باعث تکلیف نہ ہو جائے؛ ورنہ ناجائز ہے۔ قال النووي: قوله إنه أمر بخباء.... فيه دليل على جواز اتخاذ المعتكف لنفسه موضعاً من المسجد، ينصرف فيه مدة اعتكافه ما لم يضيق على غير الناس، وإذا اتخذته، يكون في آخر المسجد، ورحابه؛ لئلا يضيق على غيره؛ وليكون أخصاً له وأكمل في

أنه عليه السلام - اعتكف العشر الأول من رمضان، ثم اعتكف العشر الأوسط في قبة تروكية، ثم أطلع رأسه، يعني آنحضرت ﷺ نے رمضان کے پہلے عشرہ میں اعتکاف فرمایا، پھر درمیانی عشرہ میں ترکی خیمے میں اعتکاف فرمایا، پھر سر باہر نکال کر فرمایا۔ (مجالس الابرار: ۲۰۳ مجلس نمبر: ۳۱) معلوم ہوا کہ چادر وغیرہ سے حجرہ بنانا، حضور ﷺ سے ثابت ہے؛ لہذا اسے بدعت نہیں کہہ سکتے۔ فقط واللہ أعلم بالصواب۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ۲۷۹/۱۰، ۲۸۰)

”مسجد خود بھی ساتر ہے، پھر مسجد میں ایک اور پردہ کر لینا سنت ہے؛ چنانچہ حضور ﷺ جب معتکف ہوتے تھے تو مسجد میں چٹائی سے پردہ کر لیتے تھے، اور اب بھی معتکفین کی عادت ہے، چادر وغیرہ سے پردہ کر لیتے ہیں“ (احکام اعتکاف مفتی زید صاحب: ۳۳)

اور نجم الفتاویٰ میں ہے:

”خیمہ لگانے میں حکمت یہ ہے کہ اعتکاف میں اصل مقصد یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو دنیا کے مشاغل سے فارغ کر کے اپنے نفس کو مکمل یکسوئی کے ساتھ اپنے مولیٰ کے حوالے کر دے، اور خیمہ وغیرہ لگانے میں، یہ صورت بطریق احسن حاصل ہوتی ہے“ (نجم الفتاویٰ: ۳/۳۲۷)

معتکف کو مسجد میں خلوت گاہ بنانے یا پردہ ڈالنے کا اہتمام کرنا

مخاطبین میں بعض ایسے لوگ بھی ہو سکتے ہیں، جو یہ سن کر کہ دس روز تک مسجد میں رہیں، نفس کو خوب مزہ آئے گا، خوب باتیں گھڑیں گے، حضور ﷺ نے اس کا اس طرح بندوبست فرمایا کہ مسجد میں ایک چٹائی کا حجرہ بنایا اور اسی میں رہے، اس سے یہ بتلایا کہ مسجد میں رہو تو اس طرح رہو۔ صوفیاء نے یہاں سے خلوت کے لیے ایسا حجرہ اختیار کیا ہے کہ اس میں سوائے چٹائی کے اور کچھ نہ ہوتا تھا، الغرض حضور ﷺ نے مسجد میں چٹائی کا حجرہ بنا کر تعلیم فرمایا کہ مسجد میں اس طرح رہنا چاہیے، اور یہی ماخذ ہے اس عادت کا کہ اعتکاف میں پردہ وغیرہ باندھ لیتے ہیں۔

ہوں گے، اور اپنی طرف سے ان کو اتنی رقم مسجد کے فنڈ میں جمع کرنی ہوگی۔ الأصل أن كل طاعة يختص بها المسلم، لا يجوز الاستيجار عليها عندنا. (شامی: ۷۶/۹)۔
(آداب الاعتکاف: ۱۲۲، جواہر الفتاوی: ۳۳، آئینہ رمضان: ۲۱۹)

معتکف کی موت پر اعتکاف کی تکمیل کا حکم

رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں پورے دس دن کا اعتکاف کرنا سنت ہے، چند ایام اعتکاف کرنے سے سنت ادا نہیں ہوتی، موت واقع ہونے کی صورت میں معتکف نے اعتکاف پورا نہیں کیا؛ کیونکہ اس کا اعتکاف عشرہ تک نہ رہا، اگر اس کے علاوہ کوئی اور شخص اعتکاف میں نہ بیٹھا ہو تو پوری بستی پر ذمہ داری باقی رہے گی۔ (فتاویٰ حقانیہ: ۱۹۸/۴)؛ البتہ چونکہ بستی والوں نے ایک کو اعتکاف کے لیے بٹھا دیا تھا اور موت کا وقوع شاذ و نادر ہے، نیز موت ہو جانے کی صورت میں یہ بھی ممکن نہیں کہ کوئی دوسرا شخص اسی وقت سے بناء کر لے، اس لیے امید ہے کہ ایسی صورت میں بستی والے لگنے گار نہ ہوں گے۔

دوران اعتکاف انتقال کی صورت میں مکمل اعتکاف کا ثواب

اگر کسی شخص کی دوران اعتکاف وفات ہو جائے، جس کی وجہ سے وہ تکمیل نہ کر سکے تو چونکہ اس کی نیت پورے عشرہ کے اعتکاف کی تھی؛ اس لیے ان شاء اللہ اس کا پورا اجر ملے گا۔ قَالَ تَعَالَى: ﴿وَمَنْ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ﴾ (النساء: ۱۰۰) و عن ابن عباس رضی اللہ عنہ عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم فيما يروي عن ربه قال: قال: مَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا، كَتَبَهَا اللَّهُ لَهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً، فَإِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا، كَتَبَهَا اللَّهُ لَهُ بِهَا عِنْدَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ إِلَى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ إِلَى أَضْعَافٍ كَثِيرَةٍ. (البخاري / الرقاق / مَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ أَوْ سَيِّئَةٍ: ۲ / ۹۶۰، ۹۶۱ رقم: ۶۴۹۱)۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۷۸/۱۰)

معتکف کا شبِ عید مسجد میں ہی گزارنا مستحب ہے

انفرادہ۔ (فتح الملہم: ۳/۶۴) اور حجرہ کو رنگ برنگ کاغذات سے سنوارنا، مستحسن نہ ہونے کے علاوہ مصلیوں کی نظروں میں زیب و زینت کا سامان پیدا کر کے طبیعت کو دوسری طرف مشغول کرنے کا باعث ہوگا؛ لہذا یہ زیب و زینت کے تکلفات ناجائز ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ۔ اعلم وعلمہ اتم وأحكم. (مرغوب الفتاوی: ۳/۲۱۲)

صفوں کے درمیان بندھی ہوئی چادروں کو بوقتِ جماعت کھول دینا

سوال: معتکف حضرات درمیان کی صفوں میں چادریں باندھیں اور جماعت کے وقت میں مصلیٰ اس جگہ کھڑے نہ ہو سکتے ہوں اور اس کے پیچھے کی صفوں میں مصلیوں کو کھڑے رہنا پڑتا ہو تو اس طرح جگہ روکنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً! جماعت کے وقت اعتکاف والی جگہ کی ضرورت ہو تو پردہ کھول کر جگہ دینا ضروری ہے، پردہ نہ کھولے گا تو گنہگار ہوگا۔ لَأَنَّ الْمَسْجِدَ مُحَرَّرٌ عَنْ حَقُوقِ الْعِبَادِ، وَفِيهِ شُغْلُهُ بِهَا. (الهداية: ۱/۲۳۰)

مسجد کی چادر سے اعتکاف کے لیے خیمہ بنانا

اعتکاف کے لیے خیمہ بنانا مستحب ہے، اگر اسی کام کے لیے ہی چادریں رکھی ہیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے، مسجد کے پیسوں سے خریدی ہوئی ہو تو اس کو خیمہ کے لیے کام میں لانا درست نہیں، اپنی ذاتی چادر استعمال کرنا چاہیے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ۷/۲۷۹)

اجرت دے کر اعتکاف کرانا

تساہل اور بے پرواہی دین کی وجہ سے یہ سنت متروک ہوتی جا رہی ہے، اور لوگوں کے دلوں سے اس کی اہمیت نکلتی جا رہی ہے؛ چنانچہ بعض جگہوں پر یہ دیکھا گیا ہے کہ کسی فارغ یا ضعیف شخص کو کچھ نفع کی امید دے کر اعتکاف کراتے ہیں، از روئے شرع اجرت لے کر اعتکاف میں بیٹھنا، یا بٹھانا جائز نہیں، گناہ ہے؛ کیونکہ اعتکاف عبادت ہے، اس پر اجرت لینا دینا دونوں حرام ہیں، اور اگر دینے والے رقم مسجد کے فنڈ سے دیں تو اتنی رقم کے وہ ضامن

والدین کی اجازت کے بغیر اعتکاف کرنا

اگر والدین خدمت کے محتاج ہیں اور کوئی خدمت کرنے والا نہ ہو تو والدین کی خدمت کرنا اعتکاف پر مقدم ہے؛ کیونکہ ان کی خدمت کرنا فرض ہے اور بہت ہی باعثِ اجر و ثواب ہے۔ (آئینہ رمضان: ۲۹۶) اگر والدین خدمت کے محتاج نہ ہوں، یا خدمت کرنے والے موجود ہوں تو ان کی اجازت کے بغیر بھی اعتکاف میں بیٹھنے کی گنجائش ہوگی، ایسی صورت میں اعتکاف میں بیٹھنے کی صورت میں والدین کی نافرمانی کا گناہ نہ ہوگا۔ وفي الحانیة: ولو أراد الخروج إلى الحجّ وكره ذلك، قالوا: إن استغنى الأب عن خدمته، فلا بأس وإلا فلا يسعه الخروج. (شامی: ۹/۵۸۴) (۱)

(۱) کن چیزوں میں والدین کی اطاعت ضروری ہے اور کن میں نہیں، اس سلسلے میں چند باتوں کا جاننا ضروری ہے:

(۱) جو امر شرعاً واجب ہو اور ماں باپ اس سے منع کریں تو اس میں ان کی اطاعت جائز ہی نہیں؛ چہ جائے کہ واجب ہو۔ مثلاً: اگر مالی وسعت کم ہے اور ماں باپ کی خدمت کرنے سے بیوی بچوں کو تکلیف ہوگی، یعنی ان کے حقوق واجبہ ضائع ہونگے، تو بیوی بچوں کو تکلیف دے کر ماں باپ پر خرچ کرنا جائز نہیں۔ یا مثلاً: بیوی شوہر کے ماں باپ سے علیحدہ رہنے کا مطالبہ کرے ماں باپ اس کو اپنے ساتھ رکھنے کو کہیں، تو شوہر کے لیے جائز نہیں کہ اس حالت میں بیوی کو اس کی مرضی کے علی الرغم اپنے والدین کے ساتھ رکھے، یا مثلاً: اگر ماں باپ حج فرض یا طلب علم بقدر فرض کے لیے جانے نہ دیں، تو اس میں بھی ان کی اطاعت ضروری نہ ہوگی۔

(۲) جو امر شرعاً ناجائز ہو اور ماں باپ اس کو کرنے کا حکم دیں، تو اس میں بھی ان کی اطاعت جائز نہیں، مثلاً وہ کسی ناجائز ملازمت کا حکم دیں یا رسومِ جاہلیت کو اختیار کرنے کو کہیں یا ایسے کسی اور ناجائز کام کو کہیں، تو اس میں ان کی اطاعت جائز نہیں۔

(۳) جو امر شرعاً نہ واجب ہو، نہ ممنوع ہو؛ بلکہ مباح ہو؛ خواہ مستحب کیوں نہ ہو اور ماں باپ اس کو کرنے یا نہ کرنے کو کہیں، تو اس میں تفصیل ہے:

اگر اس امر کی اس شخص کو ایسی ضرورت ہو کہ اس کے بغیر تکلیف ہوگی، مثلاً: غریب آدمی ہے پیسہ پاس نہیں ہے اور بستی میں کوئی کمائی کی صورت نہیں ہے، مگر ماں باپ جانے سے روکیں تو ایسی صورت میں ماں باپ کی اطاعت ضروری نہیں۔

بقیہ آئندہ صفحہ پر.....

عن إبراهيم قال: كانوا يستحبون للمعتكف أن يبيت ليلة الفطر في مسجد؛ حتى يكون غدوة منه. (مصنف ابن أبي شيبة: ۳/۹۲۲ رقم: ۹۷۷۱)

”حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ حضرات (صحابہ و تابعین) مستحب سمجھتے تھے کہ معتکف شبِ عید، مسجد ہی میں گزارے یہاں تک کہ صبح ہو جائے۔“

وعن أبي مجلز قال: بَتَّ ليلة الفطر في المسجد الذي اعتكفت فيه، حتى يكون غدوك إلى مصلاك منه. (مصنف ابن أبي شيبة: ۳/۹۲۲ رقم: ۹۷۷۲)

”حضرت ابی مجلز فرماتے ہیں کہ شبِ عید اسی مسجد میں گزارو، جس میں اعتکاف کیا ہے، صبح عید گاہ وہیں سے جاؤ۔“

فائدہ: معتکف کے لیے باعثِ فضیلت ہے کہ شبِ عید گزار کر، وہیں سے عید گاہ جائے، اس کے بعد گھر آئے۔ امام مالکؒ نے موطاً میں بھی یہی طریقہ نقل کیا ہے، اس میں شبِ عید کی فضیلت احیاء کو بھی وہ پالے گا۔

45

چنانچہ ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو عیدین کی راتوں میں ثواب کی نیت سے عبادت کرے گا، اس کا دل اس دن زندہ رہے گا، جس دن لوگوں کے دل مردہ ہونگے، علامہ نوویؒ نے اس رات کی عبادت کو مستحب قرار دیا ہے۔ (الأذکار: ۱۳۵)۔ (آداب الاعتکاف: ۴۰)

عذر کی وجہ سے اعتکاف نہ کرنا

بوجہ عذر اعتکاف کو ترک کرنا گناہ اور موجبِ ملامت نہیں ہے، دو مختار باب الاعتکاف میں ہے: سُنَّةٌ مُؤَكَّدَةٌ فِي الْعَشْرِ الْآخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، أَي سُنَّةٌ كَفَايَةٌ.....

لاقتراها بعدم الإنكارِ على مَنْ لَمْ يَفْعَلْهُ مِنَ الصَّحَابَةِ. (در مختار مع شامی: ۳/۴۳۰)

(۴۳۰) وفي النُّقَايَةِ: ثَمَّ اعْتِكَافُ الْعَشْرِ الْآخِرِ سُنَّةٌ مُؤَكَّدَةٌ عَلَى الْكَفَايَةِ لِلْإِجْمَاعِ عَلَى عَدَمِ مَلَامَةِ بَعْضِ أَهْلِ بَلَدَةٍ لَمْ يَأْتُوا بِهِ إِذَا أَتَى بَعْضُ مِنْهُمْ. (نقايه: ۱۸۰)۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ۵۰۶/۶، امداد الاحکام: ۳/۱۳۳)

معتکفین کا آخری دن جمع ہو کر مبارکبادی دینا

اور اجتماعی دعا کرنا

اعتکاف کے اختتام پر معتکفین جمع ہو کر دعا کرتے ہیں اور ایک بہت ہی اہم عبادت کی توفیق ہوئی؛ اس لیے ایک دوسرے کو مبارکبادی پیش کرتے ہیں، تو یہ جائز ہے، منع کی کوئی وجہ نہیں ہے؛ لیکن دوسرے لوگ علم کی کمی کی وجہ سے ضروری سمجھ لیں گے اور آئندہ کے لوازمات میں شمار کر لیں گے، جس سے بدعت کا دروازہ کھل جانے کا اندیشہ ہے؛ اس لیے سمجھا کر روک دینا چاہیے؛ تاکہ اعتکاف کی عبادت اپنی اصلی ہیئت اور صورتِ نورانی پر باقی رہے اور بدعت کی ظلمت سے ملوث نہ ہو۔ (فتاویٰ دینیہ: ۹۱)

☆☆☆☆☆☆☆☆

معتکف کے لیے مسجد کی اشیاء کا استعمال کرنا

مسجد کی وہ اشیاء جسے استعمال کرنے کا حق ہر مصلیٰ کو ہے، اسے استعمال کرنے کا حق معتکف کو بھی ہے، اور جتنا حق مصلیٰ کو ہے، اتنا ہی حق اعتکاف کرنے والے کو بھی ہے؛ اس لیے روزانہ جتنی دیر چراغ جلتا تھا، اس سے زیادہ دیر مسجد کا چراغ جلانا جائز نہیں ہے۔ ولو وقف علی ذہن السراج للمسجد، لا يجوز وضعه جميع الليل؛ بل بقدر حاجة المصلين. (الہندیہ: ۲/۲۰۴) مسجد کے گدے وغیرہ جو مسجد کے لیے وقف کیے گئے ہیں، ان میں واقف کی نیت کے مطابق عمل کیا جائے۔ (فتاویٰ دینیہ: ۸۴، ۸۵) چراغ کے حکم میں لائٹ اور پنکھے بھی داخل ہیں؛ البتہ اگر معطین کی طرف سے معتکفین کو صراحتاً یا دلالتاً ان اشیاء کے استعمال کی اجازت خارج نماز کے لیے بھی ہو جائے تو پھر ان اشیاء کے استعمال کی گنجائش ہوگی، عدم اذن کی صورت میں اگر ان اشیاء کا استعمال ہوا ہو، تو زائد استعمال کے مصارف دے دیے جائیں۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۴/۶۴۵)

بقیہ گذشتہ صفحہ کا.....

اور اگر اس درجہ کی ضرورت نہیں ہے کہ اس کے بغیر تکلیف ہوگی، تو بھی اس امر سے باز رہنا ضروری نہیں؛ بلکہ دیکھنا چاہیے کہ اس کام کے کرنے میں اس کو کوئی خطرہ یا ضرر ہے یا نہیں، نیز یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ اس شخص کے اس کام میں مشغول ہو جانے سے کوئی خادم یا سامان نہ ہونے کی وجہ سے ماں باپ کے تکلیف اٹھانے کا احتمال قوی ہے یا نہیں۔

(۱) اگر اس کام میں خطرہ ہے یا اس کے غائب ہو جانے سے بے سروسامانی کی وجہ سے ماں باپ کو تکلیف ہوگی، تو ان کی مخالفت جائز نہیں، مثلاً: غیر واجب لڑائی میں جانا یا سفر کی صورت میں ماں باپ کی خبر گیری کرنے والا بھی کوئی نہیں، خادم کا انتظام کرنے کی گنجائش نہیں اور وہ کام اور وہ سفر بھی ضروری نہیں تو اس حالت میں ان کی اطاعت واجب ہوگی۔

(۲) اگر دونوں باتوں میں سے کوئی بات نہ ہو، یعنی نہ اس کام یا سفر میں اس کو کوئی خطرہ ہو اور نہ والدین کی مشقت اور تکلیف ظاہری کا کوئی احتمال قوی ہو، تو بلا ضرورت بھی وہ کام یا سفر باوجود ان کی ممانعت کے جائز ہے؛ اگرچہ مستحب یہی ہے کہ اس وقت بھی ان کی اطاعت کرے۔ (درس ترمذی: ۳/۵۰۳، ۵۰۴)

کیا اعتکاف کے لیے مسجد، اذان اور جماعت شرط ہے؟

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک مردوں کے اعتکاف کے لیے مسجد جماعت کا ہونا شرط ہے، جس میں نماز اپنے اوقات مقررہ پر ادا کی جاتی ہو، اور امام و مؤذن مقرر ہوں۔ قال فی الدر المختار: فی مسجد جماعة، هو ماله إمام ومؤذن أدیت فیہ الخمس أولاً، وعن الإمام اشتراط أداء الخمس فیہ وصحہ بعضهم. (در مختار مع شامی: ۳/۲۹۴) وفي الخانية وفي رواية: يصح في كل مسجد له أذان وإقامة وهو صحيح؛ لقول عمر "لا اعتكاف إلا في مسجد له أذان وإقامة". (الخانية على الهندية: ۱/۱۲۱) پس جس مسجد میں جماعت اپنے اوقات مقررہ پر ادا نہ کی جاتی ہو، اس میں مردوں کے لیے اعتکاف امام صاحب کے قول کے مطابق درست نہیں۔ قال فی الطحاوی: (فلا يصح في مسجد لا تقام فيه الجماعة للصلاة) في الأوقات الخمس (على المختار)..... وهذا في حق الرجال. (مراقي الفلاح مع طحاوی: ۶۹۹) نیز فقہائے کرام کا ایسی مسجد سے منتقل ہو کر دوسری مسجد میں داخل ہونے کی اجازت دینا، جس میں لوگوں کے نہ ہونے کی وجہ سے جماعت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہو، اس پر دال ہے کہ مسجد جماعت کا ہونا شرط ہے، قال فی البناية: يجوز له أن يتحول إلى مسجد آخر في خمسة أشياء..... الثاني: أن يتفرق أهله فلا يجتمعون فيه. (البناية: ۴/۱۲۸، ۱۲۹) البتہ جمہور علماء اور حنفیہ میں سے صاحبین، امام طحاوی، امام ابوبکر جصاص، رحمہم اللہ کی رائے یہ ہے کہ ہر مسجد میں اعتکاف درست ہے؛ خواہ اس میں نماز نہ ہوتی ہو۔ ثم اختلف الجمهور المشترطون المسجد العام، فقال الشافعي، ومالك وجمهورهم، يصح الاعتكاف في كل مسجد؛ (حاشية مسلم ۱/۳۷۱) وفي الدر المختار: وقالوا: يصح في كل مسجد، وصححه السروجي، وأما الجامع فيصح فيه مطلقاً. (در مختار) وفي الشامي: وصححه السروجي، وهو اختيار الطحاوي، قال الخیر الرملي: وهو أيسر خصوصاً في

محل اعتکاف کا بیان

اعتکاف کی افضل جگہ

اعتکاف ہر ایسی مسجد میں درست ہے، جس میں نماز پنج گانہ ادا کی جاتی ہے؛ لیکن مرد کے لیے اعتکاف کی سب سے افضل جگہ مسجد حرام ہے، پھر مسجد نبوی، پھر مسجد اقصی، پھر جامع مسجد جس میں جماعت کا انتظام ہو، اور جامع مسجد میں اعتکاف کے افضل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جمعہ کے لیے کہیں اور جانا نہیں پڑے گا، پھر اپنی مسجد ہے، پھر وہ مسجد جس میں نمازی زیادہ ہوں۔ قال فی التہر والفتح: وأفضل الاعتكاف ففي المسجد الحرام، ثم في مسجده ﷺ، ثم في المسجد الأقصى، ثم في الجامع، قيل: إذا كان يصلي فيه بجماعة، فإن لم يكن ففي مسجده أفضل؛ لئلا يحتاج إلى الخروج، ثم ما كان أهله أكثر. (شامی: ۳/۲۹۴) وفي الخلاصه: قال القاضي الإمام: الاعتكاف في المسجد الجامع أفضل، إذا كان يصلي فيه الصلوات الخمس، أما إذا لم يكن فالاعتكاف في مسجده أفضل. (خلاصة الفتاوى: ۱/۲۶۷) (فضائل اعمال فضائل رمضان: ۶۱۴، کتاب الفتاوی: ۵۱/۳) (۱)

(۱) بدائع، تبیین، والوالجیہ اور عالمگیری وغیرہ میں مسجد جامع کے بعد کثرت جماعت والی مسجد کو جامع مسجد کے معنی میں رکھ کر اس کو محلے کی مسجد پر مقدم کیا ہے۔ قال فی البدائع: ثم المسجد الجامع؛ لأنه مجمع المسلمين؛ لإقامة الجمعة، ثم بعده المساجد الكبار؛ لأنها في معنى الجوامع لكثرة أهلها. (بدائع: ۲/۲۸۱)

جماعت سے ادا نہ ہوتی ہو) یعنی جامع مسجد میں اعتکاف جائز ہے، اگرچہ لوگ اس میں جماعت سے نماز نہ پڑھتے ہوں۔ وأما الجامع، فَيَصِحُّ فِيهِ مُطْلَقاً. (در مختار: ۳/۲۹۴)۔ (آئینہ رمضان: ۲۸۲)

مسجد طریق میں اعتکاف کا حکم

مسجد طریق (جس کے نمازی معلوم نہ ہوں، اور نماز اپنے اوقات مقررہ پر ادا نہ کی جاتی ہو) مسجد کے حکم میں ہے؛ لیکن اس میں اعتکاف کرنے کا حکم نہیں ہے۔ والمساجد التي على قوارع الطريق، ليس لها جماعة راتبية في حكم المسجد؛ لكنه لا يعتكف فيها. (شامی: ۲/۳۰۴)

غیر موقوفہ مسجد میں اعتکاف

اعتکاف کے لیے موقوفہ مسجد کا ہونا ضروری ہے، موقوفہ مسجد کے علاوہ میں اعتکاف جائز نہیں ہے۔ قال تعالى: ﴿وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾. (البقرة: ۱۷۸) قال العلامة الألوسي - رحمه الله تعالى -: وَفِي تَقْيِيدِ الْعَتَكَا فِ بِالْمَسَاجِدِ، دَلِيلٌ عَلَى أَنَّهُ لَا يَصِحُّ إِلَّا فِي الْمَسْجِدِ، إِذْ لَوْ جَازَ شَرْعًا فِي غَيْرِهِ، لَجَازَ فِي الْبَيْتِ وَهُوَ بَاطِلٌ بِالْإِجْمَاعِ. (روح المعاني: ۲/۶۸)۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۲۲۶، ۲۲۷)

جماعت خانے میں اعتکاف

اعتکاف کے لیے مسجد شرعی کا ہونا ضروری ہے، جماعت خانہ (جو مسجد شرعی کے بغیر کسی جگہ کو نماز پڑھنے کے لیے مختص کر لیا گیا ہو) میں اعتکاف درست نہیں ہے۔ قال تعالى: ﴿وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾ (البقرة: ۱۷۸) وفي البدائع: وَأَمَّا الَّذِي يَرْجِعُ إِلَى الْمُعْتَكِفِ فِيهِ، فَالْمَسْجِدُ وَأَنَّهُ شَرْطٌ فِي نَوْعِي الْعَتَكَا فِ الْوَاجِبِ وَالتَّطَوُّعِ. (بدائع: ۲/۲۸۰) البتہ جن ملکوں میں مستقل زمین خرید کر مسجد بنانے کی اجازت نہ ہو اور جہاں لوگ طویل مدت کے لیے زمین کرایے پر لے کر مسجد تعمیر کرتے ہوں، یا بڑے

زَمَانًا فَيَنْبَغِي أَنْ يُعَوَّلَ عَلَيْهِ. (شامی: ۳/۲۹۴) وفي أحكام القرآن للخصاص: وظاهر قوله ﴿وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾ يُبَيِّحُ الْعَتَكَا فِ سَائِرِ الْمَسَاجِدِ؛ لَعُمُومِ اللَّفْظِ، وَمِنْ اقْتَصَرَّ بِهِ عَلَى بَعْضِهَا، فَعَلَيْهِ بِإِقَامَةِ الدَّلَالَةِ، وَتَخْصِيصِهِ بِمَسَاجِدِ الْجَمَاعَاتِ، لَا دَلَالَةَ عَلَيْهِ. (أحكام القرآن للخصاص: ۳۰۲/۱)۔ پتہ چلا کہ خیر الدین رٹلی نے اس قول کو ایسر زمانہ کہا ہے اور علامہ شامی اس کو حقیق مانتے ہوئے قول معول (لائق اعتماد قول) فرما رہے ہیں، اور امام ابو بکر جصاص مسجد جماعت کی شرط کو لغو مان رہے ہیں، ہمارے اکابر میں صاحب احسن الفتاویٰ کی رائے بھی یہی ہے، حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

”صحیح اعتکاف کے لیے علی الرأخ مسجد جماعت ہونا شرط نہیں؛ لہذا ایسی

مسجد میں اعتکاف صحیح ہے۔“ (احسن الفتاویٰ: ۴/۵۱۷)

لہذا اگر کہیں ایسی مسجد ہو، جس میں نماز باجماعت نہ ہوتی ہو تو ایسی ویران مسجد میں بھی اعتکاف کرنے کی گنجائش ہوگی۔

48

اعتکاف کے لیے شرائط جمعہ کا پایا جانا

اعتکاف کے لیے جمعہ کی شرائط کا پایا جانا ضروری نہیں؛ بلکہ ہر جگہ (شہر یا گاؤں) میں مسنون علی الکفایہ ہے؛ البتہ مسجد ایسی ہو جس میں جماعت ہوتی ہو۔ الأمر الذي لا اختلاف فيه أنه لا يُكْرَهُ الاعتكاف في كل مسجد يُجْمَعُ فيه، ولا أراه كره الاعتكاف في المساجد التي لا يُجْمَعُ فيها إلا كراهية أن يخرج المعتكف من مسجده الذي اعتكف فيه إلى الجمعة أو يدعها. (موطأ إمام مالك: ۲۱۳ ط: دار النفائس)۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۲۲۰، امداد الاحکام: ۳/۱۲۵)

ایسی مسجد میں اعتکاف، جہاں صرف جمعہ کی نماز ہوتی ہو

جامع مسجد میں اعتکاف کرنا مطلقاً بالاتفاق درست ہے (خواہ اس میں پنجگانہ نماز

عید گاہ میں اعتکاف

اعتکاف کے لیے شرعی مسجد کا ہونا شرط ہے۔ وفي البدائع: وأما الذي يرجع إلى الْمُعْتَكِفِ فِيهِ، فالمسجد وأنه شرط في نوعي الاعتكاف الواجب والتطوع (بدائع: ۲/۲۸۰)، عید گاہ میں اعتکاف کرنا کافی نہیں۔ وينبغي أن لا يصح في مصلى العيد والجنابة. (طحطاوي على الدر المختار: ۱/۳۷۴)۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۲۷، ۲۲۸) عید گاہ صرف اتصال صفوف کے سلسلے میں مسجد کے حکم میں ہے، دیگر امور میں اس کا حکم مسجد کا نہیں ہے۔ (وَأَمَّا الْمُتَّخِذُ لصلاة جنازة أو عيدٍ فهو مسجد في حق جواز الاقتداء) وإن انفصل الصفوف رفقا بالناس (لا في حق غيره) به يُفتى. (الدر المختار: ۲/۴۳۰)

اگر مسجد کئی منزلہ ہو تو اعتکاف کا حکم

اگر مسجد کئی منزلہ ہو تو چونکہ ہر منزل مسجد ہے؛ لہذا ہر منزل پر اعتکاف درست ہے، قال النووي: وَيَصَحُّ فِي سَطْحِ الْمَسْجِدِ وَرَحْبَتِهِ كَقَوْلِنَا: لَا تُهْمَا مِنَ الْمَسْجِدِ. (عمدة القاري: ۱۱/۴۱۲) اور کسی ایک منزل پر اعتکاف کی غرض سے بیٹھ جانے کے بعد اس کی دوسری منزل پر بھی معتکف جاسکتا ہے؛ بشرطیکہ آنے جانے کا زینہ مسجد کے اندر ہی ہو، حدود مسجد سے باہر نہ ہو، ورنہ جانا جائز نہ ہوگا، جانے کی صورت میں اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ أَمَّا إِذَا كَانَ بَابُ الْمَسْجِدِ فِي الْمَسْجِدِ، فَهُوَ وَالصُّعُودُ عَلَى سَطْحِ الْمَسْجِدِ سَوَاءً. (المبسوط للسرخسی: ۳/۱۲۶) ولا يدخل سقفًا إلا أن يكون ممره فيه. (أحكام القرآن للجصاص: ۱/۳۰۸)۔ (آداب الاعتکاف: ۱۰۲، مسائل اعتکاف: ۷۹)

شہروں میں جہاں عمارتوں کے کسی حصے کو نماز کے لیے خاص کر دیا جاتا ہے، اور اس میں بیچ وقت نمازوں کے علاوہ جمعہ اور عیدین کی نمازیں بھی ہوتی ہیں اور وہاں دور تک باقاعدہ مسجد نہیں پائی جاتی، یا کسی بستی میں مسلمانوں کے کمزور ہونے کی وجہ سے مسلمان باضابطہ مسجد نہ بنا سکے ہوں، بس ایک جگہ کو نماز کے لیے مختص کر لیا ہو، اگر ایسی جگہوں پر اس جماعت خانے میں اعتکاف کر لیا جائے تو امید ہے کہ سنت مؤکدہ کا ثواب مل جائے گا، فقہاء نے عورتوں کے اعتکاف کے مسئلے میں ان کی ”مسجد بیت“ کو مسجد کے حکم میں قرار دیا ہے؛ اس لیے ضرورت کے وقت جماعت خانے میں بھی اعتکاف کو درست قرار دیا جاسکتا ہے۔ ومنها: مسجد الجماعة. (الهندية: ۱/۲۱۱) والمرأة تَعْتَكِفُ فِي مَسْجِدٍ بَيْتِهَا إِذَا عَتَكَتْ فِي مَسْجِدٍ بَيْتِهَا، فَتِلْكَ الْبُقْعَةُ فِي حَقِّهَا كَمَسْجِدِ الْجَمَاعَةِ فِي حَقِّ الرَّجُلِ. (الهندية: ۱/۲۱۱)۔ (مستفاد فتاویٰ رحیمہ: ۲۸۲/۷، کتاب المسائل: ۱۲۴/۲) (۱)

دوکانوں کے اوپر بنائی گئی مسجد میں اعتکاف کا مسئلہ

جو مسجد (ملوک غیر موقوف) دوکانوں پر بنائی گئی ہو وہ مسجد عرفی ہے، مسجد شرعی نہیں ہے۔ إِنْ شَرَطَ كَوْنَهُ مَسْجِدًا أَنْ يَكُونَ سِفْلُهُ وَعِلْوُهُ مَسْجِدًا؛ لِيَقْطَعَ حَقُّ الْعَبْدِ عَنْهُ؛ لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ﴾ بخلاف ما إذا كَانَ السَّرْدَابُ أَوْ الْعُلُوُّ مَوْقُوفًا لِمَصَالِحِ الْمَسْجِدِ، فَإِنَّهُ يَجُوزُ؛ إِذْ لَا مِلْكَ فِيهِ لِأَحَدٍ؛ بَلْ هُوَ مِنْ تَتْمِيمِ مَصَالِحِ الْمَسْجِدِ. (البحر الرائق: ۵/۴۲۱) پس اس قسم کی مساجد میں اعتکاف صحیح نہیں ہے۔ لِأَنَّ الْمَسْجِدَ لَهُ شَرْطٌ. (فتاویٰ فریدیہ: ۱۹۱/۴)

(۱) اعتکاف کے لیے مسجد کا ہونا، جمہور علماء کے نزدیک شرط ہے، مرد کے لیے مسجد جماعت کے علاوہ میں اعتکاف کرنا، صرف محمد بن عمر بن ابابہ مالکی کے قول کے مطابق درست ہے۔ اتفق العلماء على مشروعية المسجد للاعتكاف، إلا محمد بن عمر بن لبابة المالكي، فأجازه في كل مكان. (فتح الملهم: ۳/۴۴۴) علامہ نووی نے بعض شوافع کی طرف بھی یہ قول منسوب کیا ہے۔ وجوزة بعض أصحاب مالک وبعض أصحاب الشافعي للمرأة والرجل في مسجد بيتها. (حاشية مسلم: ۱/۳۷۱)

معتکف کے لیے مسجد کی حدود

مسجد کا تمام احاطہ عرفاً مسجد ہی کہلاتا ہے؛ لیکن اعتکاف وغیرہ کے بیان میں جہاں مسجد کا لفظ آتا ہے، اس سے مراد وہی جگہ ہوتی ہے، جہاں تک سجدہ کرنے اور نماز پڑھنے کے لیے مقرر کی گئی ہو اور نماز کے سوا اس سے کچھ اور مقصود نہ ہو، یعنی مسجد کا اندرونی حصہ برآمدہ اور صحن، اس کو یوں بھی سمجھ سکتے ہیں کہ مسجد میں جس جگہ آپ وضو نہیں کر سکتے، جنابت کی حالت میں وہاں نہیں جاسکتے، وہ جگہ مراد ہے، عموماً جہاں تک مسجد کا صحن کہلاتا ہے، وہاں تک مسجد کی حد ہوا کرتی ہے، واضح رہے کہ مسجد کے مسجد ہونے میں بانی مسجد کی نیت کا اعتبار ہوگا، اور اگر بانی نہ ہو تو قرآن عرفیہ کا اعتبار ہوگا۔ (مسائل اعتکاف: ۷۶)

اور آداب الاعتکاف میں ہے:

”شرعی مسجد یا حد مسجد وہ ہے، جہاں جماعت ہوتی ہے، اور جنبی کار بہنا اور آنا جانا ممنوع و ناجائز ہوتا ہے، عموماً اس کے تین حصے ہوتے ہیں: (۱) اندر کا مسقف حصہ (۲) باہر کا دالان یعنی سہ دری (۳) باہر کا غیر مسقف حصہ، جس میں عموماً گرمی میں جماعت ہوتی ہے، چھت کا نہ ہونا، اسے مسجد ہونے سے خارج نہیں کرتا، یہ تینوں عین مسجد ہیں۔“ (امداد الفتاویٰ: ۲/۶۴۰ بحوالہ آداب الاعتکاف: ۷۶)

مسجد کی چھت کا حکم

مسجد کی چھت خواہ کئی منزلہ کیوں نہ ہو عین مسجد ہے؛ البتہ اس پر جانے کے بارے میں دو احتمال ہو سکتے ہیں: (۱) زینہ خارج مسجد ہو، اس زینہ سے چھت پر جانا، اعتکاف کو فاسد کر دے گا۔ (۲) زینہ مسجد کی حد کے اندر سے ہو، اس وقت جانے سے اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔ ولا یدخل سقفاً إلا أن یکون ممره فیہ۔ (أحكام القرآن للجصاص ۳۰۸/۱)۔ (آداب الاعتکاف: ۹۹، مسائل اعتکاف: ۷۶)

ایسی مسجد میں اعتکاف جس میں رات کو رکنے کی اجازت نہ ہو

اعتکاف میں دن کی طرح رات کا بھی مسجد کے اندر گزارنا ضروری ہے، قال مالک: ولا یبیت المعتکف إلا فی المسجد الذی اعتکف فیہ۔ (موطأ امام مالک: ۲۱۳ ط: دار الفنائس) جس مسجد میں رات گزارنے کی اجازت نہیں، اس میں اعتکاف درست نہیں۔ واما مفسداته فمنها: الخروج من المسجد، فلا یرج المعتکف من معتکفه لیلاً ونهاراً إلا بعذر، وإن خرج من غیر عذر ساعة، فسد اعتکافہ۔ (الہندیہ: ۱/۲۱۲)۔ (مستفاد فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۲۲۴)

غصباً جو حصہ مسجد میں لے لیا گیا ہے، معتکف کا اس میں رہنا

جو جگہ غصباً مسجد میں داخل کی گئی ہے، وہ مسجد نہیں ہوئی، معتکف کا بحالت اعتکاف وہاں جانا اور بیٹھنا مفسد اعتکاف ہوگا۔ وشرطه شرط سائر التبرعات، أفاد أن الوقف لا بد أن یکون لمالكه وقت الوقف ملكاً باتاً.... حتی لو وقف الغاصب المغصوب لم یصح۔ (شامی: ۶/۵۲۳)۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ۶/۵۰۵)

مسجد شہید کر دی تو اعتکاف کہاں کیا جائے؟

اگر مسجد شہید کر دی جائے اور وہاں اعتکاف کرنا ممکن نہ ہو (سائبان وغیرہ ڈال کر بھی اعتکاف نہ کیا جاسکے) اور بستی میں دوسری مسجد ہو تو وہاں اعتکاف کیا جائے؛ البتہ اگر اعتکاف میں بیٹھنے کے بعد مسجد کسی حادثہ میں شہید ہوگئی تو معتکف کو چاہیے کہ فوراً دوسری مسجد میں جا کر اپنا اعتکاف پورا کرے۔ فإن خرج من المسجد بعذر بأن نهدم المسجد أو أخرج مكرهاً، فدخل مسجداً آخر من ساعته، لم یفسد اعتکافه استحساناً۔ (الہندیہ: ۱/۲۱۲)۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۲۸۳، فتاویٰ رحیمیہ: ۷/۲۸۳)

پر معتکف کو جانا جائز نہیں؛ مگر یہ کہ وہاں شریعت نے ضرورۃً جانے کی اجازت دی ہو، جیسے: وضو کرنا، پیشاب یا پاخانہ کرنا، غسل جنابت کے لیے جانا، یہ سب بقدر ضرورت جائز ہے، بعض مساجد میں تو ضروریات مسجد والا حصہ مسجد سے بالکل الگ اور ممتاز ہوتا ہے، جس کی پہچان مشکل نہیں ہوتی؛ لیکن بعض مساجد میں یہ حصہ اصل مسجد سے اس طرح متصل ہوتا ہے کہ ہر شخص اسے نہیں پہچان سکتا، اور جب تک بانی مسجد صراحتاً نہ بتائے کہ یہ حصہ مسجد نہیں ہے، اس وقت تک اس کا پتہ نہیں چلتا؛ لہذا جب کسی شخص کا کسی مسجد میں اعتکاف کرنے کا ارادہ ہو تو اسے سب سے پہلا کام یہ کرنا چاہیے کہ مسجد کے بانی یا اس کے متولی سے مسجد کی ٹھیک ٹھیک حدود معلوم کرے، مسجد والوں کو چاہیے کہ وہ مسجد میں ایک ایسا نقشہ مرتب کر کے لٹکا دیں، جس میں مسجد کی حدود واضح کر دی گئی ہوں، ورنہ کم از کم بیسویں روزے کو جب معتکفین مسجد میں جمع ہو جائیں تو انھیں زبانی طور پر سمجھا دیا جائے کہ مسجد کی حدود کہاں سے کہاں تک ہیں۔ (مسائل اعتکاف: ۷۷، احکام اعتکاف: ۳۳، ۳۴)

مسجد سے متصل حجرہ میں اعتکاف

اعتکاف کے لیے مسجد شرط ہے، بدون مسجد اعتکاف نہیں ہوتا۔ ومنہا: (أی من الشرائط) مسجد الجماعة، فیصح فی کل مسجد له اذان وإقامة هو الصّحیح۔ کذا فی الخلاصة۔ (الہندیہ: ۱/ ۲۱۱) پس جو حجرہ مسجد سے خارج ہے مسجد نہیں ہے، امام یا متولی یا سامان کے لیے بنایا گیا ہے، اس میں اعتکاف باطل ہے، ہاں! اگر دروازہ یاد یار توڑ کر مسجد میں شامل کر لیا جائے تو پھر وہاں اعتکاف کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، اعتکاف کے صحیح ہونے کے لیے حجرہ کا جزء مسجد ہونا ضروری ہے، محض احاطے میں ہونا کافی نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۲۸/۱۰، امداد الاحکام: ۱۲۵/۳)

نوٹ: وہ حجرہ جو مصالح مسجد یا اس کی ضروریات کے لیے بنایا جاتا ہے، وہ خارج مسجد ہوتا ہے، بعض مسجدوں میں مغرب کی جانب حجرہ وغیرہ ہوتا ہے، عموماً اس میں مسجد کا سامان رہتا ہے، اس کے متعلق بھی متعین نہیں کہ حد مسجد میں ہو؛ بلکہ بانی کی نیت کا اعتبار ہے، معلوم کر لیا جائے کہ خارج مسجد ہے یا داخل مسجد؟ بعض مساجد میں مسجد سے متصل کمرہ امام کی رہائش کے

جس مسجد کا صحن دوکانوں کی چھت پر ہو، اس کے

صحن میں نماز باجماعت کے لیے معتکف کا نکلنا

سوال: جن مساجد کا اندر کا حصہ تو بھراؤ پر بنا ہو اور صحن دوکانوں پر ہو یہ تو معلوم ہے کہ صحن میں نماز پڑھنے سے مسجد کا ثواب تو نہیں ملے گا، دریافت کرنا یہ ہے کہ جو شخص اندر کے حصے میں اعتکاف کرے، اس کو جماعت سے نماز ادا کرنے کو صحن مسجد میں آنا (کیونکہ جماعت اکثر اوقات آج کل باہر ہی ہوتی ہے) مفسد اعتکاف ہوگا یا نہیں، اور صاحبین اور امام صاحب سے جو اختلاف مفسد اعتکاف مسجد سے نکلنے میں ایک ساعت اور ایک وقت نماز کا مل خارج مسجد ہے، اس میں کون سا قول راجح تر ہے؟

جواب: اول تو اگر دوکانیں مسجد کے لیے وقف ہوں تو بعض روایات فقہیہ کی رو سے اس سطح کو مسجد کہنے کی گنجائش ہے، ضرورت جماعت میں اس روایت پر عمل جائز ہے، اور دوسرے اگر قول راجح ہی لیا جاوے کہ اس کا حکم مسجد کا نہیں؛ تاہم معتکف کو ضرورت کی وجہ سے خروج عن المسجد جائز ہے، خواہ وہ ضرورت طبعی ہو یا دینی، اور ادراک جماعت مثل ادراک جمعہ ضرورت دینیہ ہے؛ اس لیے خروج جائز ہے، تیسرے جب پہلے سے معلوم ہے کہ مجھ کو یہاں تک آنا پڑے گا تو گویا نیت استثناء کی ہوگی، اور استثناء کے وقت خروج جائز ہے، چوتھے صاحبین کے قول کو بعض نے ترجیح دی ہے۔ کمافی المختار۔ (امداد الفتاویٰ: ۱۵۱/۲)

معتکف کو مسجد کے کن مقامات پر جانا جائز نہیں؟

صحن مسجد کے علاوہ جتنی جگہ مسجد کی دوسری ضرورتوں کے لیے مقرر ہو، مثلاً: وضو کرنے کی جگہ، وضو کی ٹونیاں، نالیاں، وضو کے لیے بیٹھنے کی جگہ، غسل خانہ، امام و مؤذن کا کمرہ، جنازہ گاہ، دالان وغیرہ کا صدر دروازہ، یا کوئی دوسرا دروازہ جہاں تک جوتے پہنے ہوئے آجاتے ہیں، اور ان سب کی چھتیں، کوئی افتادہ پلاٹ اسی قسم کی وہ تمام جگہیں جو مسجد کی کسی ضرورت و مصلحت کے لیے یا نمازیوں کے آرام کے لیے بنائی گئی ہوں، اگرچہ یہ مسجد کے احاطے کے اندر ہی ہوں؛ لیکن معتکف کے لیے یہ مسجد کے حکم میں نہیں ہیں، ان سب جگہوں

حِیْطَانِ الْمَسْجِدِ؛ لِأَنَّ حَكْمَهُ حَكْمُ الْمَسْجِدِ. (البحر الرائق: ۲/۶۱)؛ لہذا اس دیوار میں کوئی محراب، طاقچہ، الماری یا کھڑکیاں بنی ہوئی ہوں یا لاؤڈ اسپیکر لگا ہوا ہو تو ان مقامات پر معتکف آجاسکتا ہے۔ (مسائل اعتکاف: ۸، ۷، آداب الاعتکاف: ۹۹)

مسجد کے کنارے پر الگ بنی دیوار وغیرہ کا حکم

مسجد کی جود دیوار الگ بنی ہوئی ہو، یا اس کے متعلق شبہ ہو کہ پتہ نہیں کہ بانی مسجد نے اس کو شامل کیا ہے یا نہیں، یا دیوار تو نہ ہو؛ بلکہ کوئی ایسی جگہ ہو، جس کے متعلق شبہ ہو کہ معلوم نہیں، یہ مسجد میں شامل ہے یا نہیں، تو جب تک تحقیق نہ کر لے کہ یہ مسجد میں شامل ہے، اس وقت تک وہاں جانا جائز نہیں۔ (مسائل اعتکاف: ۷، ۸، ۹)

مسجد کی کھڑکیاں اور جنگلے کا حکم

مسجد کی کھڑکیاں اور جنگلے میں جو اندرونی جانب جگہ رہتی ہے، اگر یہاں معتکف آجائے یا کھڑا ہو جائے یا بیٹھ جائے تو اس سے اعتکاف فاسد نہ ہوگا، یہ عین مسجد ہے۔ وَيُكْرَهُ مَسْحُ الرَّجُلِ مِنَ الطَّيْنِ وَالرَّدْعَةِ بِأَسْطُوَانَةِ الْمَسْجِدِ، أَوْ بِحَائِطٍ مِنْ حِيطَانِ الْمَسْجِدِ؛ لِأَنَّ حَكْمَهُ حَكْمُ الْمَسْجِدِ. (البحر الرائق: ۲/۶۱)۔ (آداب الاعتکاف: ۹۹)

معتکف کی چہل قدمی اور اس کے لیے مسجد میں حدود

چہل قدمی ایک تو تفریحاً کی جاتی ہے، اس نقطہ نظر سے مسجد میں ٹہلنا مناسب نہیں ہے، مسجد میں عمل غیر موضوع لہ مسجد قصد کرنا جائز نہیں ہے، اور یہ مُشْي (ٹہلنا) بھی ایسا ہی ہے؛ لہذا منع کیا جائے گا؛ البتہ بعض لوگوں کو طبی اغراض کے تحت چہل قدمی کرنی ہوتی ہے، خاص کر ریاحی تکلیف یا شوگر وغیرہ کی وجہ سے، اس مقصد کے تحت چہل قدمی کرنا درست ہے؛ کیونکہ یہ علاج کے قبیل سے ہے اور انسان کی بنیادی حاجات میں داخل ہے، اور معتکف کے لیے ضروری امور انجام دینے کی اجازت ہے؛ بشرطیکہ مسجد کے احترام کے خلاف نہ ہو؛ البتہ صرف اتنے ہی حصہ میں چہل قدمی کرنے کی اجازت ہے، جو حصہ مسجد شرعی میں داخل

لیے تو نہیں ہوتا؛ لیکن امام کی تنہائی کی ضروریات کے لیے بنایا جاتا ہے، اس کمرے کو بھی جب تک بانی مسجد نے مسجد نہ قرار دیا ہو، اس وقت تک اسے مسجد نہ سمجھا جائے گا، اور معتکف کو اس میں جانا جائز نہیں، ہاں! اگر بانی مسجد نے اس کے مسجد ہونے کی نیت کر لی ہو تو معتکف اس میں جاسکتا ہے۔ (آداب الاعتکاف: ۹۹، احکام الاعتکاف: ۳۵)

فصیل داخل مسجد ہے یا خارج مسجد؟

سوال: مسجد کی فصیل یعنی منڈیر مسجد کے اندر داخل ہے یا خارج؟

جواب: مسجد کے اندر کے کسی جز کے داخل یا خارج ہونے کا مدار، بانی اور واقف کی نیت پر ہے، اگر وہ موجود نہ ہو تو قرائن پر ہے، تو میرے نزدیک قرائن عرفیہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسجد سے خارج ہے، اگر کسی کو اس کے خلاف قرائن سے محقق ہو جائے تو داخل سمجھنا چاہیے؛ لیکن خارج ہونے کی صورت میں بھی، وہاں بیٹھ کر کوئی ایسا فعل نہ کرے، جس کے اثر سے مسجد کا احترام فوت ہو جائے، مثلاً: حقہ وغیرہ وہاں بیٹھ کر پینا، حدیث میں ہے: مَنْ أَكَلَ الثُّومَ فَلَا يَقْرُبَنَّ مُصَلًّا. اس میں ”لَا يَقْرُبَنَّ“ کا لفظ اس دعویٰ مذکور کا مؤید ہے۔ (امداد الفتاویٰ: ۲/۱۵۳)

اور مفتی عزیر الرحمن صاحب تحریر فرماتے ہیں:

”اس میں (فصیل کے بارے میں) بانی مسجد کی نیت کا اعتبار ہے، اگر اس نے اس فصیل کو داخل مسجد سمجھا، تو داخل ہے؛ ورنہ خارج اور اکثر سمجھا جاتا ہے کہ جو فصیل فرش مسجد سے ملی ہوئی ہے، وہ داخل مسجد ہوتی ہے، اور دوسری طرف کی فصیل خارج ہوتی ہے“۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ۶/۵۰۷)

مسجد کی دیواروں کا حکم

مسجد کی وہ دیواریں جن پر مسجد کی عمارت قائم ہے، مسجد ہی کے حکم میں ہوتی ہے۔ وَيُكْرَهُ مَسْحُ الرَّجُلِ مِنَ الطَّيْنِ وَالرَّدْعَةِ بِأَسْطُوَانَةِ الْمَسْجِدِ، أَوْ بِحَائِطٍ مِنْ

ہے، اور سو سکتا ہے، اس میں کافی توسع ہے۔ کما یظہر من حدّہ، بأنّہ لُبْتُ فی مسجد جماعۃ.... وقیدہ لخروج المحتلم للغسل بعدم إمكان الغسل فی المسجد حیث قال: وغسل لواحتمل ولا یُمكنه الاغتسال فی المسجد. (شامی: ۵۳۵. ۴۲۸) فَعَلِمَ أَنَّ الْمَسْجِدَ كُلَّهُ مُعْتَكَفٌ۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ۵۰۳/۵۰۴، فتاویٰ محمودیہ: ۲۲۵/۱۰، آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۳۶/۳)

معتکف ایک ہی جگہ بیٹھے یا کسی دوسری جگہ بھی بیٹھ سکتا ہے؟

معتکف کے لیے ایک جگہ بیٹھنا لازم نہیں، مسجد کے کسی بھی حصے میں جانے کی اجازت ہے، نیز ہر وقت گوشہ میں رہنا بھی ضروری نہیں؛ بلکہ عبادتِ نافلہ و ذکر کے لیے اس میں رہنا بہتر ہے، باقی اوقات میں مسجد کے اندر جہاں چاہے اٹھے بیٹھے۔ لَمَّا مَرَّ مِنْ قَبْلِ أَنَّ الْمَسْجِدَ كُلَّهُ مُعْتَكَفٌ۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۶۰/۱۰، امداد الفتاویٰ: ۱۴۵/۳)

بحالتِ اعتکاف جگہ تبدیل کرنا

اعتکاف کے لیے مسجد کا ہونا ضروری ہے، معتکف مسجد کے اندر جہاں چاہے رہ سکتا ہے، حالتِ اعتکاف میں مسجد کے اندر جگہ تبدیل کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔ لَمَّا مَرَّ مِنْ قَبْلِ أَنَّ الْمَسْجِدَ كُلَّهُ مُعْتَكَفٌ۔ (فتاویٰ حقانیہ: ۲۰۸/۴)

معتکف کے لیے مسجد کی چھت پر رات گزارنے کا حکم

سوال: اگر کوئی شخص مسجد میں اعتکاف میں بیٹھے اور مسجد میں ایک سیڑھی رکھی ہوئی ہو، اور اس سیڑھی پر چڑھ کر پہلے مسجد کے وضو خانے کی چھت سے گزر کر مسجد کی چھت پر جا کر رات گزار سکتا ہے یا نہیں؟ یا سیڑھی سیدھی چھت پر جائے، یعنی وضو خانے سے نہ گزرنا پڑے تو اس صورت میں مسجد کے اوپر جا کر رات گزار سکتا ہے؟

جواب: دوسری صورت درست ہے۔ ولا یدخل سقفاً إلا أن یکون ممره فیہ۔

ہے اور نماز کے لیے متعین ہے۔ وفي جوامع الفقه: للمعتكف أن يبيع ويشتري.... وَيَتَرَدَّدُ فِي نَوَاحِي الْمَسْجِدِ. (البنایة: ۴/ ۱۳۰)۔ (کتاب الفتاویٰ: ۲۵۹/۳، فتاویٰ محمودیہ: ۲۷۹/۱۰، احسن الفتاویٰ: ۵۱۱/۴، فتاویٰ رحیمیہ: ۲۸۱/۷)

صحن غیر مسقف کے دونوں جانب بنے سائبان کا حکم

بعض مساجد میں صحن غیر مسقف کے دونوں جانب سائبان ہوتے ہیں، جس میں بسا اوقات مکتب چلتا ہے، یہ بھی مسجد سے خارج ہیں؛ ورنہ مسجد کی شکل میں بچوں کی تعلیم مکروہ ہوگی؛ لہذا بانی سے اس کی نوعیت معلوم کر لی جائے؛ تاکہ اعتکاف فاسد نہ ہو۔ کَفَنَاءِ مَسْجِدٍ هُوَ الْمُتَّصِلُ بِهِ، لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ طَرِيقٌ، فَهُوَ كَالْمُتَّخِذِ لَصَلَاةٍ جَنَازَةٍ أَوْ عِيدٍ فِيمَا ذَكَرَ. (شامی: ۴۳۰/۲)۔ (آداب الاعتکاف: ۱۰۰)

محراب کا حکم

53

محراب جو مغرب کی جانب تھوڑا نکلا ہوا رہتا ہے مسجد ہے، یہاں معتکف جا سکتا ہے۔ دَاخِلُ الْمِحْرَابِ لَهُ حُكْمُ الْمَسْجِدِ. (الہندیہ: ۵/ ۳۲۱)۔ (آداب الاعتکاف: ۱۰۰)

مسجد سے متصل جنازہ رکھنے کی جگہ کا حکم

مسجد سے متصل وہ جگہ جہاں جنازہ رکھا جاتا ہے اور جنازہ کی نماز ہوتی ہے، مسجد سے خارج ہے، معتکف کے لیے وہاں نکلنا جائز نہیں۔ کَفَنَاءِ مَسْجِدٍ هُوَ الْمَكَانُ الْمُتَّصِلُ بِهِ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ طَرِيقٌ، فَهُوَ كَالْمُتَّخِذِ لَصَلَاةٍ جَنَازَةٍ أَوْ عِيدٍ فِيمَا ذَكَرَ. (شامی: ۴۳۰/۲)۔ (آداب الاعتکاف: ۱۰۰)

معتکف کا ایک جانب سے دوسری جانب منتقل ہونا

مسجد کی خاص جگہ جو اعتکاف کے لیے تجویز کی گئی ہو، اس میں معتکف کے لیے مقید رہنا ضروری نہیں ہے؛ بلکہ معتکف جس مسجد میں معتکف ہے، اس تمام مسجد میں جس جگہ چاہے رہ سکتا

سے مسجد کے احترام میں یا معتکف کے اعتکاف میں کچھ کمی یا نقص پڑتا ہو تو قرآن وحدیث کی روشنی میں بتایا جائے۔

الجواب: اگر مسجد کے صحن میں مستعمل پانی نہیں گرتا اور نہ ہی مسجد کی آلودگی ہوتی ہے، تو شرعاً اس کی گنجائش ہے، اعتکاف میں خلل کے بجائے اعتکاف کی تکمیل ہے؛ کیونکہ صرف ہاتھ دھونے یا کلی وغیرہ کرنے کے لیے معتکف مسجد سے نہیں نکل سکتا۔ فقط واللہ اعلم۔ (خیر الفتاویٰ: ۱۴۷/۴)

مسجد کے صحن میں موجود حوض، خارج مسجد ہے یا داخل مسجد؟

صحن میں جو حوض ہوتا ہے، مسجد سے خارج ہوتا ہے، وہاں معتکف کو بلا ضرورت جانا درست نہیں۔ (آداب الاعتکاف: ۱۰۲) ابتداءً ببناء کے وقت اگر صحن میں حوض بنا دیا جائے تو اس کی گنجائش ہے، اور یہ حصہ شرعی مسجد سے خارج ہوگا۔ (مستفاد فتاویٰ رحیمیہ: ۹۲/۹، ۹۳)

مسجد کے صحن میں موجود درخت پر چڑھنا

مسجد کے صحن میں اگر درخت ہو تو معتکف کا اس پر چڑھنا مفسدِ اعتکاف نہ ہوگا، کہ یہ مسجد ہے؛ البتہ درخت کا یہاں لگانا ممنوع ہے۔ (آداب الاعتکاف: ۱۰۰)

(أحكام القرآن للجصاص: ۳۰۸/۱) اگر مسجد کا بالائی حصہ ابتداءً ہی سے نماز کے لیے نہ بنایا گیا ہو تو محض سونے کے لیے اوپر چڑھنا مکروہ ہے۔ ثم رأيت القهستاني نقل عن المفيد كراهة الصعود على سطح المسجد. (شامی: ۲/۴۲۸) - فقط، واللہ أعلم (خیر الفتاویٰ: ۱۴۴/۴)

مسجد بارش سے ٹپکتی ہو تو کیا کرے؟

سوال: مسجد بارش سے بے حد ٹپکتی ہے، جب کہ نماز پڑھنا بھی دشوار ہے، لوگوں کو ٹھیک کرانے کی کوئی فکر نہیں ہے، اذان ونماز ہوتی ہے؛ لیکن زور سے بارش ہوتی ہو تو معتکف کا سونا کیا، گھنٹہ دو گھنٹہ بیٹھنا دوبھر ہے، کیا حکم ہے؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

اصلی علاج تو یہ ہے کہ چھت درست کرائی جائے اور ہر مسجد محلے میں اعتکاف کا انتظام کیا جائے، مسجد مذکور میں اعتکاف کی گنجائش نہ ہو تو دوسری مسجد میں منتقل ہو جائے، بحالتِ عذر اس کی اجازت ہے۔ فإن خرج من المسجد بعذر بأن انهدم المسجد أو أخرج مكرهاً، فدخل مسجداً آخر من ساعته، لم يفسد اعتكافه استحساناً. (الهندية: ۲۱۲/۱)۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۲۹/۱۰)

معتکفین کے لیے مسجد کے کنارے پر ٹوٹی لگانا

سوال: رشید آباد کالونی جامع مسجد رشیدیہ میں، آخری عشرہ رمضان شریف کا اعتکاف کرنے والوں کے لیے مسجد کے صحن کے کنارے پر ٹوٹی لگائی گئی ہے، اس سے صرف معتکف کو سہولت پہونچانا مقصد تھا، جیسے: وضو کرنا، ہاتھ دھونا، پانی پینا، برتن دھونا وغیرہ وغیرہ، اور اس ٹوٹی سے جو پانی آتا ہے، وہ نہ تو مسجد کے صحن میں گرتا ہے اور نہ ہی ٹھہرتا ہے؛ بلکہ نالی کے ذریعہ سے پانی حدودِ مسجد سے باہر چلا جاتا ہے، یہ جگہ کچھ اس طرح ہے کہ مسجد کے صحن کے کنارے پر پلاسٹک بچھا کر اور اینٹوں سے حوض کی شکل بنا کر پانی باہر نکالا گیا ہے، ایسا کرنے

نفل اور مسنون اعتکاف میں فرق

جو پابندیاں اور حقوق اعتکاف مسنون میں ہیں، وہی پابندیاں اعتکاف نفل میں بھی ہیں؛ البتہ نفل اعتکاف میں روزے کی قید نہیں ہے، اور اعتکاف مسنون رمضان شریف کے آخری عشرہ میں ہوتا ہے، اس میں روزہ بھی ہوتا ہے، دوسرے جب بلا ضرورت مسجد سے نکلے گا تو نفل اعتکاف جس کی کوئی مدت متعین نہیں کی تھی، ختم ہو جائے گا، فاسد نہیں ہوگا، اعتکاف مسنون ایسی حالت میں فاسد ہو جاتا ہے۔ وَشُرْطُ الصَّوْمِ لَصَحَّةِ الْأَوَّلِ فَقَطْ..... (وَحَرْمٌ عَلَيْهِ) أَي عَلَى الْمُعْتَكِفِ اعْتِكَافًا وَاجِبًا، أَمَا النَّفْلُ فَلَهُ الْخُرُوجُ؛ لِأَنَّهُ مُنْهٍ لَهُ لَا مَبْطِلٌ (الْخُرُوجُ إِلَّا لِحَاجَةِ الْإِنْسَانِ). (الدر المختار مع شامی: ۴۳۴/۳)۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۵۷/۱۰، ۲۵۸)

جماعت کے احباب کا مسجد میں داخل ہوتے وقت اعتکاف کی نیت کرنا

سوال: جب جماعتوں کے ساتھ جانے کا اتفاق ہوتا ہے تو جماعت کے ساتھی کہتے ہیں کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت اعتکاف کی نیت کر لیں؛ جبکہ یہ پتہ نہیں ہوتا ہے کہ کتنی دیر بیٹھنا ہے، اور کب کس ضرورت کے تحت مسجد سے نکلنا ہوگا تو کیا اس طرح یہ اعتکاف شمار ہوگا؟
الجواب: اس طرح اعتکاف درست ہے، یہ نیت کر لیں کہ جب تک میں نہ نکلوں اس وقت تک معتکف رہوں گا۔ وَلَيْسَ لِأَقْلِهِ تَقْدِيرٌ عَلَى الظَّاهِرِ؛ حَتَّى لَوْ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَنَوَى الْاِعْتِكَافَ إِلَى أَنْ يَخْرُجَ مِنْهُ صَحَّ، هَكَذَا فِي التَّبْيِينِ. (تبیین الحقائق: ۳۴۹/۱)۔ (خیر الفتاویٰ ۱۲۸/۴)

لفظوں میں اعتکاف کی نیت

سوال: نفل اعتکاف گھنٹے آدھ گھنٹے کا بھی ہو جاتا ہے یا نہیں؟ اور اگر ہو جاتا ہے تو مسجد میں جاتے وقت، یعنی داخل ہو کر کیا نیت کرنی چاہیے، جو روزانہ اعتکاف کا ثواب مل جایا

نفل اور واجب اعتکاف

نفل اعتکاف

اعتکاف نفل وہ اعتکاف ہے، جو کسی بھی وقت کیا جاسکتا ہے، اس کے لیے نہ کوئی وقت نہ ایام کی تعداد ہے؛ لہذا نفل تھوڑی دیر کے لیے بھی ہو سکتا ہے، پھر جب بھی ضرورت یا بلا ضرورت مسجد سے باہر نکلے گا تو نفل اعتکاف کا تسلسل ختم ہو جائے گا، اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ جو شخص بھی مسجد میں کسی بھی عبادت کے ارادے سے داخل ہو، اسے یہ نیت کر لینی چاہیے کہ میں جب تک مسجد میں رہوں گا، معتکف رہوں گا، اس صورت میں اس کا مسجد میں جب تک بھی قیام ہوگا، وہ نفل معتکف شمار ہوگا۔ أَمَا النَّفْلُ فَلَهُ الْخُرُوجُ؛ لِأَنَّهُ مُنْهٍ لَهُ، لَا مَبْطِلٌ. (الدر المختار مع شامی: ۴۳۴/۳) وَأَقْلَهُ نَفْلًا سَاعَةً فَلَوْ شَرَعَ فِي نَفْلِهِ، ثُمَّ قَطَعَهُ، لَا يَلْزَمُ قِضَاؤُهُ. (تنویر الأبصار مع الرد: ۴۳۴/۳) فَيَنْبَغِي إِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ أَنْ يَقُولَ: نَوَيْتُ الْاِعْتِكَافَ مَا دُمْتُ فِي الْمَسْجِدِ. (مرقاۃ: ۴/۳۳۵)۔ (کتاب المسائل: ۱۲۱/۲، فتاویٰ محمودیہ: ۲۵۷/۱۰)

رمضان کے بغیر نفل اعتکاف

نفل اعتکاف رمضان کے بغیر بھی ہو سکتا ہے اور ایسے معتکف کو مسجد میں قیام کرنا درست ہے۔ وَأَجْمَعُوا عَلَى أَنَّ سَنَةَ الْأَعْتِكَافِ الْمُنْدُوبِ إِلَيْهَا شَهْرُ رَمَضَانَ كُلُّهُ أَوْ بَعْضُهُ وَأَنَّهُ جَائِزٌ فِي السَّنَةِ كُلِّهَا. (الاستدکار: ۲۷۳/۱۰)

کرے، لفظوں میں نیت کا طریقہ بتلادیتے۔

الجواب حامداً ومصلياً: ”میں جتنی دیر تک مسجد میں ٹھہروں، اللہ کے لیے معتکف ہوں۔“ اس نیت سے مسجد میں داخل ہو جایا کرے، پس جتنی دیر وہاں رہے گا، اعتکاف کا ثواب ملے گا، گھنٹہ بھر ٹھہرے یا کم و بیش۔ ولیس لأقله تقدیر علی الظاهر؛ حتی لو دخل المسجد ونوى الاعتكاف إلى أن يخرج منه صح، هكذا في التبيين. (تبیین الحقائق: ۱/ ۳۴۹)۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/ ۲۵۸)

(نوٹ) اگر عربی میں نیت کرنی ہو تو یہ الفاظ کہہ لے۔ نَوَيْتُ الْاِعْتِكَافَ مَا دُمْتُ فِي الْمَسْجِدِ. (مرقاة: ۴/ ۳۳۵)، یا یوں کہہ لے ”نَوَيْتُ الْاِعْتِكَافَ“ اور اس کے ساتھ مسجد میں داخل ہونے کی دعا بھی پڑھ لے۔ (آئینہ رمضان: ۲۲۹)

مردوں کا نفلی اعتکاف گھر میں کرنا

مسجد میں اعتکاف کی نیت سے رہنے سے اعتکاف کا ثواب ملے گا، مرد کو گھر میں اعتکاف کی نیت سے رہنے میں ثواب نہیں ملے گا، مردوں کے لیے محل اعتکاف صرف شرعی مساجد ہیں، مساجد کے علاوہ میں مردوں کا اعتکاف کرنا (خواہ نفل ہو) درست نہیں۔ وفي البدائع: وأما الذي يرجع إلى الْمُعْتَكِفِ فِيهِ، فالمسجد وأنه شرط في نوعي الاعتكاف الواجب والتطوع؛ لقوله تعالى: ﴿وَلَا تَبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾ وَصَفَهُمْ بِكُونِهِمْ عَاكِفِينَ فِي الْمَسَاجِدِ، مع أنهم لم يباشروا الجماعة في المساجد، لَيْسَتْهُنَّ عَنْ الْجَمَاعَةِ فِيهَا، فدلٌّ أَنَّ مَكَانَ الْاِعْتِكَافِ هُوَ الْمَسْجِدُ، يستوي فيه الاعتكاف الواجب والتطوع؛ لِأَنَّ النَّصَّ مُطْلَقٌ. (بدائع: ۲/ ۲۸۰)۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/ ۲۵۹، آداب الاعتکاف: ۵۷)

نفل اعتکاف میں جمعہ کے غسل کے لیے نکلنا

سوال: ایک شخص نے رمضان المبارک کے پورے ماہ کا اعتکاف کیا ہے، اس نے

اعتکاف شروع کرتے وقت یہ نیت کی تھی کہ میں جمعہ کے غسل مستحب کے لیے نکلوں گا، مسجد کے احاطے میں غسل خانہ ہے، اس صورت میں وہ غسل کے لیے نکل سکتا ہے؟ اگر نیت نہ کی ہو تو وہ جاسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب: رمضان کے عشرہ اخیرہ کا اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے، اس میں اور نذر واجب اعتکاف میں واجب غسل کے علاوہ جمعہ وغیرہ کے غسل کے لیے نکلنے کی اجازت نہیں، عشرہ اولیٰ اور عشرہ ثانیہ کا اعتکاف (اگر نذر نہ مانی ہو تو) نفل ہے، اس میں جمعہ کے غسل کے لیے (یا جنازہ کی نماز کے لیے یا مریض کی عیادت کے لیے) نکلنے کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو، نکلنے سے اعتکاف ختم ہو جائے گا، اس کو فاسد ہونا نہیں کہا جائے گا، اور جب مسجد میں دوبارہ داخل ہوگا، اس وقت سے پھر یہ نفل اعتکاف شروع ہوگا۔ والقسم الثالث (مستحب فیما سواہ) أي في أي وقت شاء، سوى العشر الأخير ولم يكن مندوراً. (مراقی الفلاح: ۴۰۸) چند سطروں کے بعد ہے (وانتهی به) أي بالخروج (غیرہ) أي غیر الواجب وهو النفل إذ ليس له حد. (مراقی الفلاح مع الطحطاوي: ۴۰۹) فقط واللہ أعلم بالصواب. (فتاویٰ رحیمیہ: ۷/ ۲۸۳، خیر الفتاویٰ: ۴/ ۱۴۰)

نفل اعتکاف قطع کرنے سے قضاء واجب ہے یا نہیں؟

اعتکاف نفل کو قطع کر دینے سے قضاء لازم نہیں آتی؛ خواہ ایک دن رات سے قبل قطع کیا ہو یا ایک دن اور رات کے بعد جس قدر ادا ہو گیا، وہ ہو گیا؛ کیونکہ بر بنائے روایت اصل، ادنی مدت اعتکاف کی ایک ساعت ہے اور اس کے لیے صوم بھی شرط نہیں ہے، بخلاف اعتکاف واجب کے کہ اس کے قطع کر دینے سے قضاء لازم آتی ہے اور صوم اس کے لیے شرط ہے۔ وفي الدر المختار: فلو شرع في نفله ثم قطعه لا يلزمه قضاؤه؛ لأنه لا يشترط له الصوم على الظاهر. (الدر المختار مع الشامی: ۳/ ۴۳۴)۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ۵۰۴/ ۶، احسن الفتاویٰ: ۴/ ۵۱۱)

مذکورہ قاعدے کی رو سے اعتکاف منعقد نہ ہونا چاہیے۔ علامہ برجندیؒ نے اس اشکال کا جواب واضح طور پر دیا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اہل علم کے لیے اس کو انھیں کے الفاظ میں نقل کر دیا جائے وہ فرماتے ہیں:

فلوقیل: إِنَّ النَّذْرَ يَقْتَضِي كَوْنَ الْمُنْذَرِ فِيهِ قَرَبَةً وَنَفْسُ اللَّبْثِ فِي الْمَسْجِدِ لَيْسَ قَرَبَةً؛ إِذْ لَيْسَ لِلَّهِ تَعَالَى - وَاجِبٌ مِنْ جَنْسِهِ كَمَا فِي الصَّوْمِ وَالصَّلَاةِ وَنَحْوِهِمَا؛ لَكِنْ لَمَّا كَانَ الْغَرَضُ الْأَصْلِيُّ مِنْهُ الصَّلَاةُ بِالْجَمَاعَةِ، وَالصَّوْمُ شَرْطٌ لَهُ، كَانَ التَّزَامُهُ الْجَمَاعَةَ أَوْ الصَّوْمَ وَهُمَا مِنَ الْقُرْبِ. (برجندی شرح وقایہ)

”یعنی اگرچہ نفس مسجد میں ٹھہرنا کوئی ایسی عبادت نہیں، جس کی جنس سے کوئی واجب موجود ہو؛ لیکن اس کا مقصد اصلی نماز باجماعت ہے، اور روزہ اس کے لیے شرط ہے؛ لہذا اعتکاف کی نذر نماز اور روزے کی نذر کو متضمن ہے جو (قابل نذر) عبادت ہے؛ اس لیے اعتکاف کی نذر درست ہو جاتی ہے“

علامہ شامیؒ نے بھی اس مسئلے پر کتاب الایمان میں بحث فرمائی ہے اور اس کی مختلف وجوہ بیان کی ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ ”لبث فی المسجد“ کی جنس سے قعدہ اخیرہ فرض ہے، نیز وقوف بعرفہ فرض ہے؛ لیکن ان تمام وجوہ کو نقل کرنے کے بعد آخر میں لکھا ہے:

ثم يقال: تَحَقُّقُ الْإِجْمَاعِ عَلَى لُزُومِ الْإِعْتِكَافِ بِاللَّذْرِ مُوجِبٌ إِهْدَارِ اشْتِرَاطِ وَجُودِ وَاجِبٍ مِنْ جَنْسِهِ. (شامی: ۵/۵۱۷) جس کا حاصل یہ کہ اعتکاف کی نذر کی حجت عام قاعدے میں تو داخل نہیں ہوتی؛ لیکن چونکہ اس نذر کی صحت پر اجماع منعقد ہو گیا ہے؛ اس لیے اسے معتبر مانا جائے گا۔ (احکام اعتکاف: ۷۰، ۶۹)

نذر کا طریقہ

صرف کسی عبادت کا دل میں ارادہ کر لینے سے نذر نہیں ہوتی؛ بلکہ نذر کے الفاظ زبان سے ادا کرنا ضروری ہے؛ چنانچہ اگر کسی شخص نے دل ہی دل میں ارادہ کر رکھا ہے کہ فلاں

واجب اعتکاف

درج ذیل تین صورتوں میں حتمی طور پر اعتکاف واجب ہو جاتا ہے:

(۱) کوئی شخص زبان سے یہ کہے کہ ”اللہ کے لیے میرے اوپر مثلاً اتنے دن کا اعتکاف لازم ہے۔“

(۲) یا یہ کہے کہ ”اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو میں اتنے دن اعتکاف کروں گا“ تو اس کام کے ہونے پر اس پر اعتکاف کرنا ضروری ہوگا۔

(۳) جو مسنون اعتکاف کی نیت کر کے شروع کر دیا گیا ہو تو شروع کرنے سے وہ واجب ہو جاتا ہے اور اسے پورا کرنا ضروری ہوتا ہے۔

الاعتكاف سنة مشروعة يجب بالندب والتعليل بالشرط والشروع فيه اعتباراً بسائر العبادات. (خانية: ۱/۲۲۱) و مثله في الدر المختار (۳/۴۳۰) وَإِنَّمَا يَصِيرُ وَاجِباً بِأَحَدٍ أَمْرَيْنِ: أَحَدُهُمَا قَوْلٌ، وَهُوَ النَّذْرُ الْمُطْلَقُ بِأَنْ يَقُولَ: لِلَّهِ عَلَيَّ أَنْ أَعْتَكِفَ يَوْمًا أَوْ شَهْرًا أَوْ نَحْوَ ذَلِكَ ، وَالثَّانِي: فِعْلٌ وَهُوَ الشُّرُوعُ؛ لِأَنَّ الشُّرُوعَ فِي التَّطَوُّعِ مِلْزِمٌ عِنْدَنَا كَالنَّذْرِ. (بدائع الصنائع: ۲/۲۷۳، الھندیة: ۱/۲۱۱، البحر الرئق: ۲/۲۹۹، تاتار خانية: ۳/۴۲۴)۔ (کتاب المسائل: ۱۰۶/۲)

اعتکاف کی نذر کیوں درست ہے، جبکہ

اس کی جنس سے کوئی چیز واجب نہیں

فقہاء کرامؒ کی تصریح کے مطابق اعتکاف کی نذر صحیح ہو جاتی ہے اور یہ بات حدیث سے ثابت ہے؛ لیکن اس پر ایک علمی اشکال یہ ہو سکتا ہے کہ نذر کی صحت کے لیے فقہاء نے یہ قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ نذر صرف اس کے مثل کی صحیح ہوتی ہے، جو عبادت مقصودہ ہو اور اس کی جنس سے کوئی واجب پایا جاتا ہو؛ لیکن اعتکاف کی جنس سے کوئی واجب موجود نہیں ہے؛ اس لیے

کے متعلق عمل کر لے تو بہتر ہے۔ رکنُ النذرِ هو الصیغۃ الدالۃُ ہو قولہ.....
لِلّٰہِ۔ عَزَّ شَانُہُ۔ عَلَیْ کَذَا۔ (بدائع : ۴/۲۲۶) احکام اعتکاف: (۵۳) واضح رہے کہ یہ حکم
نذرِ مطلق کا ہے، نذرِ معلق میں صیغۃ التزام ضروری نہیں؛ کیونکہ تعلیق میں دلالت التزام
ہوتا ہے۔ (حسن الفتاوی: ۵/۲۸۴)

اعتکاف کی نذر دو طرح ہے

اعتکاف کی نذر دو طرح ہے: معلق، وغیر معلق۔

نذرِ معلق: اس طرح کہ مثلاً یوں کہا جاوے کہ ”میرا فلاں کام ہو گیا تو اللہ تعالیٰ کے
واسطے اعتکاف کروں گا“ یا اس طرح کہا کہ ”فلاں آدمی اگر سفر سے واپس آ گیا تو میرے ذمہ
تین روز اعتکاف کرنا لازم ہوگا“ اس طرح نذر اور منت ماننے سے اعتکاف لازم ہو جاتا ہے،
پھر مشروط کام ہو جانے پر اس نذر کو پورا کرنا فرض اور لازم ہوتا ہے، پورا نہ کرنے سے آدمی سخت
گنہگار ہو جاتا ہے؛ لیکن اگر شرط پوری نہیں ہوئی تو نذر کو پورا کرنا لازم نہیں ہوتا۔

نذرِ غیر معلق: مثلاً بلا شرط کے کسی نے یوں کہا کہ ”اللہ کے واسطے دس روز کا اعتکاف
میرے ذمہ واجب ہے“ یا یوں کہا کہ ”میرے اوپر اللہ کے واسطے دس روز کا اعتکاف لازم ہے“
غرض یہ کہ وجوب اور لزوم کے ہم معنی الفاظ سے نذر اور منت منعقد ہو جائے گی؛ خواہ صریح الفاظ
استعمال کرے یا نہ کرے، اعتکاف لازم ہو جائے گا۔ واجبٌ فی المنذور
تسجیزاً أو تعلیقاً۔ (مراقی الفلاح:) وفي الطحطاوي: قوله (تسجیزاً) كقوله: ”لِلّٰہِ
عَلِیْ اَنْ اَعْتَكِفَ کَذَا“۔ قوله (أو تعلیقاً) كقوله: ”اِنْ شَفِی اللّٰہُ مَرِیضِی
فَلَانَا، لَا اَعْتَكِفَنَّ کَذَا“۔ (طحطاوي علی مراقی الفلاح: ۷۰۰) جب تک آدمی زبان
سے نذر کے متعلق الفاظ استعمال نہ کرے گا، صرف دل کی نیت اور ارادے سے نذر منعقد نہ
ہوگی، اور اس کا پورا کرنا لازم نہیں ہوگا، مگر دل کی نیت اور ارادے کے مطابق اس عمل کو کر لینا
جس کا ارادہ کیا، بہتر ہے۔ (جواہر الفتاوی: ۲۶، ۲۷)

دن اعتکاف کروں گا، تو صرف ارادے سے اعتکاف کرنا واجب نہیں ہوگا۔ ولا یجبُ الاّ
بالنذرِ والنذرُ لا یكونُ الاّ باللسان، ولو نذرَ بقلبه لا یلزمُ۔ (البزازیۃ علی هامش
الہندیۃ: ۴/۱۰۵۴) نیز زبان سے بھی اگر صرف ارادہ کا اظہار کیا، مثلاً: ”یہ کہا کہ“ ”میرا ارادہ
ہے کہ فلاں دن اعتکاف کروں گا“ تو اس سے بھی نذر منعقد نہ ہوگی؛ بلکہ نذر کے لیے ضروری
ہے کہ کوئی ایسا جملہ استعمال کرے، جس کا مفہوم یہ نکلتا ہو کہ میں نے اعتکاف کو اپنے ذمہ لازم
کر لیا ہے یا جو عرفاً نذر کے معنی میں استعمال ہوتا ہو، مثلاً: ”یہ کہے کہ“ ”میں فلاں دن کے اعتکاف
کی منت مانتا ہوں“ یا ”میں نے فلاں دن کا اعتکاف اپنے اوپر لازم کر لیا“ یا ”میں اللہ تعالیٰ
سے عہد کرتا ہوں کہ فلاں دن کا اعتکاف کروں گا“ یا ”اللہ تعالیٰ نے فلاں بیمار کو تندرست کر دیا
تو اتنے دن کا اعتکاف کروں گا“ ان تمام صورتوں میں نذر صحیح ہو جائے گی اور اعتکاف واجب
ہو جائے گا۔ (احکام اعتکاف: ۵۲)

نذر کرتے وقت متصل انشاء اللہ کہہ دینا

58

نذر کرتے وقت اگر متصل ”إنشاء اللہ“ کہہ دیا یا اس کے ہم معنی کوئی لفظ یا جملہ استعمال کیا
تو اس وقت نذر صحیح نہ ہوگی، مثلاً: یوں کہا کہ ”اگر فلاں کام ہوگا تو میں انشاء اللہ تین روز اعتکاف
کروں گا“ یا ”اللہ نے چاہا تو اتنی رقم صدقہ کروں گا“ یا ”اللہ کی مشیت ہوئی تو ایک بکرا دوں
گا“ تو اس طرح کہنے سے نذر صحیح نہیں ہوگی؛ کیونکہ جملہ ”إن شاء اللہ“ کی وجہ سے وجوب
اور لزوم کا معنی باقی نہیں رہتا؛ لہذا اس طرح کہنے والے پر اعتکاف کرنا، مسمی رقم کا صدقہ کرنا،
بکرا صدقہ کرنا واجب اور ضروری نہ ہوگا۔ وَصَلَ بِحَلْفِهِ ”اِنْ شَاءَ اللّٰہُ“ بَطُلَ یَمِیْنُہُ۔
(الدر المختار مع الشامی: ۵/۵۲۶)۔ (جواہر الفتاوی: ۲۷، احکام اعتکاف: ۵۳)

لزوم کے الفاظ کے بغیر نذر

اگر کوئی شخص ”إن شاء اللہ“ کہے بغیر یہ کہے کہ: ”میں فلاں دن اعتکاف کروں گا“
اور منت یا عہد وغیرہ کا کوئی لفظ استعمال نہیں کیا، تو اس سے نذر منعقد نہیں ہوئی؛ لیکن احتیاطاً اس

یشیر إلی أنه لو صام رجل تطوعاً، ثم قال قبل انتصاف النهار: ”عليّ اعتكاف هذا اليوم“ لا يكون عليه شيء؛ لأن صومه انعقد تطوعاً، فتعذر جعله بنذر الاعتكاف. (فتح القدیر ۲/۲۹۵)

صرف ایک دن کی نذر کا حکم

اگر کسی نے صرف ایک دن کے اعتکاف کی نذر مانی تو اس پر صرف دن دن کا اعتکاف واجب ہوگا؛ چنانچہ اسے چاہیے کہ صبح صادق سے پہلے مسجد میں داخل ہو جائے، اور شام کو غروب آفتاب کے بعد باہر نکلے، ہاں اگر ایک دن اعتکاف کی نذر مانتے وقت دل میں یہ نیت تھی کہ چوبیس گھنٹے اعتکاف کروں گا، یعنی رات اعتکاف میں بسر کروں گا تو پھر چوبیس گھنٹے کا اعتکاف لازم ہوگا، اس صورت میں اسے چاہیے کہ رمضان کے اعتکاف کی طرح غروب آفتاب سے پہلے مسجد میں داخل ہو اور اگلے غروب آفتاب کے بعد باہر نکلے۔ فإن قال: ”لله عليّ أن اعتكف يوماً“، لزمه فقط، سواء نواه فقط أو لم تكن له نيّة، ولا يدخل ليلته، ويدخل المسجد قبل الفجر ويخرج بعد الغروب، فإن نوى الليلة معه لزمه. (البحر الرائق: ۲/۵۳۳) و متى دخل في اعتكافه الليل أو النهار فابتدأه من الليل. (البحر الرائق: ۲/۵۳۴) (احکام اعتکاف: ۵۵، جواہر الفتاوی: ۳۰)

اگر صرف ایک رات کے اعتکاف کی نذر مانے

اگر کسی شخص نے صرف ایک رات اعتکاف کرنے کی نذر مانی تو یہ نذر صحیح نہیں ہوئی، اور اس پر کچھ واجب نہ ہوگا؛ کیونکہ رات کے وقت روزہ نہیں ہو سکتا، اور اعتکاف بغیر روزے کے ممکن نہیں، ایسی صورت میں اگر وہ رات کو اعتکاف کرے گا تو اعتکاف نفل کا ثواب ملے گا، اور اگر نذر مانتے وقت یہ

نیت کی تھی کہ دن بھی نذر میں داخل ہے تب بھی وہی حکم ہے اور کچھ واجب نہ ہوگا۔ ولو نذر اعتكاف ليلة، لا يلزمه شيء، وإن نوى اليوم لم تصح نيّته. (تاتار خانيہ: ۳/۴۹۴، ۴/۴۹۴) (احکام اعتکاف: ۵۵، جواہر الفتاوی: ۳۰)

باعتبار وقت نذر کی قسمیں اور ان کا حکم

نذر باعتبار وقت کے کبھی معین اور کبھی غیر معین ہوتی ہے۔

نذر معین: نذر معین کا مطلب یہ ہے کہ کسی خاص مہینے یا دنوں میں اعتکاف کی نیت کرے، مثلاً نذر مانے کہ ”شعبان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کروں گا“ اس صورت میں انھیں دنوں میں اعتکاف کرنا واجب ہوگا، جن دنوں کی نذر مانی ہے، بلا عذر شرعی متعین ایام اور مہینے سے اعتکاف نذر کو مؤخر کرنا گناہ ہے، نذر موقت میں متعین زمانے کے گذر جانے سے اعتکاف نذر یا دوسری نذر ساقط نہیں ہوتی؛ لہذا بلا عذر یا عذر کی وجہ سے متعین زمانے میں اگر اعتکاف نذر یا دوسری نذر کو پورا نہ کیا جاسکا تو دوسرے اوقات میں نذر کو پورا اور قضاء کرنا واجب ہے۔ ولو أوجب عليّ نفسه اعتكاف شهر بعينه بأن قال: ”لله عليّ أن اعتكف رجب“، يلزمه أن يعتكف فيه لصومه متتابعاً.... فإن لم يعتكف في رجب، حتى مضى، يلزمه اعتكاف شهرٍ لصومه متتابعاً. (بدائع الصنائع: ۲/۲۷۹)

نذر غیر معین: نذر غیر معین کا مطلب یہ ہے کہ نذر ماننے والے نے کوئی مہینہ یا تاریخ مقرر نہ کی ہو، مثلاً: یہ نذر مانی کہ ”تین دن کا اعتکاف کروں گا“ تو اس نذر کو پوری زندگی میں کسی بھی وقت میں ادا کر سکتا ہے، اور ان دنوں میں اعتکاف کرنے سے نذر پوری ہو جائے گی؛ البتہ اعتکاف غیر معین کو بھی جلدی جلدی پوری کر لینا بہتر ہے إذا نذر اعتكاف شهرٍ بغير عينه فجميع العمر وقته، كما في النذر بالصوم في وقتٍ بغير عينه وفي أي وقتٍ أدّى، كان مؤدياً قاضياً. (بدائع الصنائع: ۲/۲۸۹) (احکام اعتکاف: ۵۳، جواہر الفتاوی: ۲۸)

ایک دن سے کم کے اعتکاف کی نذر کا حکم

نذر کا اعتکاف ایک دن سے کم کا نہیں ہوتا؛ لہذا اگر کوئی شخص ایک دن سے کم کے اعتکاف کی نذر مانے تو درست نہ ہوگا۔ و علی هذه الرواية لا يكون أقل من يوم،

رات کے وقت اعتکاف کرنے کی تھی تو کچھ واجب نہ ہوگا۔ ولو قال: ”لِلّٰهِ عَلَيَّ اَنْ اَعْتَكِفَ لَيْلَتَيْنِ“..... ولو نوى اللّٰيلَ دون النّهار صَحَّتْ نِيَّتُهُ؛ لَأنَّهُ نوى حَقِيقَةَ كَلَامِهِ، وَلَا يَلْزَمُهُ شَيْءٌ. (بدائع الصنائع: ۲/۲۷۷)۔ (احکام اعتکاف: ۵۵)

ایک مہینے کے اعتکاف کی نذر کا حکم

اگر کوئی شخص تیس دن کے اعتکاف کی نذر مانے تو تیس دن، مع رات کے مسلسل اعتکاف کرنا لازم ہوگا؛ البتہ اگر وہ یہ کہے کہ میری نیت صرف دن دن کے اعتکاف کی تھی تو اس کا قول معتبر ہوگا، اور اس کو متابعتاً یا متفرقاً ہر طرح اعتکاف کرنے کا اختیار ہوگا، اور اگر یہ کہے کہ میری نیت تیس دن سے تیس راتوں کی تھی تو اس کا قول معتبر نہ ہوگا؛ کیونکہ حقیقت کلام کے برخلاف ہے، اور اگر کوئی شخص ایک مہینے کے اعتکاف کی نذر مانے تو دن اور رات دونوں کا اعتکاف کرنا ہوگا، اور اس صورت میں اس کا یہ کہنا کہ میں نے دن مراد لیا تھا یا رات معتبر نہ ہوگا، الا یہ کہ وہ بوقت نذر صراحت کر دے کہ ایک مہینے دن کے اعتکاف کی نذر مانتا ہوں۔

نذر میں رات داخل ہونے کی صورت میں دخول کا وقت

جن صورتوں میں بھی اعتکاف کی نذر میں دن کے ساتھ رات شامل ہو، ان سب صورتوں میں طریقہ یہی ہوگا کہ غروب آفتاب سے پہلے مسجد میں داخل ہو، یعنی رات سے اعتکاف کی ابتداء کرے۔ ومتى دَخَلَ فِي اعتكافه اللّيلُ مع النّهار فابتدأهُ يَكُونُ مِنَ اللّيلِ؛ لِأَنَّ الْأَصْلَ أَنَّ كُلَّ لَيْلَةٍ تَتَّبِعُ الْيَوْمَ الَّذِي بَعْدَهَا. (المبسوط: ۳/۱۲۲)۔ (احکام اعتکاف: ۵۵)

کیا ایک سے زائد دنوں کی نذر میں تسلسل ضروری ہے؟

ایک سے زائد دنوں کے اعتکاف کی نذر میں دنوں میں پے درپے روزانہ اعتکاف کرنا واجب ہے، بیچ میں وقفہ کر کے اعتکاف نہیں کر سکتا ہے، مثلاً: کسی شخص نے نذر مانی کہ ”ایک مہینہ کا اعتکاف کروں گا“، تو مسلسل ایک مہینے تک بغیر وقفہ کے روزے کے ساتھ اعتکاف کرنا

دو یا دو سے زائد دنوں یا راتوں کے اعتکاف کا حکم

اگر کسی شخص نے دو یا زیادہ دنوں کے اعتکاف کی نذر مانی تو دنوں اور راتوں، دونوں کا اعتکاف لازم ہوگا، اسی طرح اگر دو یا زیادہ راتوں کے اعتکاف کی نذر کی، تب بھی دنوں اور راتوں دونوں کا اعتکاف کرنا ہوگا۔ قال في البدائع: ولو قال: ”لِلّٰهِ عَلَيَّ اَنْ اَعْتَكِفَ يَوْمَيْنِ“ وَلَا نِيَّةَ لَهُ يَلْزَمُهُ اعتكافُ يَوْمَيْنِ بِلَيْلَتِهِمَا..... و لو قال: ”لِلّٰهِ عَلَيَّ اَنْ اَعْتَكِفَ لَيْلَتَيْنِ“ وَلَا نِيَّةَ لَهُ يَلْزَمُ اعتكافُ لَيْلَتَيْنِ مع يَوْميهما..... والأصل في هذا أَنَّ الْأَيَّامَ إِذَا ذُكِرَتْ بلفظ الجمع، يَدْخُلُ مَا بَازِئُهَا مِنَ اللَّيَالِي وَ كَذَا اللَّيَالِي إِذَا ذُكِرَتْ بلفظ الجمع، يَدْخُلُ مَا بَازِئُهَا مِنَ الْأَيَّامِ. (بدائع الصنائع: ۲/۲۷۶، ۲۷۷)۔ (احکام اعتکاف: ۵۵)

دو یا زیادہ دن کے اعتکاف کی نذر میں صرف دن دن مراد لینا

60

اگر کسی شخص نے دو یا زیادہ دنوں کے اعتکاف کی نذر کی اور نیت یہ تھی کہ صرف دن دن میں اعتکاف کروں گا اور رات کو مسجد سے باہر آ جایا کروں گا تو یہ نیت شرعاً درست ہے، اس صورت میں صرف دنوں کا اعتکاف واجب ہوگا؛ چنانچہ ایسا شخص روزانہ صبح صادق سے پہلے مسجد میں جائے اور غروب آفتاب کے بعد چلا جائے۔ ولو نوى يومين خاصة دون ليلتهما صحت نِيَّتُهُ، وَيَلْزَمُ اعتكافُ يومين بغير ليلة؛ لِأَنَّهُ نوى حَقِيقَةَ كَلَامِهِ وَهُوَ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ تَابَعَ وَإِنْ شَاءَ فَرَّقَ..... فَيَدْخُلُ فِي كُلِّ يَوْمٍ الْمَسْجِدَ قَبْلَ طُلُوعِ الْفَجْرِ وَيُخْرِجُ مِنْهُ بَعْدَ غُرُوبِ الشَّمْسِ. (بدائع الصنائع: ۲/۲۷۷)۔ (احکام اعتکاف: ۵۵)

دو یا زیادہ راتوں کی نذر میں صرف راتیں مراد لینا

اگر کسی شخص نے دو یا زیادہ راتوں کے اعتکاف کرنے کی نذر کی اور نیت صرف رات

اور جو چیز بالذات مقصود ہوتی ہے، وہ غیر سے ادا نہیں ہوتی، یہاں تک کہ اگر کسی مہینے کے اعتکاف کی نذر کی اور رمضان میں اعتکاف کیا تو جائز نہیں؛ البتہ اگر وہ نذر والے رمضان کے روزے بھی نہ رکھے تو روزے کی قضاء کے ساتھ اعتکاف بھی کر سکتا ہے؛ اس لیے کہ قضاء مثل ادا کے واقع ہوتی ہے۔

بلا تعین وقت نذرمان کر رمضان کے روزوں کے ساتھ

اعتکاف کرنا

کسی نے بلا تعین وقت کسی بھی وقت دس روز یا تین روز اعتکاف کرنے کی منت کی تھی اگر غیر رمضان میں پورا کرتا ہے تو غیر واجب روزوں کے ساتھ پورا کرے گا، اگر رمضان المبارک میں پورا کرتا ہے تو رمضان المبارک کے روزوں کے ساتھ پورا کر سکتا ہے۔ (جواہر الفتاویٰ: ۲۹)

ایام خمسہ منہیہ کے اعتکاف کی نذر کا حکم

اگر کوئی شخص ان پانچ دن کے اعتکاف کی نذر مانے (عیدین اور گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں ذی الحجہ) کہ جن میں روزہ رکھنا ممنوع ہے، تو یہ نذر درست ہے، ایسے شخص کو چاہیے کہ دوسرے ایام میں روزہ رکھ کر اعتکاف کی قضاء کرے اور اگر اس نے یمین کا ارادہ کیا ہو تو کفارہ یمین بھی ادا کرے؛ لیکن اگر اس نے انھیں ایام میں روزہ رکھ کر اعتکاف کر لیا تو اعتکاف درست ہو جائے گا، اور نذر سے بری ہو جائے گا؛ البتہ ایسا کرنا برا ہے۔ قال فی البدائع: ولو نذر أن يعتكف يومی العيد و أيام التشريق، فهو علی الروایتین اللّٰتین ذکرهما فی الصوم أن علی رواية محمد عن أبي حنيفة یصح نذرہ؛ لكن یقال له اقض فی يوم آخر، ویکفر الیمین إن كان أراد به الیمین، وإن اعتكف فیها، جاز وخرج عن عهد النذر وکان مسیئاً. (بدائع الصنائع: ۲/۲۸۰)

واجب ہے، اگر کسی دن اعتکاف چھوٹ گیا تو از سر نو پورے مہینے کا اعتکاف کرنا واجب ہوگا۔ ہاں! اگر نذر کرتے وقت یہ صراحت کر دے کہ ”تمیں متفرق دنوں میں اعتکاف کروں گا“ تب وقفہ کے ساتھ بھی اعتکاف کر سکتا ہے۔ ولو قال: ”لله علی أن اعتكف شهراً“ یلزمه اعتكاف شهر أی شهر کان متتابعاً فی النهار واللیالی جمیعاً، سواء ذکر التسابع أولاً، وتعیین ذلك الشهر إلیه إلی قوله ولو قال: ”لله علی أن اعتكف شهراً النهار دون اللیل“ یلزمه كما التزم وهو اعتكاف شهر بالایام دون اللیالی؛ لأنه لما قال: النهار دون اللیل فقد لغا ذکر الشهر..... وکان بالخیار إن شاء تابع وإن شاء فرق؛ لأنه تلفظ بالنهار. (بدائع: ۲/۲۷۸). (احکام اعتکاف: ۵۶)

اعتکاف مندور میں روزہ

اعتکاف مندور کے لیے روزہ شرط ہے، خواہ نذر کے وقت روزہ کا نام لیا ہو یا نہ لیا ہو، روزہ کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو، حتیٰ کہ اگر روزہ کی نفی کی ہو، تب بھی روزہ رکھنا ضروری ہوگا؛ لہذا آدمی جب اعتکاف نذر کو پورا کرے گا، روزہ کے ساتھ پورا کرے گا، بغیر روزہ کے اعتکاف نذر صحیح نہ ہوگا۔ ومنہا: الصوم وهو شرط الواجب منه رواية واحدة..... ولو قال: ”لله علی أن اعتكف شهراً بغير صوم“ فعليه أن يعتكف ويصوم. (الهندية: ۱/۲۱۱)۔ (احکام اعتکاف: ۵۴، جواہر الفتاویٰ: ۲۹)

رمضان کے مہینے کے اعتکاف کی نذر

رمضان میں اعتکاف کرنے کی نذر کرے تو رمضان کے روزے کے ساتھ اعتکاف نذر صحیح ہوگا، اگر ایسا شخص رمضان کے روزے رکھے اور اعتکاف نہ کرے تو اس کو چاہیے کہ کسی اور مہینے میں روزہ رکھ کر اعتکاف کرے، اگر اس نے ایسا نہیں کیا اور دوسرا رمضان آگیا تو اب رمضان کے روزے کے ساتھ قضاء کرنا کافی نہ ہوگا، اور اس سے نذر ادا نہ ہوگی؛ اس لیے کہ جو روزے اپنے وقت سے فوت ہو گئے، وہ اس کے ذمہ دین ہو گئے اور وہ بالذات مقصود ہو گئے

(۱) اگر ایک دن کے اعتکاف کی نذر کی؟

(۲) اگر ایک رات کے اعتکاف کی نذر کی؟

(۳) اگر یہ نذر کی کہ صرف دن کا اعتکاف کروں گا، رات کا نہیں کروں گا؟

(۴) اگر یہ نذر کی کہ صرف رات کا اعتکاف کروں گا، دن کا اعتکاف نہیں کروں گا؟

(۵) اگر یہ نذر کی کہ دو یا تین یا اس سے زیادہ دنوں کا اعتکاف کروں گا؟

(۶) اگر یہ نذر کی کہ دو یا تین یا اس سے زیادہ راتوں کا اعتکاف کروں گا؟

(۷) اگر یہ نذر کی کہ دو یا تین یا اس سے زیادہ دنوں کا اعتکاف کروں گا اور نیت صرف دنوں کی تھی؟

(۸) اگر یہ نذر کی کہ دو یا تین یا اس سے زیادہ راتوں کا اعتکاف کروں گا اور نیت صرف راتوں کی تھی؟

(۹) اگر دو یا تین یا زیادہ دنوں کی نذر کی اور نیت صرف رات کی تھی؟

(۱۰) اگر دو یا تین یا اس سے زیادہ راتوں کی نذر کی اور نیت صرف دنوں کی تھی؟
بینوا تو جروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

(۱) اگر ایک دن کے اعتکاف کی نذر کی تو صرف ایک دن کا اعتکاف واجب ہوگا، صبح صادق کے وقت سے شروع کر کے غروب آفتاب تک۔

(۲) اگر ایک دن کے اعتکاف کی نذر کی اور دن رات دونوں کی نیت کی تو دونوں کا واجب ہوگا۔

(۳) اگر ایک رات کے اعتکاف کی نذر کی تو صحیح نہیں، کچھ واجب نہ ہوگا۔

(۴) اگر ایک رات کے اعتکاف کی نذر کی، مگر رات بول کر دن مراد لیا تو ایک دن کا اعتکاف واجب ہوگا۔

(۵) دنوں اور راتوں دونوں کا اعتکاف کرنا ہوگا۔

(۶) دنوں اور راتوں دونوں کا اعتکاف کرنا ہوگا۔

معین دن یا معین مہینے کے اعتکاف کی نذر مان کر

اس سے پہلے کرنا

اگر کوئی شخص کسی معین دن یا معین مہینے کے اعتکاف کی نذر مان کر اس سے پہلے کر لے تو ایسا کرنا جائز ہے۔ لو نَذَرَ اعتكافَ يومٍ أو شهرٍ مُعَيَّنٍ فاعتكفَ قبله يجوز؛ لما أُنْ التَّعجيلَ بعد وجود السببِ جائزٌ. (البحر الرائق: ۲/۵۳۵)

مسجد حرام میں اعتکاف کی نذر مان کر کسی اور

مسجد میں اعتکاف کرنا

اگر کوئی شخص مسجد حرام میں اعتکاف کی نذر مان کر کسی اور مسجد میں اعتکاف کر لے تو ایسا کرنا درست ہے۔ قال في البحر: إذا نَذَرَ الاعتكافَ بالمسجدِ الحرامِ فاعتكفَ في غيره، فإنه يَجُوزُ. (البحر الرائق: ۲/۵۳۵)

زمانہ ماضی کے اعتکاف کی نذر ماننا

اگر کوئی شخص زمانہ ماضی کے اعتکاف کی نذر مانے تو اس پر کوئی چیز لازم نہیں۔ قال في المبسوط: وإن نَذَرَ اعتكافَ وقتٍ ماضٍ وهو يَعْلَمُ أو لا يَعْلَمُ فلا شيءَ عليه؛ لأنَّ ما يُوجِبُهُ على نفسه معتبرٌ بما أَوْجَبَ اللَّهُ تعالى ولم يَتَعَبَّدِ اللَّهُ بشيءٍ من العباداتِ في الزَّمانِ الماضي وصحةُ الأداءِ باعتبارِ إمكانِ الأداءِ، وذلك لا يَتَحَقَّقُ في الزَّمانِ الماضي. (المبسوط للسرخسي: ۳/۱۲۵)

اعتکاف منذور کی مختلف صورتیں اور ان کے احکام

سوال: کیا مندرجہ ذیل صورتوں میں دن رات دونوں کا اعتکاف کرنا ہوگا، یا صرف دن کا یا صرف رات کا؟

اب میں یہ چاہتا ہوں کہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں، ہر ماہ کے درمیانی عشرہ میں گھر پر ہی اعتکاف کروں، کیا میں ایسا کر سکتا ہوں؟

الجواب: مسجد میں لگا تار اعتکاف فرمائیں، تفریق درست نہیں، مراقی میں ہے ”وَلَزِمَتْهُ الْاَيَّامُ بِنَدْرِ اللَّيَالِي مُتَابَعَةً وَإِنْ لَمْ يَشْتَرِطِ التَّابَعُ فِي ظَاهِرِ الرَّوَايَةِ؛ لِأَنَّ مَبْنَى الْعِتْكَافِ عَلَى التَّابَعِ، وَتَأْثِيرُهُ أَنَّ مَا كَانَ مُتَفَرِّقًا فِي نَفْسِهِ لَا يَجِبُ الْوَصْلُ فِيهِ إِلَّا بِالتَّنْصِصِ وَمَا كَانَ مُتَّصِلَ الْأَجْزَاءِ لَا يَجُوزُ تَفْرِيقُهُ إِلَّا بِالتَّنْصِصِ. (طحطاوي علی المراقی: ۳۸۵) منه مَا لَزِمَ بِنَدْرِ الْعِتْكَافِ وَهُوَ مُتَّابِعٌ وَإِنْ لَمْ يُنْصَ عَلَيْهِ. (خیر الفتاوی: ۱۳۱/۴)

اعتکاف کی منت پوری نہ کر سکے تو کیا کرے

سوال: میں نے ایک منت مانی تھی کہ اگر میری مراد پوری ہوگئی تو میں اعتکاف میں بیٹھوں گا؛ مگر میں اس طرح نہ کر سکا، تو مجھے بتائیں کہ میں اس کے بدلے میں کیا کروں کہ میری یہ منت پوری ہو جائے، باقی دو روزے نہ رکھنے کے لیے، بتائیے کہ کتنے فقیروں کو کھانا کھانا ہوگا؟

الجواب: (۱) آپ نے جتنے دن کے اعتکاف کی منت مانگی تھی، اتنے دن کا اعتکاف میں بیٹھنا آپ پر واجب ہے، اور اعتکاف روزے کے بغیر نہیں ہوتا؛ اس لیے ساتھ روزے رکھنا بھی واجب ہے، جب تک آپ یہ واجب ادا نہیں کریں گے، آپ کے ذمہ رہے گا، اور اگر اسی طرح بغیر کیے مر گئے تو قدرت کے باوجود واجب روزوں کے ادا نہ کرنے کی سزا جھگلتا ہوگی، اور آپ کے ذمہ روزوں کا فدیہ ادا کرنے کی وصیت بھی لازم ہوگی۔ (۲) جتنے دن کے روزوں کی منت مانی تھی، اتنے دن کا روزہ رکھنا ضروری ہے، اس کا فدیہ ادا نہیں کیا جاسکتا، البتہ آپ اتنے بوڑھے ہو گئے ہوں کہ روزہ نہیں رکھا جاسکتا یا ایسے دائمی مریض ہوں کہ شفا کی امید ختم ہو چکی ہے تو آپ ہر روزے کے عوض کسی محتاج کو دو وقت کا کھانا کھلا دیجئے یا صدقہ فطری کی مقدار غلہ یا نقد روپے دے دیجئے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۱۹/۳)

(۷) صرف دنوں کا اعتکاف واجب ہوگا۔

(۸) کچھ واجب نہ ہوگا۔

(۹) دن اور رات دونوں کا اعتکاف کرنا ہوگا۔

(۱۰) صرف دنوں کا اعتکاف ضروری ہوگا۔

(احسن الفتاوی: ۵۰۴/۴)

منذور اعتکاف قضاء روزے کے ساتھ صحیح نہیں

سوال: منذور اعتکاف ماہ رمضان کے قضاء روزوں کے ضمن میں ادا ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بَيْنُوا تَوَجُّرُوا۔

الجواب: باسم ملهم الصواب

اگر کسی نے معین رمضان میں اعتکاف کی نذر مانی تو اس کو رمضان کے روزوں کے ساتھ ادا کیا جاسکتا ہے، اگر رمضان میں اعتکاف نہ کر سکا تو اسی رمضان کے قضاء روزوں کے ساتھ بھی ادا ہو سکتا ہے، ورنہ مستقل نفل روزے کے ساتھ اعتکاف کرے، اگر غیر معین اعتکاف کی نذر کی ہو تو اس کے لیے مستقل روزہ رکھے، قضاء روزہ کافی نہیں۔ قال في التنوير: فلو نذر اعتكاف شهر رمضان لزمه، وأجزأه عن صوم الاعتكاف وإن لم يعتكف قضى شهر أبصوم مقصود، وفي الشرح لعود شرطه إلى الكمال الأصلي فلم يجز في رمضان آخر ولا في واجب سوى قضاء رمضان الأول؛ لأنه خلف عنه وتحقيقه في الأصول في بحث الأمر. (تنوير مع الدر: ۴۳۲/۳، ۴۳۳)۔ (احسن الفتاوی: ۵۰۶/۴)

چالیس دن اعتکاف کی نذر مانی تو لگا تار اعتکاف کرے

سوال: یہ واجب اعتکاف صرف ایصال ثواب کے لیے، یعنی غیر مشروط ہے کسی نیت کی وجہ سے نہیں، الفاظ یہ تھے کہ اگلے سال حضور ﷺ کو بغرض ثواب چالیس دن اعتکاف کروں گا اور پھر چالیس یوم کا بغرض ثواب فلاں فلاں کو۔

اعتکاف شہر فَمَاتَ، أَطْعَمَ لِكُلِّ يَوْمٍ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ أَوْ صَاعاً مِنْ تَمْرٍ أَوْ شَعِيرٍ... وَيَجِبُ عَلَيْهِ أَنْ يُوصِيَ. (الہندیہ: ۱/۲۱۴)۔ (آداب الاعتکاف: ۹۲)

اگر کوئی شخص بیماری میں نذر مانے اور

تندرست ہونے سے پہلے وفات پا جائے

اگر کسی شخص کو نذر پوری کرنے کا موقع ہی نہیں ملا، مثلاً: اس نے بیماری میں نذر مانی تھی، اور تندرست ہونے سے پہلے ہی مر گیا تو اس پر کچھ واجب نہیں؛ لیکن اگر وہ ایک دن بھی اچھا ہوا اور لائق اعتکاف ہوا تو ایام منذور کا فدیہ اس کے ذمہ واجب ہوگا۔ وَلَوْ نَذَرَ اعْتِكَافَ شَهْرٍ وَهُوَ مَرِيضٌ فَلَمْ يَبْرَأْ حَتَّى مَاتَ، لَا شَيْءَ عَلَيْهِ، وَإِنْ صَحَّ يَوْمًا، ثُمَّ مَاتَ أَطْعَمَ عَنْهُ مِنْ جَمِيعِ الشَّهْرِ. (فتاویٰ سراجیہ: ۱۷۳) (احکام اعتکاف: ۵۷، آداب الاعتکاف: ۹۲)

اعتکاف منذور کی پابندیاں

اعتکاف منذور میں وہ تمام پابندیاں ہیں جو اعتکاف مسنون میں ہیں، یعنی اعتکاف مسنون میں جن کاموں کے لیے نکلنا جائز ہے، ان کے لیے یہاں بھی جائز ہے اور جن کاموں کے لیے وہاں جائز نہیں، یہاں بھی جائز نہیں۔ (احکام اعتکاف: ۵۷)

☆☆☆☆☆☆

اعتکاف منذور ٹوٹنے کی صورت میں قضاء کا حکم

جب ایک سے زیادہ دنوں کے اعتکاف کی نذر مانی ہو تو ان دنوں میں پے درپے روزانہ اعتکاف کرنا واجب ہے، بیچ میں وقفہ کر کے اعتکاف نہیں کر سکتا، مثلاً کسی نے نذر مانی کہ ”ایک مہینہ کا اعتکاف کروں گا“ تو مسلسل ایک مہینے تک بغیر وقفے کے روزے کے ساتھ اعتکاف کرنا واجب ہے، اگر کسی دن اعتکاف چھوٹ گیا تو از سر نو پورے مہینے کا اعتکاف کرنا واجب ہوگا۔ (۱) ہاں! اگر نذر کرتے وقت یہ صراحت کر دے کہ ”تیس متفرق دنوں میں اعتکاف کروں گا“ تب وقفے کے ساتھ بھی اعتکاف کر سکتا ہے۔ (احکام اعتکاف: ۵۵)

اعتکاف منذور کا فدیہ

اگر وقت ملنے کے باوجود اعتکاف نذر پورا نہ کیا، یہاں تک کہ مرض موت کا وقت آ گیا یا ایسی بیماری میں مبتلا ہو گیا، جس کے بعد نذر کو پورا نہیں کر سکتا، تو اس پر واجب ہے کہ اعتکاف کے بدلے فدیہ کے ادائیگی کی وصیت کرے، وصیت کرنے کی صورت میں جتنے دن کی نذر مانی تھی اتنے دن فدیہ واجب ہوگا۔ اور ایک دن کے اعتکاف کا فدیہ پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت ہے، اگر اس شخص نے وصیت نہیں کی تو وارثین کے ذمہ فدیہ واجب نہیں، ہاں! اگر بالغ وارثین اپنی طرف سے تبرعاً ادا کر دیں تو درست ہے۔ قَالَ فِي الْهِنْدِيَّةِ: وَلَوْ نَذَرَ

(۱) اعتکاف منذور معین میں ہندیہ، شامی، بدائع، بحر اور خلاصۃ الفتاویٰ وغیرہ کی عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ صرف اسی دن کی قضاء کرے گا، جس دن کا اعتکاف فاسد ہوا ہے۔ نئے سرے سے اتنے دن پورا کرنا واجب نہیں؛ اس لیے حضرت کی یہ بات علی الاطلاق درست معلوم نہیں ہوتی۔ قَالَ فِي خِلَاصَةِ الْفَتَاوَى: وَفِي شَرْحِ الطَّحَاوِيِّ: أَوْ جَبَّ عَلَى نَفْسِهِ اعْتِكَافَ شَهْرٍ بَعِيْنِهِ، لَزِمَهُ مُتَتَابِعاً وَلَوْ أَفْطَرَ يَوْمًا أَوْ يَوْمَيْنِ عَلَيْهِ قَضَاءُ مَا أَفْطَرَ فَلَا يَلْزِمُهُ قَضَاءُ مَا صَحَّ اعْتِكَافُهُ فِيهِ وَلَا يَجِبُ الاسْتِقْبَالُ وَإِنْ لَزِمَهُ التَّنَاقُ كَمَا فِي صَوْمِ رَمَضَانَ إِنْ أَفْطَرَ يَوْمًا، لَا يَلْزِمُهُ الاسْتِقْبَالُ وَإِنْ أَوْجَبَ التَّنَاقُ. (۲۷۱/۱) البتہ اگر سرے سے اعتکاف نہ کر سکتا تو مسلسل کے ساتھ اعتکاف کرنا ہوگا۔ وَإِنْ فَاتَهُ كُلُّهُ قَضَى الْكُلَّ مُتَتَابِعاً؛ لِأَنَّهُ لَمَّا لَمْ يَعْتِكَفْ؛ حَتَّى مَضَى الْوَقْتُ، صَارَ الْاعْتِكَافُ دَيْنًا فِي ذِمَّتِهِ فَصَارَ كَأَنَّهُ أَنْشَأَ النَّذَرَ بِاعْتِكَافِ شَهْرٍ بَعِيْنِهِ. (بدائع الصنائع: ۲/۲۸۹)

ان کے لیے مسجد میں ایک قبہ بنایا گیا؛ چنانچہ حضرت حفصہؓ نے سنا تو انھوں نے بھی شوقِ اعتکاف میں قبہ بنایا، حضرت زینبؓ نے سنا تو انھوں نے بھی شوقِ اعتکاف میں قبہ بنایا۔“ (۱)

ازواجِ مطہرات کا اعتکاف

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے، وفات تک آپ ﷺ کا یہی معمول رہا، آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات اہتمام سے اعتکاف کرتی رہیں۔ ثم اعتكفت أزواجه أي في بيوتهن لما سبق من عدم رضا عليه السلام۔ لِفَعْلِهِنَّ۔ (مرقاۃ: ۴/۳۲۶)

تشریح: ازواجِ مطہرات اپنے حجرہ میں اعتکاف فرماتی تھیں، اور خواتین کے لیے اعتکاف کی جگہ ان کے گھر کی وہی جگہ ہے، جو انھوں نے نماز کے لیے مقرر کر رکھی ہو، اگر گھر میں کوئی خاص جگہ مقرر نہ ہو تو اعتکاف کرنے والی خواتین کو ایسی جگہ مقرر کر لینی چاہیے۔ (مسائل اعتکاف: ۲۵)

عورتِ عشرہ اخیرہ کا اعتکاف کر سکتی ہے یا نہیں؟

رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف سنتِ مؤکدہ علی الکفایہ ہے، عورت بھی یہ مسنون اعتکاف کر سکتی ہے، اور اعتکاف کی فضیلت سے فائدہ اٹھا سکتی ہے، اعتکاف کی فضیلت صرف مردوں کے لیے خاص نہیں، ازواجِ مطہرات نے آپ ﷺ کے ساتھ اور آپ ﷺ کے بعد اعتکاف کیا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ گھر میں جس جگہ نماز پڑھتی ہے، اگر وہ متعین ہے تو اس جگہ کو، اور اگر کوئی جگہ متعین نہ ہو تو کوئی اور جگہ مناسب ہو تو اس کو مخصوص کر کے

(۱) یہ ایک طویل حدیث کا خلاصہ ہے (مکمل حدیث شرح کے ساتھ پہلے گزر چکی ہے) جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ازواجِ مطہرات کے تین خیمے دیکھے تو انھیں اٹھانے کا حکم دیا اور خود بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف نہیں فرمایا، اگرچہ تینوں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن اس سال اعتکاف نہ فرمائیں، مگر ان کا شوقِ اعتکاف اس حدیث سے ظاہر ہے۔

نابالغ اور عورت کا اعتکاف

نابالغ کا اعتکاف

نابالغ لڑکا سمجھدار ہو، نماز کو سمجھتا ہو، اور صحیح طریقے سے پڑھتا ہو تو معتکف ہو سکتا ہے؛ البتہ اس کا اعتکاف نفل ہوگا۔ أما البلوغ فليس بشرط لصحة الاعتكاف، فيصح من الصبي العاقل؛ لأنه من أهل العبادة كما يصح منه التطوع. (بدائع الصنائع: ۲/۲۷۴) اگرنا سمجھ ہو تو نہیں بیٹھ سکتا؛ کیونکہ مسجد کی بے ادبی کا اندیشہ ہے۔ قال عليه السلام: جَنَّبُوا مَسَاجِدَكُمْ صِبْيَانَكُمْ وَمَجَانِينَكُمْ. (شامی: ۲/۴۲۹)۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۲۳/۱۰، فتاویٰ رحیمیہ: ۲۸۰/۷)

ازواجِ مطہرات کا شوقِ اعتکاف

”عن عائشة رضي الله عنها قالت كان رسول الله -صلى الله عليه وسلم- يَعتكف في كلِّ رمضانَ وإذا صلى الغداةَ دَخَلَ مكانَهُ الَّذِي اعتكفَ فيه قال فاستأذنته عائشة أن تَعتكفَ فأذنَ لها فضربتُ فيه قُبَّةً فسمعتُ بها حفصةُ فضربتُ قُبَّةً وسمعتُ زينبُ بها فضربتُ قُبَّةً أُخرى الحديث“ (البخاري: الاعتكاف/ الاعتكاف في شوال ۱/۲۷۳ رقم: ۲۰۴۱)

”حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان میں اعتکاف فرماتے تھے، جب صبح کی نماز پڑھتے تو اعتکاف کی جگہ میں داخل ہو جاتے (ایک موقع پر) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی اجازت چاہی کہ اعتکاف کروں، ان کو اجازت مل گئی،

اگر زیادہ تکلیف ہو تو ترک کی بھی گنجائش ہے، سرے سے اعتکاف ہی میں نہ بیٹھے۔
(خیر الفتاویٰ: ۱۴۳/۴)

مسجد میں عورتوں کے لیے مخصوص کی گئی جگہ میں اعتکاف

عورت مسجد میں اعتکاف نہ کرے، اس کو چاہیے کہ اپنے گھر میں اعتکاف کرے، عورت کا مسجد میں اعتکاف کرنا مکروہ ہے۔ وَلَوْ اعْتَكَفْتُ فِي مَسْجِدِ الْجَمَاعَةِ جَازًا، وَيُكْرَهُ. (الہندیہ: ۲۱۱/۱)۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۷۸/۱۰)

عورت کا مسجد میں اعتکاف کرنا مکروہ تنزیہی ہے یا تحریمی؟

عورتوں کے اعتکاف کے بارے میں کراہت تنزیہی کا قول منقول ہے، قال فی الشامی: قوله: وَيُكْرَهُ فِي الْمَسْجِدِ أَي تَنْزِيهًا كَمَا هُوَ ظَاهِرُ النَّهْيَةِ. نَهْر. وَصَرَّحَ فِي الْبَدَائِعِ بِأَنَّهُ خِلَافُ الْأَفْضَلِ. (شامی: ۴۲۹/۳)؛ لیکن علامہ طحطاویؒ نے فرمایا کہ اعتکاف کے مسئلے کو بھی نماز کے مسئلے پر قیاس کیا جائے (جس طرح عورتوں کا نماز کے لیے مسجد میں آنا مکروہ تحریمی ہے، اسی طرح اعتکاف کے لیے بھی مسجد میں آنا مکروہ تحریمی ہو)؛ تا کہ عورتوں کا مسجد میں اعتکاف کے مسئلے میں کوئی تردد باقی نہ رہے، نیز صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے آثار سے بھی یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ انھوں نے بھی عورتوں کو مسجد میں آنے سے منع فرمایا ہے؛ اس لیے علماء کرام نے عورتوں کے مسجد میں آنے کے بارے میں (خواہ نماز پڑھنے کے لیے ہو یا اعتکاف کے لیے) فتنہ کے خوف سے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ وفي الطحطاوي: قوله: يُكْرَهُ فِي الْمَسْجِدِ إِلَّا أَنَّهُ جَائِزٌ بِلَا خِلَافٍ بَيْنَ أَصْحَابِنَا وَظَاهِرُ مَا فِي النَّهْيَةِ أَنَّهَا كَرَاهَةٌ تَنْزِيهِيَّةٌ، وَبِنَبِيِّ عَلِيٍّ قِيَاسِ مَا مَرَّ مِنْ أَنَّ الْمُخْتَارَ مُنْعُهُنَّ مِنَ الْخُرُوجِ فِي الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا أَنْ لَا يَتَرَدَّدَ فِي مَنَعِهِنَّ فِي الْاِعْتِكَافِ فِي الْمَسْجِدِ. (طحطاوي علی الدر المختار: ۴۷۳/۱) وفيه أيضاً وما في الدرِّ الْمُتَقَيُّ يوافق ما هُنَا، حَيْثُ قَالَ: وفي الكافي وغيره أَمَّا

وہیں دس دن سنتِ اعتکاف کی نیت کر کے عبادت میں مصروف ہو جائے، اور سوائے حاجاتِ طبعیہ و شرعیہ کے اس جگہ سے نہ اٹھے، وَالْمَرْأَةُ تَعْتَكِفُ فِي مَسْجِدِ بَيْتِهَا فَتِلْكَ الْبُقْعَةُ فِي حَقِّهَا كَمَسْجِدِ الْجَمَاعَةِ فِي حَقِّ الرَّجُلِ، لَا تَخْرُجُ مِنْهُ إِلَّا لِحَاجَةٍ الْإِنْسَانِ. (الہندیہ: ۲۱۱/۱)

عورتوں کے لیے اعتکاف بہ نسبت مردوں کے زیادہ سہل ہے، گھر میں بیٹھے بیٹھے گھر یلو کام کے بارے میں بھی گھر کی لڑکیوں سے کہتی رہیں، اور مفت کا ثواب بھی حاصل کرتی رہیں، مگر اس کے باوجود عورتیں اس سنت سے گویا بالکل ہی محروم رہتی ہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ۲۷۶/۷، ۲۸۶، آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۱۵/۳، کتاب المسائل: ۱۲۲/۲، فضائل رمضان: ۵۱)

کیا عورت جگہ متعین کیے بغیر اعتکاف کر سکتی ہے؟

عورت کو چاہیے کہ اپنے مقام میں جہاں پنج گانہ نماز ادا کرتی ہے، وہاں اعتکاف کرے، گھر میں نماز پڑھنے کی جگہ مقرر نہ ہو تو اعتکاف جائز نہیں؛ البتہ اگر وہاں اعتکاف کے وقت نماز پڑھنے کی جگہ مقرر کر لے تو وہاں اعتکاف کر سکتی ہے، ورنہ نہیں کر سکتی۔ أَوْ لَبِثَ امْرَأَةٌ فِي مَسْجِدٍ بَيْتِهَا، وَيُكْرَهُ فِي الْمَسْجِدِ وَلَا يَصِحُّ فِي غَيْرِ مَوْضِعٍ صَلَاتِهَا. (درمختار مع شامی: ۴۲۹/۳) وفي الہندیہ: وَلَوْلَمْ يَكُنْ فِي بَيْتِهَا مَسْجِدٌ تَجْعَلُ مَوْضِعًا مِنْهُ مَسْجِدًا فَتَعْتَكِفُ فِيهِ. (الہندیہ: ۲۱۱/۱)۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ۲۷۶/۷) واضح رہے کہ عورت کے لیے اعتکاف میں ایسے گوشہ کا انتخاب کرنا جو ذرا کنارے ہو بہتر ہے۔

عورت کا جگہ مقرر کر کے اسے بدلنا

سوال: عورت گھر میں جگہ کا تعین کیسے کرے؟ اگر اندر کرے تو رات کے وقت جس اور گرمی ہوتی ہے، اور باہر کرے تو دن کو دھوپ ہوتی ہے تو عورت جگہ مقرر کرنے کے بعد اسے بدل سکتی ہے؟

الجواب: اعتکاف کے لیے جگہ متعین کرنے کے بعد تغیر و تبدل جائز نہیں ہے، اندر ہو یا باہر ہو، بہتر یہ ہے کہ برآمدہ وغیرہ کا تعین کیا جائے یا نچکے وغیرہ کا انتظام کر لیا جائے،

فِي زَمَانِنَا فَاَلْمُفْتَىٰ بِهِ مَنَعَ الْكُلَّ فِي الْكُلِّ؛ حَتَّىٰ فِي الْوَعِظِ وَنَحْوِهِ. قَوْلُهُ لِفَسَادِ الزَّمَانِ وَلِذَا قَالَتْ عَائِشَةُ لِلنِّسَاءِ حِينَ شَكُوْنَ إِلَيْهَا مِنْ عَمَرٍ: لِنَهْيِهِ عَنِ الْخُرُوجِ إِلَى الْمَسَاجِدِ، لَوْ عَلِمَ النَّبِيُّ ﷺ مَا عَلِمَ عَمْرٌ مَا أَذِنَ. (طحطاوي على الدر المختار: ۲۴۵/۱). (نجم الفتاوى: ۳۰۷/۳، ۳۲۷ تا ۳۲۹)

عورت کے اعتکاف سے مردوں سے سقوطِ اعتکاف

عورت اگر اعتکاف کرتی ہے تو اس کا اعتکاف صحیح ہو جائے گا؛ لیکن اس کے اعتکاف سے مردوں کے ذمہ سے سنت ادا نہ ہوگی۔ (۱) (فتاویٰ محمودیہ: ۲۶۷/۱۰)

ترکِ اعتکاف سے کیا عورت اور بچے بھی گنہگار ہوں گے؟

سوال: اگر کسی بستی سے کوئی صاحبِ معتکف نہ ہوئے تو صرف بالغ مرد گنہگار ہوں گے یا مرد، عورت، بالغ، نابالغ لڑکے بھی گنہگار ہوں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نابالغ مکلف نہیں ہے، اس پر گناہ نہیں، عورت مسجد میں اعتکاف نہ کرے؛ بلکہ اپنے مکان میں ایک جگہ متعین کر کے وہیں اعتکاف کرے، کسی نے بھی نہ کیا تو سب بالغ ترکِ سنت

(۱) عورت چونکہ گھر میں اعتکاف کرے گی؛ اس لیے مسجد کے حق کی ادائیگی نہیں ہوئی؛ جبکہ اعتکاف سے مقصود مسجد کے حق کی ادائیگی ہے، اِذَا الْمَقْصُودُ مِنَ الْاِعْتِكَافِ، وَهُوَ اَدَاءُ حَقِّ الْمَسَاجِدِ (الانصاف فی حکم الاعتکاف: ۱۹) لہذا عورت کے گھر میں اعتکاف کرنے کی وجہ سے مردوں کا ذمہ فارغ نہ ہوگا؛ البتہ اگر عورت مسجد میں اعتکاف کرے تو ایسا کرنا مکروہ ہے؛ لیکن کیا اس صورت میں بھی مردوں سے ذمہ ساقط ہوگا یا نہیں؟ اس سلسلے میں کوئی صراحتِ نظر سے نہیں گذری، احقر کی ناقص رائے میں اس صورت میں فراغِ ذمہ ہو جانا چاہیے؛ جیسا کہ عورت کے تنہا نمازِ جنازہ ادا کرنے کی صورت میں مردوں سے سقوطِ ذمہ ہو جاتا ہے؛ کیونکہ اس صورت میں مسلمان کے حق کی ادائیگی پالی گئی، کَمَا أَنَّ الْمَقْصُودَ مِنْ صَلَاةِ الْجَنَازَةِ اَدَاءُ حَقِّ الْمَسْلُومِ وَذَلِكَ يَحْتَضِلُ بِفِعْلِ الْبَعْضِ. (الانصاف: ۱۹) فقہاء کی اس صراحت سے بھی اس کو تقویت ملتی ہے، کہ اگر عورتیں جہاد کے فریضے کو انجام دے لیتی ہیں تو تمام مکلفین سے ذمہ فارغ ہو جائے گا، اِنْ قَامَ بِهِ الْبَعْضُ وَلَوْ عِبِيداً أَوْ نِسَاءً، سَقَطَ عَنِ الْكُلِّ. (در مختار مع شامی: ۲۰۷/۲)

67

کے وبال میں گرفتار ہوں گے۔ کما فی الجہاد: اِنْ قَامَ بِهِ الْبَعْضُ... سَقَطَ عَنِ الْكُلِّ وَإِلَّا... اُتِمُّوا أَيِ اُتِمَّ الْكُلُّ مِنَ الْمُكَلَّفِينَ. (در مختار مع شامی: ۲۰۷/۲)۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۲۲/۱۰)

عورت کا اعتکاف گھر میں نفل ہے یا سنت؟

عورت گھر میں مردوں کی طرح نفل اور سنت دونوں اعتکاف کر سکتی ہے، عورت اگر رمضان المبارک کے کامل عشرہ اخیرہ کا اعتکاف کرتی ہے تو وہ اعتکاف سنت اعتکاف کہلائے گا، ورنہ نفل۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۲۲/۱۰، آداب الاعتکاف: ۶۰)

خاوند کی اجازت کے بغیر اعتکاف میں بیٹھنا

عورت اگر اعتکاف میں بیٹھنا چاہے اور وہ شادی شدہ ہو تو اس کو چاہیے کہ خاوند کی اجازت سے بیٹھے، خاوند کی اجازت کے بغیر بیوی کے لیے اعتکاف کرنا جائز نہیں۔ وَلَا تَعْتَكِفُ إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا. (فتح القدیر: ۲/۴۰۰) لیکن شوہروں کو چاہیے کہ وہ بلا وجہ عورتوں کو اعتکاف سے محروم نہ کریں؛ بلکہ اجازت دے دیا کریں۔ (احکام اعتکاف: ۵۸، ۵۹) واضح رہے کہ اگر عورت نے بغیر شوہر کی اجازت کے اعتکاف کر لیا تو اس کا اعتکاف کراہتِ تحریمی کے ساتھ درست ہو جائے گا۔ لَكِنْ يَحْرُمُ عَلَى الْمَرْأَةِ الْعَبْدِ الْاِعْتِكَافُ بِغَيْرِ اِذْنِ الزَّوْجِ وَالسَّيِّدِ، فَلَوْ خَالَفَا صَحَّ مَعَ التَّحْرِيمِ. (الجموع: ۲/۳۲۴) (۱)

اجازت وغیرہ سے متعلق کچھ ضروری باتیں

۱۔ جن عورتوں کے شوہر موجود ہیں ان پر اعتکاف مسنون اور واجب کے واسطے اپنے شوہر سے اجازت لینا ضروری ہے۔

(۱) میری ناقص رائے میں کراہت اس صورت میں ہے جبکہ شوہر گھر پر ہو، اگر شوہر پردیس میں ہو تو بلا اجازت اعتکاف کرنے میں کراہت نہ ہوگی؛ کیونکہ بلا اجازت اعتکاف کرنے کی وجہ شوہر کی حق تلفی ہے جو یہاں مفقود ہے۔

۲۔ جن عورتوں کے شوہر نہیں، وہ اپنے نگراں اور سرپرست کے مشورہ اور ان کی اجازت سے بیٹھیں تو زیادہ بہتر ہے۔

۳۔ ہاں جو عورتیں ایسی نہیں ہیں اور فارغ البال بھی ہیں تو ان کے لیے بلا کسی سے مشورہ اور اجازت کے اعتکاف کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

۴۔ جس عورت کا شوہر معذور یا بیمار ہو، خدمت کا محتاج ہو، ایسی عورت کو چاہیے کہ اعتکاف میں نہ بیٹھے؛ بلکہ شوہر کی خدمت کرے اس میں زیادہ اجر ملے گا۔

۵۔ اسی طرح جن عورتوں کے چھوٹے بچے اور بچیاں ہیں خدمت کے لیے کوئی دوسرا نہیں، یا جوان لڑکیاں ہیں، ان کی دیکھ بھال کے لیے کوئی دوسرا موجود نہیں تو ایسی عورتوں کے لیے مناسب یہی ہے کہ بچوں کی پرورش و تربیت اور ان کی دیکھ بھال کرتے ہوئے رمضان گزاریں؛ کیوں کہ اعتکاف میں بیٹھنے سے بچوں کی تربیت میں خلل واقع ہو سکتا ہے۔ (جواہر الفتاویٰ: ۴۱)

معتکفہ عورت کا گھر کے صحن میں آنا

اعتکاف کرنے والی عورت اگر اپنے معتکف (کمرے) سے نکل کر بلا ضرورت معتبرہ گھر کے صحن میں آئے گی تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ وحرْمُ عَلَیْہِ الْخُرُوجُ الْخ. (تنویر الأبصار) وفي الشَّامِي: أَي مِنْ مُعْتَكِفِهِ وَلَوْ مَسْجِدَ الْبَيْتِ فِي حَقِّ الْمَرْأَةِ، فَلَوْ خَرَجَتْ مِنْهُ وَلَوْ إِلَى بَيْتِهَا بَطُلَ اعْتِكَافُهَا لَوْ وَاجِبًا، وَانْتَهَى لَوْ نَفْلًا. (شامی: ۴۳۴/۳، ۴۳۵) وَلَا تَخْرُجُ الْمَرْأَةُ مِنْ مَسْجِدِ بَيْتِهَا، إِلَى الْمَنْزَلِ. (الہندیہ: ۲۱۲/۱)۔ (کتاب المسائل: ۱۲۳/۲)

عورت کا اپنے معتکف میں رہتے ہوئے گھر کا کام کرنا

عورت اگر اپنے معتکف (کمرے) میں بیٹھے بیٹھے گھر کا کوئی ضروری کام، مثلاً سبزی وغیرہ کاٹے یا کپڑا وغیرہ سی لے یا کھانا بنالے تو اس سے اس کا اعتکاف نہیں ٹوٹے گا؛ لیکن بہتر یہی ہے کہ معتکفہ عورت زیادہ وقت عبادت ہی میں گزارے اور گھریلو کام میں بلا ضرورت

مشغول نہ ہو۔ مستفاد: وَقِيلَ: إِنْ كَانَ الْخِيَّاطُ يَحْفَظُ الْمَسْجِدَ، فَلَا بَأْسَ بِأَنْ يَخِيْطَ فِيْهِ. (تبيين الحقائق: ۱/۳۵۲)۔ (مستفاد فتاویٰ محمودیہ میرٹھ: ۳۳۴/۱۵، کتاب المسائل: ۱۲۳/۲)

نوٹ! کھانا بنانے، یا کمرے سے باہر جا کر کھانا لانے میں وہی تفصیل ہے، جو مردوں کے بارے میں ہے، جس کا بیان آئندہ آ رہا ہے۔

سحری یا افطار کے لیے معتکفہ کا نکلنا

معتکفہ کا اپنے گھر والوں کے ساتھ سحری یا افطار کرنے کے لیے اپنے معتکف سے نکلنا جائز نہیں ہے۔ (نجم الفتاویٰ: ۳۳۰/۳)

جو عورت کسی مجبوری کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکے اس کا اعتکاف کرنا اگر کسی عورت نے حالت حمل ہونے، یا نومولود کو دودھ پلانے، یا کسی اور مجبوری کی وجہ سے روزہ نہیں رکھا تو ایسی عورت گھر میں اعتکاف نہیں کر سکتی۔ وَمُقْتَضًى ذَلِكَ أَنَّ الصَّوْمَ شَرْطٌ أَيْضًا فِي الْاِعْتِكَافِ الْمَسْنُونِ..... حَتَّى لَوْ اِعْتَكَفَتْهُ بِلَا صَوْمٍ لِمَرَضٍ، أَوْ سَفَرٍ يَنْبَغِي أَنْ لَا يَصَحَّ عَنْهُ؛ بَلْ يَكُونُ نَفْلًا فَلَا تَحْصُلُ بِهِ إِقَامَةُ سَنَةِ الْكِفَايَةِ. (شامی: ۴۳۱/۳)۔ (آداب الاعتکاف: ۵۰)

معتکفہ عورت شوہر سے الگ رہے

معتکفہ عورت کو اعتکاف کی حالت میں شوہر سے الگ رہنا لازم ہے؛ کیونکہ بحالت اعتکاف جماع کرنے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے اور اعتکاف کے دوران بے جانی کی باتیں اور بوس و کنار سب سخت مکروہ ہے اور اعتکاف ٹوٹنے کا خطرہ ہے، وحرْمُ الْوُطْئِ وَدَوَاعِيْہِ. (نور الإيضاح مع المراقی ۳۷۴) ومنها: (أَيِ الْمُفْسَدَاتِ) فِيْحَرْمُ عَلَى الْمُعْتَكِفِ الْجَمَاعُ وَدَوَاعِيْہِ نَحْوُ: الْمُبَاشَرَةِ وَالتَّقْبِيلِ وَاللَّمْسِ وَالْمُعَانَقَةِ وَالْجَمَاعِ فِي مَادُونِ الْفَرْجِ، وَاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ فِي ذَلِكَ سَوَاءً، وَالْجَمَاعُ عَامِدًا أَوْ نَاسِيًا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا، يُفْسِدُ الْاِعْتِكَافَ؛ أَنْزَلَ أَوْ لَمْ يُنْزَلْ وَمَا سِوَاهُ يُفْسِدُ إِذَا

لا یخرجُ لعیادة المریض، و مجلسِ العلم، و صلاة الجنابة. (مجمع الأنهر: ۱/۳۷۹) وفي الشَّامي: أي من مُعْتَكِفِهِ ولو مسجد البيت في حق المرأة، فلو خرجت منه ولو إلى بيتها، بطل اعتكافها لو واجبا، وانتهى لوفلا. (شامي: ۳/۴۳۴، ۴۳۵)

حيض و نفاس مفسد اعتکاف ہیں؟

عورت کے اعتکاف کے صحیح ہونے کے لیے اس کا حیض و نفاس سے پاک ہونا ضروری ہے، اگر اعتکاف کے درمیان حیض آجائے تو اعتکاف چھوڑ دے، حیض کی حالت میں اعتکاف درست نہیں، اور پاک ہونے کے بعد کم از کم ایک دن کی (جس روز حیض آیا ہے) روزے کے ساتھ قضاء کرے، اور اگر ہمت ہو تو پورے دس دنوں یا بقیہ دنوں کے اعتکاف کی روزے کے ساتھ قضاء کرے۔ والحائض والنفساء ليسا بأهل للصلاة، أي فلا يصح اعتكافهما. (شامي: ۳/۴۳۰) وفي البدائع: ولو حاضت المرأة في حال الاعتكاف فسَدَ اعتكافها، لأنَّ الحيض يُنافي أهلية الاعتكاف، لمُنافاتها الصَّوم، ولهذا مُنعت من انعقاد الاعتكاف فتَمْنَعُ من البقاء. (بدائع الصنائع: ۲/۲۸۷). (فتاویٰ رحیمیہ: ۷/۲۸۶، کتاب المسائل: ۲/۱۲۱، فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۲۶۹)

مستحاضہ کا اعتکاف کرنا

”عن عائشة-رضی اللہ عنہا- قالت: اعتكفت مع رسول الله-صلى الله عليه وسلم- امرأة من أزواجه مستحاضة. (بخاری الاعتکاف/اعتکاف المستحاضة: ۱/۲۷۳ رقم: ۲۰۳۷)“

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں سے کسی بیوی نے جو مستحاضہ تھیں اعتکاف کیا۔
فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مستحاضہ عورت اعتکاف کر سکتی ہے؛ چونکہ اس پر روزہ

أُنْزِلَ، وإذا لم يُنْزَلْ لا يفسد. (الهندية: ۱/۲۱۳). وفي الاستذكار: ولا يحل لرجل أن يمس امرأته وهو مُعْتَكِفٌ، ولا يتلذذُ منها بِقُبْلَةٍ ولا غيرها. (الاستذكار: ۱۰/۳۱۶)۔ (کتاب المسائل: ۲/۱۲۳)

حالت اعتکاف میں شوہر کی ہمبستری

معتکفہ عورت سے اگر اس کا شوہر جماع کر لے تو اس کا اعتکاف باطل ہو جائے گا، اور قضاء لازم ہوگی۔ یحتمل أن تكون الزوجة معتكفة في مسجد بيتها، فيأتيها فيه زوجها فيسطل اعتكافها. (شامي: ۳/۴۴۲)۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۲۶۹، کتاب المسائل: ۲/۱۲۳)

نوٹ: اگر عورت حالت اعتکاف میں ہے، شوہر ہمبستری کے لیے کہے تو عورت کو وجہ بتا کر منع کر دینا چاہیے، اور شوہر کو بھی ایسی حالت میں وطی اور دواعی وطی سے پرہیز کرنا چاہیے۔

معتکفہ کا شوہر کو کھانا دینے یا بچوں کا پاخانہ و پیشاب

دھلانے کے لیے نکلنا

اگر معتکفہ شوہر کو کھانا دینے کے لیے یا بچوں کو پاخانہ و پیشاب دھلانے کے لیے بھی مجبوراً ہٹے گی تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ معتکفہ صرف اپنی ضرورت اور وہ ضرورت جس کے بغیر چارہ نہ ہو اور اس کا اس کمرہ میں پورا کرنا ممکن نہ ہو، کے لیے نکل سکتی ہے، بچوں کا پیشاب و پاخانہ صاف کرنا، یا شوہر کو کھانا دینا اس میں داخل نہیں ہے۔ (استفادہ آداب الاعتکاف: ۶۳)

معتکفہ کا درس دینے کے لیے اپنے کمرے سے

دوسرے کمرے جانا

معتکفہ عورت کا درس دینے کے لیے اپنے کمرے سے دوسرے کمرے میں جانا، جائز نہیں ہے، اگر جائے گی تو اعتکاف فاسد ہو جائیگا۔ وفي المَجْمَع: وفيه إشارة إلى أنه

مستورات کا اعتکاف ٹوٹ جانے پر قضاء کا حکم

اگر عورت کا اعتکاف کسی وجہ سے فاسد ہو جائے تو اس کو چاہیے کہ کم از کم ایک دن کی روزے کے ساتھ قضاء کرے، اور اگر ہمت ہو تو پورے دس دنوں یا بقیہ دنوں کے اعتکاف کی روزے کے ساتھ قضاء کرے۔ وعلیٰ کلّ فیظہر من بحث ابن الہمام لزوم الاعتکاف المسنون بالشروع، وأن لزوم قضاء جمیعہ أو باقیہ مخرج علی قول أبي یوسف، وأما علی قول غیرہ فیقضی الیوم الذی أفسدہ لاستقلال کلّ یوم بنفسہ. (شامی: ۳ / ۴۳۴)۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۵۶/۱۰، فتاویٰ رحیمیہ: ۲۸۶/۷) نوٹ: قضاء میں مرد و عورت کا حکم برابر ہے۔

☆☆☆☆☆☆

اور نماز ہے، اس خون سے عورت ناپاک نہیں ہوتی، جب روزہ اور نماز کے لائق رہے گی تو اعتکاف کر سکتی ہے؛ چنانچہ حضرت امّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے استحاضہ کی حالت میں اعتکاف کیا تھا۔ ووقع فی رواۃ..... عن عکرمۃ أنّ أم سلمة كانت عاکفة وہی مستحاضة، فأفاد بذلك معرفة عینہا. (عمدة القاری: ۱۱ / ۲۱۹)۔ ومما یستنبط منہ جواز اعتکاف المستحاضة، وجواز صلاتہا؛ لأنّ حالہا حال الطّاهرات. (عمدة القاری: ۳ / ۴۱۵)۔ (آداب الاعتکاف: ۳۱)

بیماری کا خون مُفسدِ اعتکاف نہیں

اگر عورت کو حیض و نفاس کے علاوہ کوئی اور خون آگیا، مثلاً: بیماری وغیرہ سے تو اس اعتکاف میں کوئی خرابی نہ آئے گی، اور نہ اعتکاف ٹوٹے گا۔ (آداب الاعتکاف: ۶۴)

اگر بیماری کے خون کو حیض کا خون سمجھ کر اعتکاف توڑ دے

اگر عورت کو بیماری کا خون آیا اور عورت نے ناواقفیت کی وجہ سے سمجھا کہ اعتکاف فاسد ہو گیا اور اعتکاف کی جگہ سے ہٹ گئی تو اب اعتکاف فاسد ہو گیا اور قضاء کرنی پڑے گی۔ وإن خرج من غیر عذر ساعة فسد اعتکافہ فی قول أبي حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ سواء کان الخروج عامداً أو ناسیاً. (عالمگیری: ۲۱۲/۱)۔ (آداب الاعتکاف: ۶۴)

اعتکاف کی حالت میں طلاق ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

اگر عورت مسجد میں معتکف تھی ایسی حالت میں اس کو طلاق دے دی گئی تو اس کو چاہیے کہ اپنے گھر چلی آئے اور اس اعتکاف کی بنا کر کے وہاں معتکف ہو جائے۔ ولو كانت المرأة معتکفة فی المسجد فطلّقت لہا أن ترجع إلی بیّتها وتبتی علی اعتکافہ. (عالمگیری: ۲۱۲/۱)۔ (مسائل اعتکاف: ۲۴)

مسجد میں بیٹھ کر طبیب کا مریضوں کو نسخہ لکھنا

مسجد مطب چلانے کے لیے نہیں بنائی گئی ہے۔ و کثرہ عقد ما کان للتجارة۔ (طحطاوی علی مراقی الفلاح: ۷۰۴) اس لیے معتکف کو حالتِ اعتکاف میں مستقلاً یہ مشغلہ اختیار نہ کرنا چاہیے؛ البتہ اگر کوئی مریض اتفاقاً آیا، اس کو حکیم نے دوا تجویز کردی تو مضائقہ نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۵۲/۱۰، فتاویٰ دارالعلوم: ۵۰۱/۶، خیر الفتاویٰ: ۱۳۵/۳)

حالتِ اعتکاف میں ورزش کرنا

سوال: جو شخص ورزش کا عادی ہے، حالتِ اعتکاف میں کر سکتا ہے یا نہیں؟
جواب: ورزش کے لیے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں، اور مسجد میں ورزش خلافِ ادب ہے۔ لَأَنَّ الْمَسْجِدَ مَا بُنِيَ لِلْأُمُورِ الدُّنْيَا. (الہندیہ: ۳۲۱/۵) لہذا زمانہ اعتکاف میں اگر تکلیف نہ ہو تو ورزش کو ترک کر دینا چاہیے، اور اگر تکلیف زیادہ ناقابل برداشت ہو تو مجبوری میں خلوت کے وقت کر لیا کرے۔ ومنہا: جوازُ غسلِ الرأسِ فی حال الاعتکاف و غسلِ الرأسِ إنما هو لإصلاح البدن، فدلّ ذلك علی أنّ للمعتکف أن یفعل ما فیہ صلاحُ بدنہ. (أحكام القرآن للجصاص: ۱/۳۱۱)۔ (امداد الاحکام: ۱۵۰/۳)

اعتکاف میں خط کا جواب تحریر کرنا

اعتکاف میں ضروری خط لکھنے میں مضائقہ نہیں، خواہ اپنا ہو یا دوسرے کا۔ (امداد الاحکام: ۱۵۰/۳، جواہر الفتاویٰ: ۳۷)

معتکف کو دھوپ کے لیے مسجد کے صحن میں بیٹھنا

حالتِ اعتکاف میں مسجد کے اندر رہنا ضروری ہے، تمام مسجد معتکف کے لیے معتکف ہے، لہذا معتکف آدمی مسجد کے اندر جہاں چاہے قیام کرے؛ اگرچہ مخصوص جگہ کے علاوہ

معتکف کے لیے امورِ مباحہ و مندوبہ

کابیان

مباحاتِ اعتکاف

اعتکاف کی حالت میں مندرجہ ذیل کام بلا کراہت جائز ہیں:

(۱) کھانا پینا۔ (۲) سونا۔ (۳) ضروری خرید و فروخت کرنا، بشرطیکہ سودا مسجد میں نہ لایا جائے، اور خرید و فروخت ضروریاتِ زندگی کے لیے ہو؛ لیکن مسجد کو باقاعدہ تجارت گاہ بنانا جائز نہیں۔ (۴) حجامت کرانا (لیکن بال مسجد میں نہ کریں)۔ (۵) بات چیت کرنا؛ لیکن فضول گوئی سے پرہیز ضروری ہے (۶) نکاح یا کوئی اور عقد کرنا (۷) کپڑے بدلنا، خوشبو لگانا، سر میں تیل لگانا۔ (۸) مسجد میں کسی مریض کا معائنہ کرنا، اور نسخہ لکھنا یا دوا بتا دینا۔ (۹) قرآن کریم یا دینی علوم کی تعلیم دینا۔ (۱۰) کپڑے دھونا اور کپڑے سینا۔ (۱۱) ضرورت کے وقت مسجد میں رتخ خارج کرنا۔ (احکام اعتکاف: ۵۰، ۴۹)

اعتکاف میں مسجد کی خدمت کرنا

معتکف کو مسجد کی خدمت کرنا، غیر معتکف کی طرح جائز ہے؛ لیکن خدمت ایسی نہ ہو جس میں مسجد سے باہر جانا پڑے؛ ورنہ اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ وإن خرج من غیر عذر ساعة فسد اعتكافه في قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى۔ سواء كان الخروج عامداً أو ناسياً۔ (عالمگیری: ۲۱۲/۱)۔ (امداد الاحکام: ۱۵۰/۳)

حالتِ اعتکاف میں خاموش رہنا

خاموشی کو عبادت سمجھ کر مستقل خاموش رہنا مکروہ ہے؛ کیونکہ شریعت میں بالکل خاموش رہنا کوئی عبادت نہیں ہے، اگر خاموشی کو عبادت سمجھ کر کرے گا تو بدعت کا گناہ ہوگا، عبادت سمجھے بغیر گناہ سے اجتناب کے خاطر، حتی الامکان خاموشی کا اہتمام کرے تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے؛ البتہ جہاں ضرورت ہو وہاں بولنے سے پرہیز نہ کرنا چاہیے۔ قال فی اللؤلؤ الجیة: ویکرہ لہ الصمتُ فی الاعتکافِ؛ لأنَّ النَّبیَّ -صلی اللہ علیہ وسلم- نہی عن صوم الصمتِ فکذا یُکرہ اعتکاف الصمتِ. (اللؤلؤ الجیة: ۱/۲۴) وفي اللباب: ویکرہ لہ الصمتُ إن اعتقدہ قرۃً؛ لأنہ لیس قرۃً فی شریعتنا، أما حفظُ اللسانِ عَمَّا لَا یُعْنِی الإنسانَ، فإنہ من حُسْنِ الإیمان. (اللباب: ۱۸۱) وفي المراقی: وأما إذا لم یعتقدہ قرۃً فیہ ولكنہ حفظُ لسانہ عن النطقِ بما لَا یُفیدُ، فلا بأس بہ. وفي الطحطاوی: فلا بأس بہ، المرادُ بہ أنہ مطلوبٌ شرعاً. (طحطاوی: ۷۰۴) وفي الہندیة: وأما الصمتُ عن معاصي اللسانِ فمن أعظم العبادات. (الہندیة: ۱/۲۱۳)۔ (کتاب المسائل: ۱۱۹/۲، احکام اعتکاف: ۵۱)

اعتکاف میں خاموش رہنے کی بابت ایک سوال کا جواب

سوال: علم الفقہ و بہشتی گوہر میں لکھا ہے، ”چپ اعتکاف میں بیٹھنا مکروہ تحریمی ہے“ لہذا کتنی دیر چپ رہنا مکروہ تحریمی ہوگا، خادم کی عادت ہے کہ بعد عشاء تراویح وغیرہ سے فارغ ہو کر جب سوتا ہے تو پاس انفس کا ذکر کرتا ہے، جو ابتداء میں حضور نے تعلیم فرمایا ہے، تو یہ چپ میں تو نہ شمار ہوگا، اور کتب دینیات کا دیکھنا، یا وعظ وغیرہ کا سننا، یہ بھی تو چپ رہنے میں شمار نہ ہوگا؟ اور معتکف بات چیت کچھ کر سکتا ہے، یعنی ضروری بات ضرورت کے مطابق میں اس وقت قصد اپنے نفع کے لیے بالکل خاموش رہتا ہوں، اشارے سے کام لے لیتا ہوں، یا تحریر سے تو یہ کوئی حرج تو نہیں ہے؟

میں ہو۔ لما قال الشیخ عزیز الرحمن: ”معتکف جس مسجد میں معتکف ہے (اعتکاف کیے ہوئے ہے) وہ تمام مسجد میں جس جگہ چاہے رہ سکتا ہے، اور سو سکتا ہے“ پس اگر سردی کے دنوں میں معتکف اپنی مخصوص جگہ سے نکل کر باہر صحن میں بیٹھے تو اس کی گنجائش ہے۔ (فتاویٰ حقانیہ: ۲۰۹/۴)

اعتکاف کے دوران گفتگو کرنا

اعتکاف میں دینی گفتگو جائز ہے، بقدر ضرورت دنیوی گفتگو کرنے کی بھی اجازت ہے، فضول اور بلا ضرورت باتیں کرنا مکروہ ہے؛ اس لیے بلا وجہ اور بے ضرورت دنیوی گفتگو سے بہر حال احتیاط کرنی چاہیے، مسجد کو فضول گوئی کی جگہ بنانے سے احتراز لازم ہے۔ قال فی البناية: ولا یتکلم إلا بخیر قال اللہ تعالیٰ: ﴿قُلْ لِعِبَادِي يَقُولُ الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ أي قل للمؤمنين يقولوا للمشرکین الکلمة الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ وَأَلْبَنُ وَلَا تَحَاشَوْهُمْ، فَالْتَصُّ یقتضي أن لا یتکلم خارج المسجد إلا بخیر فالمسجدُ أُولیٰ. (البناية: ۱۳۱/۴)۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/۳۱۷)

معتکف کا مسجد میں موبائل پر بات کرنا

معتکف آئے سامنے جس طرح ضروری بات کر سکتا ہے، اسی طرح موبائل پر بھی ضروری بات چیت اس کے لیے مباح ہے؛ البتہ بلا وجہ اور بے ضرورت دنیوی گفتگو سے بہر حال احتیاط کرنی چاہیے۔ ویکرہ تحریمًا صمتٌ..... و تکلمٌ إلا بخیر و هو مالا إثم فیہ، ومنہ المباح عند الحاجة إلیہ لا عند عدمہا. (در مختار: ۳/۴۱، ۴/۴۲) ولا یتکلم بما فیہ إثم؛ فَإِنَّ النَّبیَّ -صلی اللہ علیہ وسلم- کان یحدِّثُ مع النَّاسِ فی اعتکافِہ. (تاتارخانیہ: ۲/۳۱۴ کراچی) ولا یتکلم إلا بخیر، یعنی أنَّ التَّكَلُّمَ بِالشَّرِّ فی الْمُعْتَكِفِ أَشَدُّ حَرَمَةً مِنْهُ فی غیرہ. (العناية مع فتح القدير: ۲/۳۰۴)۔ (کتاب المسائل: ۲/۱۱۸)

خاموشی کے متعلق ایک اہم مضمون

اُممِ ماضیہ میں خاموشی کا بھی روزہ ہوتا تھا، اور یہ خاموشی ایک مستقل عبادت تھی، اب یہ حکم جاری نہیں منسوخ ہے؛ اسی وجہ سے فقہائے کرام نے ایسی خاموشی جسے عبادت و قربت تصور کیا جائے، مکروہ و ممنوع قرار دیا ہے؛ لیکن اگر خاموشی اس احتیاط کے پیش نظر ہے کہ زبان ذکر، تلاوت کے بجائے بے کار باتوں میں مشغول نہ ہو، لایعنی امور یا کم از کم مباح باتوں کا عادی نہ بن جائے، قلتِ کلام کی عادت رہے؛ تاکہ ذکر، فکر، دعاء اور عبادت کا موقع ملے، یا یہ خاموشی فکر آخرت کے پیش نظر ہے تو ایسی خاموشی محمود و مطلوب ہے، اور اعظم عبادت ہے۔ (عالمگیری: ۲۱۳/۱)۔ معتکف کو لایعنی باتوں کہ جس میں نیکی کا پہلو نہ ہو، آخرت کا کوئی فائدہ نہ ہو، نہ علمی اور نہ دینی بات ہو، سے شدید احتیاط کی ضرورت ہے، ایسی باتیں خیر نفع، دینی امور پر مشتمل نہ ہوں، غیر معتکف کے لیے بھی مسجد میں درست نہیں، معتکف کو تو بدرجہ اولی محتاط ہونے کی ضرورت ہے۔

اسی لیے بعض اہل اللہ کے یہاں معتکفین کو سونے کے لیے تو کوئی ممانعت نہیں تھی، مگر آپس میں گفتگو، بول چال کی شدید ممانعت تھی، اور یہ بندش زبان یا قلتِ کلام یا زبانی گناہوں سے بچنے کا نہایت ہی بہترین اور مجرب طریقہ ہے، جو ایمان و احسان کے اہم ترین اصولوں میں سے ہے، کہ عموماً آپسی گفتگو بے جا لایعنی امور؛ بلکہ غیبت و چغلی کا باعث ہو جاتا ہے، اور پھر یہی مشغلہ بن جاتا ہے، جیسا کہ بعض معتکفین کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ مجلسی ہوتے ہیں اور مجلس میں گفتگو کے عادی ہوتے ہیں، تراویح کے بعد فراغت پر احباب اور یاروں کی مجلس منعقد کرتے ہیں، جس میں غیر ضروری باتیں ہوتی ہیں؛ بلکہ بسا اوقات غیبت و شکایت تک کی نوبت آ جاتی ہے، اسی طرح ہنسی، مذاق، استہزاء اور دنیاوی خبروں میں یہ قیمتی وقت گزر جاتا ہے، جس سے احتراز معتکفین کا اولین مقصد ہے۔

امام غزالی فرماتے ہیں: ”کثرتِ کلام سے قلب مردہ ہو جاتا ہے اور معرفتِ الہی حاصل کرنے کی اس میں قابلیت نہیں رہتی“ ایک موقع پر لکھتے ہیں: ”جتنی دیر فضول گوئی میں رہا، اگر

الجواب:

في الدر المختار: ويكره تحريماً (صمّت) إن اعتقده قرّةً وإلا لا؛ لحديث ”مَنْ صَمَتَ نَجَا“ ويجب أي الصمّت، كما في غُررِ الأذكار عن شُرٍّ..... وتكلمُ إلا بخير. (شامي: ۴۲۱/۳) اس روایت سے معلوم ہوا کہ جیسا سکوت آپ کا ہے یہ مکروہ نہیں ہے؛ بلکہ خیر ہے، البتہ جو کوئی سکوت ہی کو عبادت مستقل سمجھے، وہ مکروہ ہے۔ (امداد الفتاویٰ: ۱۵۴/۲)؛ کیونکہ ہماری شریعت میں بالکل خاموش رہنا کوئی عبادت نہیں ہے۔ وفي الفتح: ويكره له الصمّت، أي الصمّت بالكلية تعبدًا به؛ فإنه ليس في شريعتنا، وعن علي عن النبي ﷺ قال: ”لَا يُتَمَّ بَعْدَ احْتِلَامٍ، وَلَا صُمَاتٍ يَوْمَ إِلَى اللَّيْلِ“. (فتح القدير: ۴۰۴/۲)

اعتکاف میں کون سی خاموشی مکروہ ہے

فقہاء نے جو حالتِ اعتکاف میں خاموش رہنے کو مکروہ لکھا ہے، ظاہر ہے کہ اس سے مطلق خاموش رہنا مراد نہیں؛ چنانچہ صاحبِ عنایہ نے اس کراہت کے درج ذیل محمل بیان کیے ہیں:

- (۱) یہ منت مان لے کہ دورانِ اعتکاف کسی سے کچھ نہیں بولوں گا۔
- (۲) یوں ہی بغیر کسی منت کے خاموش رہے اور چپ سادھ لے۔

(۳) رمضان کے روزے کی طرح، عبادت سمجھ کر خاموشی کا بھی روزہ رکھ لے۔ ویکرہ

له الصّمّت، قيل: معناه أن يُنذر أن لا يتكلم أصلاً، كما كان في شريعة مَنْ قَبْلَنَا، وقيل أن يُصمّت ولا يتكلم أصلاً من غير نذرٍ سابقٍ، وقيل: معناه: أن ينوي الصّومَ المَعهودَ..... مع زيادة نية أن لا يتكلم وهذا موافقٌ للتعليل المذكور في الكتاب بقوله: لأنّ صيامَ الصّمّتِ ليس بقربة؛ فإنه روي عن أبي هرير قرّضني الله عنه - أن النبي - صَلَّى الله عليه وسلم - نهى عن صوم الوصالِ وصوم الصّمّت. (العيانة: ۴۰۳/۲، ۴۰۴)

بھی بات کرلو، ہمارے یہاں کی چیزیں ایسی نازک نہیں کہ ذرا ذرا سی بات میں ٹوٹ جائیں، کافر سے بات کرنے اور کسی سے ملنے سے ہمارا اعتکاف نہیں ٹوٹتا، بعض لوگ غلو کرتے ہیں، ان کے نزدیک ذرا سی بات میں ان کے قلب پر ان کے گمان کے مطابق ظلمت طاری ہو جاتی ہے، ارے وہ کیسا نور ہے، جس پر ایسے (معمولی) اسباب سے ظلمت طاری ہو جاتی ہے، چراغ اگر کوڑی کا بھی ہو تو اس سے ظلمت خود دفن ہو جائے گی، وہ نور، نور ہی نہیں، جہاں ایسے معمولی اسباب سے ظلمت غالب ہو جائے، وہ کیسے بزرگ ہیں کہ بالکل چھوٹی موٹی کا درخت ہیں کہ ذرا کوئی آیا اور حالت میں فرق آیا، شیخ بھی بنے ہیں اور اتنے کچے، چھوڑ و پیری مریدی، جب اتنے پختہ ہو جاؤ کہ کسی سے ملنے سے ظلمت نہ ہو تو اس وقت پیری کر لینا، ابھی کچھ فرض تھوڑا ہی ہے۔ بہر حال معتکف کے لیے حکم ہے کہ خود تو کسی سے ملنے باہر نہ جائے اور کوئی اندر آئے تو اس سے بول لے، بات کر لے تو کچھ حرج نہیں۔ (احکام اعتکاف / مفتی زید صاحب: ۳۶، ۳۷)۔

معتکف کا مسجد سے ملحق باغ کی نگرانی کرنا

معتکف مسجد میں بیٹھے بیٹھے باغ کی نگرانی کر سکتا ہے؛ البتہ پرندہ وغیرہ بھگانے کے لیے مسجد میں چلا نا منع ہے۔ قال علیہ السلام: حَبَّبُوا مَسَاجِدَكُمْ صَبَّانَكُمْ وَمَجَانِبَكُمْ وَيُعَعِّكُمْ وَشِرَاءَكُمْ وَرَفَعَ أَصْوَاتَكُمْ وَسَلَّ سِيُوفَكُمْ وَإِقَامَةَ حُدُودِكُمْ. (شامی: ۴۲۹/۲)۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۸۰/۱۰)

معتکف کا احاطہ مسجد میں پھول سبزیوں کی دیکھ بھال کرنا

جو حصہ نماز کے لیے ہے وہ مسجد ہے، وہاں سے اگر پھول سبزیوں وغیرہ میں پانی وغیرہ دیدے تو مضائقہ نہیں؛ البتہ ان چیزوں کے لیے باہر نکلتا جائز نہیں۔ وَأَكُلِ الْمُعْتَكِفِ وَشَرْبُهُ وَنَوْمُهُ وَعَقْدُهُ الْبَيْعَ لِمَا يَحْتَاجُهُ لِنَفْسِهِ أَوْ عِيَالِهِ لَا تَكُونُ إِلَّا فِي الْمَسْجِدِ لِلضَّرُورَةِ الْاِعْتِكَافِ، حَتَّى لَوْ خَرَجَ بِهَذِهِ الْأَشْيَاءِ يَفْسُدُ اِعْتِكَافُهُ. (طحطاوی علی مراقی الفلاح: ۳۸۴)۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۸۰/۱۰)

یہ وقت ذکر الہی میں صرف ہوتا تو نیکیوں کا کتنا بڑا خزانہ جمع ہو جاتا، بھلا خزانے کو چھوڑنا اور ڈھیلے کو جمع کرنا کون سی عقلمندی ہے؟ فضول گوئی کی عادت جنت میں جانے سے روکنے والی چیز ہے، رسول مقبول ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص اپنی زبان اور شرمگاہ کی حفاظت کا کفیل ہو گیا، میں اس کے لیے جنت کا کفیل ہوں“۔ (تبلیغ دین: ۳۸، بحوالہ آداب الاعتکاف: ۹۵، ۹۶)

حالتِ اعتکاف میں بیوی سے بات کرنا

سوال: اعتکاف کی حالت میں بیوی سے باتیں کرنا جائز ہے یا نہیں؛ جبکہ معتکف مسجد میں ہو اور اس کی بیوی گھر میں ہو؟

الجواب: حالتِ اعتکاف میں بالکل خاموش رہنا مکروہ ہے، خیر اور بھلائی کی باتیں کرنا ہر کسی سے جائز ہے، چاہے انسان کی شریکِ حیات ہو یا کوئی اور، تاہم بیوی سے پیار و محبت کی باتیں کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔ عن صفیۃ رضی اللہ عنہا۔ اُنْهَا جَاءَتْ اِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ تَزُوْرُهُ فِی اِعْتِكَافِهِ فِی الْمَسْجِدِ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ فَتَحَدَّثَتْ عِنْدَهُ سَاعَةً. (البخاری / الاعتکاف / هل یخرج المعتکف لحوائجه الی باب المسجد: ۱/ ۲۷۲ رقم: ۲۰۳۵) قال العینی: وفيه إباحة خلوة المعتکف بالزوجة، وفيه إباحة زيارة المرأة للمعتکف. (عمدة القاری: ۱۱/ ۱۵۲). وفي الاستذکار: ولا یحل لرجل أن یمس امرأته وهو مُعْتَكِفٌ، ولا یلذذُ منها بِقُبْلَةٍ ولا غیرها. (الاستذکار: ۱۰/ ۳۱۶)۔ (فتاویٰ حقانیہ: ۲۰۵/۴، فتاویٰ رحیمیہ: ۲۸۵/۷)

حالتِ اعتکاف میں لوگوں سے ملاقات بھی کر سکتے ہیں

سبحان اللہ! شریعت نے کیا اعتدال رکھا ہے کہ جس طرح روزے میں کھانے اور نہ کھانے کو جمع کر دیا، یہاں ملنے اور نہ ملنے کو جمع کر دیا اور یہ جمع واقعی بہت مشکل تھا؛ اس لیے آسانی کے واسطے ایک ہیڈ کوارٹر (مرکز) مقرر کر دیا کہ اس میں رہو، اگر کسی ضرورت سے نکلو تو فوراً واپس آ جاؤ، پھر جو یہاں آئے اس سے مل لو، نہ آئے مت ملو، یہاں تک کہ اگر وہ کافر ہو، تب

اعتکاف کے دوران بے فائدہ باتوں سے اجتناب

سوال : کیا اعتکاف کے دوران فضول باتیں کرنا جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ بسا اوقات انسان غیر اختیاری طور پر ایسی باتیں کر جاتا ہے جن کا کوئی مقصد نہیں ہوتا؟

الجواب : اعتکاف کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کثرت سے کی جائے؛ لہذا دورانِ اعتکاف دنیوی باتوں سے حتی الامکان اجتناب کرنا چاہیے۔ لَأنَّہ منقطعٌ إلى اللہ تعالیٰ فلا يشتغل بأمور الدُّنیا. (مراقی الفلاح: ۳۸۴)۔ تاہم دینی مسائل پر گفتگو کرنا اور ضروریات اس سے مستثنیٰ ہیں، وتکلمٌ إلا بخیر. (در مختار: ۳/۴۴۱) وفي الفتح: ویلازم التلاوة والحديث والعلم وتدریسہ و سیر النبیؐ۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ والأنبیاء، علیہم۔ الصلوة والسلام۔ وأخبار الصالحین و کتابة أمور الدین. (فتح القدیر: ۲/۴۰۴) البتہ دنیاوی بات کرنے سے اعتکاف باطل نہیں ہوتا۔ ولا یفسد الاعتکاف سببٌ ولا جدالٌ؛ فإن حرمة هذه الأشياء لیس لأجل الاعتکاف، ألا تری! أنه كان محرماً قبل الاعتکاف ولا یفوت به ركن الاعتکاف وهو اللبث ولا شرطه وهو الصوم. (المبسوط: ۳/۱۲۶) (فتاویٰ تھانی: ۴/۱۹۸)

معتکف کو کن امور میں مشغول رہنا چاہیے؟

اعتکاف کی روح اور حقیقت یہ ہے کہ معتکف اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو مکمل طور پر عبادت کرنے کے لیے فارغ کر لے اور ان تمام دنیوی مشاغل کو چھوڑ دے، جو اللہ تعالیٰ سے دور کرنے والے ہیں۔ عالمگیری میں ہے: فَإِنَّ فِيهِ تَسْلِيمَ الْمُعْتَكِفِ كُلِّيَّتَهُ إِلَى عِبَادَةِ اللَّهِ فِي طَلَبِ الزُّلْفَى وَتَبْعِيدِ النَّفْسِ مِنْ شُغْلِ الدُّنْيَا الَّتِي هِيَ مَانِعَةٌ عَمَّا يَسْتَوْجِبُ الْعَبْدَ مِنَ الْقُرْبَى. (عالمگیری: ۱/۲۱۲)

اس لیے معتکف کے لیے اعتکاف کے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے فقہائے کرام نے جو عبادات لکھی ہیں وہ یہ ہیں: قرآن کریم کی تلاوت، حدیث اور دیگر دینی علوم میں مشغولیت

مسجد کی تعمیر میں معتکف کا کام کرنا

اگر مسجد سے باہر نہ جانا پڑے تو معتکف مسجد کی تعمیر میں کام کر سکتا ہے۔ وَأَكْلُ الْمُعْتَكِفِ وَ شَرْبُهُ وَنَوْمُهُ وَعَقْدُهُ الْبَيْعَ لِمَا يَحْتَاجُهُ لِنَفْسِهِ أَوْ عِيَالِهِ لَا تَكُونُ إِلَّا فِي الْمَسْجِدِ لِمَنْزُورَةِ الْاِعْتِكَافِ حَتَّى لَوْ خَرَجَ بِهَذِهِ الْأَشْيَاءِ يَفْسُدُ اِعْتِكَافُهُ. (طحطاوي علی مراقی الفلاح: ۳۸۴)۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۲۸۰)

معتکف کا مسجد میں بچوں کو تعلیم دینا

معتکف اعتکاف کے دوران بچوں کو دینی تعلیم دے سکتا ہے۔ وَأَمَّا آدَابُهُ.... ویلازم التلاوة والحديث والعلم وتدریسہ، وسیر النبیؐ۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (عالمگیری: ۱۰/۲۱۲) البتہ اگر بچے اتنے چھوٹے ہوں کہ پاکی، ناپاکی کو نہ سمجھتے ہوں تو ان کو مسجد میں نہ بٹھایا جائے۔ وَبَحْرُمُ ادْخَالِ صَبِيَانٍ وَمَجَانِينٍ حَيْثُ غَلَبَ تَنْجِيسُهُمْ، وَإِلَّا فَيُكْرَهُ. (در مختار مع شامی: ۲/۲۲۹)

اعتکاف کے دوران مطالعہ کرنا

اعتکاف کے دوران تمام دینی علوم کا مطالعہ کرنا درست ہے۔ وَأَمَّا آدَابُهُ.... ویلازم التلاوة والحديث والعلم وتدریسہ، وسیر النبیؐ۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (الہندیہ: ۱/۲۱۲)۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/۳۳۷)

معتکف کا مسجد میں بذریعہ مائیک باہر مجمع کو خطاب کرنا

معتکف مائیک کے ذریعہ باہر کے جلسہ عام میں مسجد میں بیٹھے بیٹھے خطاب کر سکتا ہے؛ جبکہ وہ خطاب دینی و اصلاحی مضامین سے متعلق ہو۔ لَکِنَّہْ یَلَازِمُ الْقُرْآنَ، وَالذِّکْرَ، وَالْحَدِيثَ، وَالْعِلْمَ وَدِرَاسَتَهُ، وَسِيرَ النَّبِيِّ ﷺ، وَقِصَصَ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ، وَحِكَايَاتِ الصَّالِحِينَ. (مراقی الفلاح: ۴/۷۰)۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۲۵۲)

قبل چار رکعت سنتِ غیر مؤکدہ، مغرب کے بعد چھ رکعت صلوٰۃ الاوابین، عشاء سے پہلے چار رکعت سنتِ غیر مؤکدہ، عشاء کے بعد دو رکعت سنتِ مؤکدہ ادا کر کے دو رکعت نفل، اس کے علاوہ معتکف کو تہجد کی نماز کا خاص اہتمام کرنا چاہیے۔

(۲) دورانِ اعتکاف فارغ اوقات میں، بالخصوص فجر سے اشراق تک اور عصر کے فرضوں سے فارغ ہو کر مغرب تک، تسبیح و تہلیل، استغفار، درود شریف، تلاوت کلام پاک وغیرہ جس قدر ہو سکے کرتے رہنا چاہیے۔

(۳) عشرۂ اخیرہ کی طاق راتوں میں خصوصیت سے جاگ کر عبادت کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اگر پوری رات بیدار رہنے کا اتفاق نہ ہو تو رات کا زیادہ سے زیادہ حصہ بیدار رہنا چاہیے؛ تاکہ اس مبارک رات کے فضائل و برکات سے مستفیض ہو سکے۔

(۴) مشہور ”لیلۃ القدر“ یعنی ستائیسویں شب کے بعد لوگ عموماً عمل اور عبادت میں سستی کرنے لگتے ہیں، یہ بات بہت ہی غلط اور افسوسناک ہے؛ کیونکہ لیلۃ القدر کا احتمال ۲۹ کی شب کو بھی ہے، اس کے علاوہ بھی رمضان المبارک کا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے، حدیث شریف میں رمضان المبارک کے آخری دنوں اور آخری راتوں میں بڑی مغفرت کی بشارت آئی ہے؛ لہذا اشوال کا چاند نظر آنے تک پوری محنت سے عبادت میں لگے رہنا چاہیے۔

(۵) طبیعت پر زیادہ بوجھ ڈال کر بے اطمینانی اور بے توجہی سے کوئی نفل یا عبادت نہ کرنی چاہیے؛ بلکہ ایسے موقع پر تھوڑی دیر آرام کر لینا چاہیے، پھر سکون و اطمینان کے ساتھ اور پوری یکجہتی سے عبادت میں لگ جانا چاہیے۔

(۶) جہاں تک ممکن ہو دوسرے اعتکاف کرنے والوں اور نمازیوں کو اپنے قول و فعل اور کسی بھی طرزِ عمل سے تکلیف پہنچانے سے سخت احتیاط کرنی چاہیے۔ (جواہر الفتاویٰ ۴۲، مسائل اعتکاف: ۵۸، ۵۹، کفایت المفتی: ۲۴۴/۴)

آنحضرت علیہ السلام کی سیرت طیبہ کا مطالعہ، دوسرے انبیاء کرام سلف صالحین کے حالات کو پڑھنا، دینی امور کی کتابت وغیرہ، دورانِ اعتکاف دنیوی باتیں، ہنسی، مذاق، اعتکاف کے مقصد کے بالکل خلاف ہے اور اس میں بعض گناہ کی باتیں بھی ہو جاتی ہیں جو کہ مسجد میں اور پھر حالتِ اعتکاف میں بہت زیادہ نقصان دہ ہیں۔ وأما آدابہ..... ویلازم التلاوة والحديث والعلم وتدریسہ، وسیر النبی - صلی اللہ علیہ وسلم۔ (عالمگیری ۲۱۲/۱)۔ (خیر الفتاویٰ ۱۳۸/۴)

معتکف کے لیے تحیۃ الوضو و تحیۃ المسجد کا بیان

سوال: معتکف جب بھی وضو کرنے کے لیے جائے تو تحیۃ الوضو و تحیۃ المسجد پڑھے؟
الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً: تحیۃ الوضو پڑھے، تحیۃ المسجد دن میں ایک بار کافی ہے۔
وتستحبُ التَّحِيَّةُ لِدَاخِلِهِ فَإِنْ كَانَ مِمَّنْ يَتَكَرَّرُ دُخُولُهُ كَفَتَهُ رَكْعَتَانِ كُلُّ يَوْمٍ (الأشباه) وفي الحموي: وفي السَّراج الوهَّاج: فَإِنْ قِيلَ: هَلْ تُسَنُّ تَحِيَّةُ الْمَسْجِدِ كُلَّمَا دَخَلَهُ أَمْ لَا؟ قِيلَ: فِيهِ خِلَافٌ، قَالَ بَعْضُهُمْ: نَعَمْ؛ لِأَنَّهُ مَعْتَبَرٌ بِتَحِيَّةِ الْإِنْسَانِ؛ فَإِنَّهُ يُحْيِيهِ كَمَا لَقِيَهِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ: مَرَّةً وَاحِدَةً وَهَذَا إِذَا كَانَ نَائِباً (أَيَ بَعِيداً) أَمَّا إِذَا كَانَ جَارَ الْمَسْجِدِ، لَا يَصِلُهَا، كَمَا لَا يَحْسُنُ لِأَهْلِ مَكَّةَ طَوَافُ الْقُدُومِ. (الأشباه والنظائر مع حاشية الحموي: ۵۵۹ أحكام المسجد. الفن الثالث) فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ (آئینہ رمضان: ۲۵۰)

ایامِ اعتکاف کے معمولات

(۱) ایامِ اعتکاف کی خوب قدر کرنی چاہیے، ایامِ اعتکاف میں فرض نمازوں کے علاوہ تمام سنن، خواہ مؤکدہ ہوں یا غیر مؤکدہ، مثلاً: فجر کے بعد دو رکعت سنتِ مؤکدہ، ظہر سے پہلے چار رکعت اور ظہر کے بعد دو رکعت سنتِ مؤکدہ، عشاء کے بعد دو رکعت سنتِ مؤکدہ، نماز اشراق، چاشت، تحیۃ الوضو، ظہر کے بعد دو رکعت سنتِ مؤکدہ ادا کر کے دو رکعت نفل، عصر سے

مسجد میں کاروبار کرنا

مسجد دنیاوی باتوں، کاروبار، معاملات کے لیے نہیں بنائی گئی ہے؛ اس لیے یہ سب چیزیں مکروہ ہیں۔ وکبرہ عقد ماکان للتجارة وإن لم يحضر المبيع فيه؛ لأنه منقطع إلى الله - تعالیٰ - فلا يشتغل بأمور الدنيا. (مراقی الفلاح: ۷۰۴) مگر ان سے اعتکاف نہیں ٹوٹتا؛ البتہ اس کے اصلی منافع حاصل نہ ہوں گے، ہاں! اگر کبھی معاملات کر لے تو مضائقہ نہیں۔ والكلام المباح وقيد في الظهيرية: بأن يجلس لأجله، فإنه حينئذ لا يباح بالاتفاق؛ لأن المسجد مأبى لأمور الدنيا. (شامی ۴۳۶/۲) وفي الدر المختار: وخص المعتكف بأكل، وشرب، وعقد احتاج إليه لنفسه أو عياله فلو لتجارة كره. (درمختار مع شامی: ۴۴۰/۳)۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۸۴، ۲۵۲/۱۰) کتاب المسائل میں ہے ”خرید و فروخت کا سامان مسجد میں لانا، اعتکاف کو مکروہ بنا دیتا ہے۔ وکبرہ احتضار المبيع. (تبیین الحقائق: ۱/۳۵۱) وفي الهندية: وأما إذا أراد أن يتخذ متجراً فيكره له ذلك. (الهندية: ۱/۲۱۳) ہاں اگر بیع کو سامنے لائے بغیر بیع و شراء کا معاملہ کرے تو معتکف کے لیے یہ مکروہ نہ ہوگا۔ (کتاب المسائل: ۱۱۷/۲) (۱)

(۱) واضح رہے کہ معتکف کو جس تجارت کی اجازت ہے، اس سے مراد ضروری خرید و فروخت کرنا ہے، یعنی اگر کسی کی بساط اتنی ہی ہے کہ اسی پر اس کا گزر رہے تو اس کو جائز ہے کہ وہ مسجد میں تجارت بھی کر لے مگر اسباب (سامان تجارت) مسجد میں نہ لائے؛ کیونکہ مسجد خالصہ للہ بنائی جاتی ہے، وہ حقوق العباد سے آزاد ہوتی ہے، اس کے کسی حصہ کو حقوق العباد سے مشغول رکھنا، مکروہ ہوگا۔ قال في الهداية: ولا بأس بأن يبيع ويتبع في المسجد من غير أن يحضر السلعة؛ لأنه قد يحتاج إلى ذلك بأن لا يجد من يقوم بحاجته إلا أنهم قالوا: يكره احتضار السلعة للبيع والشراء؛ لأن المسجد محرو عن حقوق العباد وفيه شغل به. (هداية) وفي الفتح: لأن المسجد محرو عن حقوق العباد، فإنه أخلص لله سبحانه. وفي احتضار السلعة شغل به من غير ضرورة. (فتح القدیر: ۴۰۲/۲) اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اگر چھوٹی سی چیز ہو جس سے نمازیوں کو تکلیف نہ ہو اور مسجد مشغول نہ ہو تو اس کا مسجد میں لانا بھی جائز ہے۔ بقیا گلے صفحہ پر.....

معتکف کے لیے امورِ مکروہہ اور امورِ مفسدہ کا بیان

مکروہاتِ اعتکاف

اعتکاف کی حالت میں مندرجہ ذیل امور مکروہ ہیں:

- (۱) عبادت سمجھ کر خاموشی اختیار کرنا۔ (۲) فضول اور بلا ضرورت باتیں کرنا۔
- (۳) سامان تجارت مسجد میں لا کر بیچنا۔ (۴) اعتکاف کے لیے مسجد میں اتنی جگہ گھیر لینا، جس سے دوسرے معتکفین یا نمازیوں کو تکلیف پہونچے۔ (۵) اجرت پر کتابت کرنا، یا کپڑے سینا، یا تعلیم دینا بھی معتکف کے لیے فقہائے کرام نے مکروہ لکھا ہے؛ البتہ جو شخص کہ اس کے بغیر ایام اعتکاف کی روزی بھی نہ کما سکتا ہو، اس کے لیے بیع پر قیاس کر کے بقدر ضرورت گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ (احکام اعتکاف: ۵۰)

معتکف کا مسجد میں بچوں کو انگریزی پڑھانا

معتکف کو نیک کاموں نماز، تلاوت، ذکر و اذکار وغیرہ میں مشغول رہنا چاہیے، بچوں کو دینی تعلیم دینے یا دینی کتب کا مطالعہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، واما آدابہ..... ویلازم التلاوة والحديث والعلم وتدریسہ، وسیر النبی - صلی اللہ علیہ وسلم - (الہندیہ: ۱/۲۱۲) بحالت اعتکاف انگریزی پڑھانے سے اعتکاف کا فساد تو نہیں ہوتا؛ مگر منافع اعتکاف بھی پورے نہیں ہوتے۔ (مستفاد فتاویٰ محمودیہ: ۲۸۴/۱۰)

الجواب: مسجد میں رہنا معتکف کا اعتکاف کے لیے ضروری ہے، بدون اس کے اعتکاف نہیں ہو سکتا، درمختار میں ہے: **فَاللُّبُّ هُوَ الرُّكْنُ وَالْكُونُ فِي الْمَسْجِدِ... وَحُرْمٌ عَلَيْهِ أَيْ عَلَى الْمُعْتَكِفِ.. الْخُرُوجُ إِلَّا لِحَاجَةِ الْإِنْسَانِ طَبْعِيَّةً كَبُولٍ، وَغَائِطٍ، وَغَسَلٍ لَوْ احْتَلَمَ... أَوْ شَرَعِيَّةً كَعِيدٍ، وَأَذَانٍ لَوْ مُؤَذِّنًا، وَبَابُ الْمَنَارَةِ خَارِجَ الْمَسْجِدِ، وَالْجُمُعَةِ وَقْتُ الزَّوَالِ... (در مختار: ۳/ ۴۳۰، ۴۳۵)۔** اس روایت سے معلوم ہوا کہ معتکف کو مسجد میں رہنا ضروری ہے، بول و برازا اور غسلِ جنابت اور جمعہ وغیرہ کے لیے نکلنا جائز ہے، بناءً علیہ! ضرورت کی وجہ سے مسجد کے اندر ڈاکخانے کا کام کرنا، زبانی گفتگو کرنا جائز ہے؛ لیکن ڈاکخانے کے کام کی وجہ سے نکلنا مفسدِ اعتکاف ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ۶/ ۵۱۳) (۱)

معتکفین کا باہم باتوں میں مشغول رہنا

معتکفین عبادت کے لیے اپنے مولیٰ کو راضی کرنے کے لیے اور حصولِ ثواب کے لیے بیٹھتے ہیں۔ **فَإِنَّ فِيهِ تَسْلِيمَ الْمُعْتَكِفِ كُفَيْتَهُ إِلَى عِبَادَةِ اللَّهِ فِي طَلَبِ الزُّلْفَى وَتَبَعِيدِ النَّفْسِ مِنْ شُغْلِ الدُّنْيَا الَّتِي هِيَ مَانِعَةٌ عَمَّا يَسْتَوْجِبُ الْعَبْدُ مِنَ الْقُرْبَى..... (الهندية: ۱/ ۲۱۲)** اگر دنیا کی باتوں میں مشغول رہیں گے تو بجائے اجر و ثواب کے فرشتوں کی لعنت اور بددعا لے کر جائیں گے؛ لہذا معتکفین کو لازم ہے کہ بلا ضرورت ایک جگہ جمع نہ ہوں، اپنے اپنے خیمے میں تلاوت، دعاء، نوافل، ذکر اللہ، درود شریف پڑھنے اور بقدر ضرورت سونے میں مشغول رہیں، جو دنیوی امور خارج مسجد اور غیر معتکف کے لیے درست نہیں، وہ مسجد میں اور پھر معتکف کے لیے کیسے درست ہو سکتے ہیں؟ چنانچہ مجالسِ ابراہیم ہے: **وَيَلَازِمُ التَّلَاوَةَ وَالْحَدِيثَ وَالْعِلْمَ وَتَدْرِيسَهُ، وَسِيرَ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ**

(۱) شاید حالتِ اعتکاف میں ڈاک خانے کا کام کرنے کا حکم کسی سخت ضرورت کے ساتھ خاص ہو، ورنہ مستقل طور پر مسجد میں ڈاک خانے کا کام کرنا اور اس پر اجرت لینا دو وجہ سے کراہت سے خالی نہیں: ایک تو یہ کہ معتکف منقطع الی اللہ ہوتا ہے؛ لہذا اس کے لیے مناسب نہیں کہ وہ کسی دوسری طرف مشغول ہو، دوسرے یہ کہ حالتِ اعتکاف میں بھی فقہاء نے اجرت لے کر کام کرنے کو مکروہ لکھا ہے۔ وکذا كُفْرُهُ فِيهِ التَّعْلِيمُ وَالْكِتَابَةُ وَالْخِيَاطَةُ بِأَجْرِ (البحر: ۲/ ۵۳۰)

حسبِ ضرورت معتکف کا کاروبار سے

باخبر رہنے کے لیے مسجد میں فون لگانا

اگر حسبِ ضرورت معتکف کا کاروبار سے باخبر رہنے کے لیے مسجد میں فون لگالے تو مضائقہ نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۸۴/۱۰) معتکف چونکہ اپنے آپ کو فارغ کر کے اللہ رب العزت کی طرف متوجہ رہتا ہے؛ اس لیے مسجد میں فون لگا کر باتوں میں مشغول رہنا یا موبائل پر تجارت میں ہی لگے رہنا، اعتکاف کے مقصد کے خلاف اور مکروہ ہوگا۔ **قَالَ فِي الْمَرَاقِي: وَكُرِهَ عَقْدُ مَا كَانَ لِلتَّجَارَةِ وَإِنْ لَمْ يُحْضِرِ الْمَبِيعَ فِيهِ؛ لِأَنَّهُ مُنْقَطِعٌ إِلَى اللَّهِ. تَعَالَى. فَلَا يَشْتَغِلُ بِأُمُورِ الدُّنْيَا. (مراقی) وَفِي الطَّحْطَاوِي: وَكُرِهَ عَقْدُ مَا كَانَ لِلتَّجَارَةِ وَإِنْ لَمْ يُحْضِرِ الْمَبِيعَ فِيهِ. (مراقی الفلاح مع طحطاوي: ۴/ ۷۰)**

حالتِ اعتکاف میں ڈاکخانے کا کام کرنا

سوال: بندہ کے پاس ڈاکخانے کا کام ہے، کیا اعتکاف کی حالت میں ڈاکخانے کا کام کر سکتا ہوں، جبکہ گفتگو نہ کی جائے؟

بقیہ گذشتہ صفحہ کا.....

وَقَالَ أَبُو السَّعُودِ: نَقَلَ الْحَمَوِيُّ عَنِ الْبُرْجَنْدِيِّ: أَنَّ إِحْضَارَ الثَّمَنِ وَالْمَبِيعِ الَّذِي لَا يَشْغُلُ الْمَسْجِدَ جَائِزٌ. (شامی: ۳/ ۴۰) معتکف کو بلا ضرورت مستقل طور پر تجارت کا پیشہ اختیار کرنا (خواہ بیعِ حاضر نہ ہو) مکروہ ہے؛ کیونکہ معتکف اپنے آپ کو فارغ کر کے اللہ کی طرف متوجہ ہے، لہذا اس کو دنیوی امور میں مشغول ہونا کسی بھی طرح مناسب نہیں۔ **قَالَ فِي الْبَحْرِ: وَأَرَادَ بِالْمَبَايَعَةِ الْبَيْعَ وَالشِّرَاءَ وَهُوَ الْإِيجَابُ وَالْقَبُولُ..... وَأَطْلَقَ الْمَبَايَعَةَ، فَشَمِلَتْ مَا إِذَا كَانَتْ لِلتَّجَارَةِ، وَقِيْدُهُ فِي الذَّخِيرَةِ بِمَا لَا بَدَّ مِنْهُ كَالطَّعَامِ، أَمَّا إِذَا أَرَادَ أَنْ يَتَخَذَ ذَلِكَ مَتَجَرًّا، فَإِنَّهُ مَكْرُوهٌ وَإِنْ لَمْ يُحْضِرِ السَّلْعَةَ. (البحر الزائق: ۲/ ۵۳۰)** وفي المراقی: وَكُرِهَ عَقْدُ مَا كَانَ لِلتَّجَارَةِ وَإِنْ لَمْ يُحْضِرِ الْمَبِيعَ فِيهِ؛ لِأَنَّهُ مُنْقَطِعٌ إِلَى اللَّهِ - تَعَالَى - فَلَا يَشْتَغِلُ بِأُمُورِ الدُّنْيَا. (مراقی) وَفِي الطَّحْطَاوِي: وَكُرِهَ عَقْدُ مَا كَانَ لِلتَّجَارَةِ وَإِنْ لَمْ يُحْضِرِ الْمَبِيعَ فِيهِ. (مراقی الفلاح مع طحطاوي: ۴/ ۷۰)

مسجد کا اور زیادہ احترام ملحوظ رکھنا چاہیے اور زیادہ سے زیادہ وقت عبادت میں گزارنا چاہیے، ٹیپ ریکاڈر سے وعظ سننا جائز اور درست ہے؛ لیکن ٹیپ ریکاڈر آلہ لہو و لعب میں شمار ہوتا ہے؛ اس لیے بلا ضرورت مسجد کے جماعت خانہ میں اور اعتکاف کی حالت میں استعمال نہیں کرنا چاہیے اور اس فعل سے دوسرے معکفین اور عبادت کرنے والوں کو غلغلہ ہوتا ہو، تو اسے بجانا جائز نہیں کہلائے گا۔ (فتاویٰ دینیہ: ۸۴/۳) اور فتاویٰ محمودیہ میں ہے: فی نفسہ ریڈیو یا ٹیپ ریکاڈر اگر تلاوت کلام پاک یا وعظ کی آواز آئے، تو اس کا سننا مسجد اور غیر مسجد سب جگہ درست ہے؛ لیکن اگر مسجد میں یہ طریقہ شروع کر دیا جائے، تو اندیشہ ہے کہ ہر قسم کی چیزوں کے لیے مکانات کی طرح مسجد میں بھی ریڈیو اور ٹیپ ریکاڈر کا استعمال ہونے لگے گا اور جائز و ناجائز کی کوئی تمیز باقی نہیں رہے گی؛ اس لیے مسجد میں ایسی چیزوں سے احتراز کیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۰۲/۱۵)

معتکف کا تمباکو کھانا

سوال: معتکف تمباکو، پان مسجد میں کھا سکتا ہے یا نہیں؟
الجواب: حامداً و مصلیاً: کھا سکتا ہے، جبکہ بدبودار نہ ہو۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۴۶/۱۰)
بدبودار تمباکو کھانا ممنوع ہوگا۔ قال ط: ویؤخذ منه کراهۃ التحريم في المسجد؛
للنهي الوارد في الثوم والبصل وهو ملحق بهما. (شامی: ۴/۱۰)

معتکف کا مسجد میں حجامت بنوانا

سوال: معتکف مسجد کے فرش پر بیٹھ کر حجامت بنوا سکتا ہے یا نہیں؟
الجواب حامداً و مصلیاً: بنوا سکتا ہے؛ البتہ بال دہاں نہ گرنے پائیں۔ لائن
تنظيف المسجد واجب. (شامی: ۴۳۵/۳)۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۴۹/۱۰، ۲۶۳) اور
صاحب احسن الفتاویٰ تحریر فرماتے ہیں ”اپنی حجامت خود بنانا جائز ہے، حجام سے بنوانے
میں یہ تفصیل ہے کہ اگر وہ بدون عوض کام کرتا ہے تو مسجد کے اندر جائز ہے اور اگر بالعوض ہے
تو معتکف مسجد کے اندر رہے، مگر حجام مسجد کے باہر بیٹھ کر حجامت بنوائے، مسجد کے اندر اجرت

– وقصص الأنبياء، وحکایات الصالحین، و کتابۃ أمور الدین، وأما التکلم
بمالیس بخیر، فإنه مکروه لغير المعتکف، فما ظنک للمعتکف في
المسجد؟ ”اور قرآن کی تلاوت، اور حدیث، اور علم دین، اور سیرۃ نبی ﷺ اور صالحین کی
حکایتوں، اور امور دینی کے لکھنے پڑھنے کا شغل رکھے اور فضول بات کرنا غیر معتکف کے لیے بھی
مکروہ ہے، چہ جائے کہ مسجد کے اندر معتکف کے لیے۔ (مجالس ابرار: ۲۰۵، مجلس
نمبر: ۳۱)۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ۲۷۹/۷)

حالتِ اعتکاف میں اخبار و غیرہ پڑھنے کا حکم

سوال: معتکف آدمی اعتکاف کے دوران اخبار و رسائل پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ اسی طرح
خبریں سننے کی غرض سے ریڈیو اپنے پاس رکھ سکتا ہے یا نہیں؟
کیونکہ اخبارات میں اکثر عریاں تصویریں ہوتی ہیں، جب کہ ریڈیو میں صرف آواز
سنائی دیتی ہے تو کیا خبریں سننا زمرہ عبادت میں شمار ہیں یا معاملات میں؟ ان افعال کے
مرتب شخص کو بار بار سمجھایا گیا کہ معتکف کے لیے یہ فعل غیر مناسب ہے، معتکف چونکہ
ریٹائرڈ پچر ہے؛ اس لیے وہ اپنے اس فعل کو مجتہد کی حیثیت سے چھوڑنے کے لیے قطعاً تیار نہیں
..... برائے مہربانی تقدس مسجد اور آدابِ اعتکاف سے تفصیلاً آگاہ فرمائیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: اعتکاف کا بنیادی مقصد رضائے الہی ہے؛ اس لیے
اعتکاف کے دوران ان عبادات میں مشغول ہونا چاہیے جو رضائے الہی کا باعث بنتی ہوں،
فقہائے کرام نے معتکف کے لیے قرآن کریم کی تلاوت احادیث مبارکہ اور دینی کتابوں کا
مطالعہ اور نوافل کثرت سے پڑھنا تجویز کیا ہے؛ لہذا ایک معتکف کو ان امور میں مشغول رہنا
چاہیے، نہ کہ اخبار پڑھنے اور خبریں سننے میں اپنا قیمتی وقت ضائع کرے اور ویسے بھی مسجد کے
اندر تصاویر اور اخبارات دیکھنا صحیح نہیں۔ (آئینہ رمضان: ۲۷۶)

حالتِ اعتکاف میں ٹیپ رکارڈ پر بیان سننا

مسجد میں جماعت خانہ کا ادب ہر مسلمان کو کرنا چاہیے اور اعتکاف کرنے والے شخص کو تو

بخدمت حضرت اقدس شیخی وسیدی مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ علی کل حال! خیریت حضرت عالی مع جملہ رفقاء بدل نیک خواستگاں ہوں، تقریباً ایک ہفتہ ہو گیا، حضرت عالی کا پرچہ مسئلہ ”بول فی المسجد فی الإناء“ کے سلسلے میں بہت تلاش کیا کہ کہیں بھی مل جائے، مگر یہ مسئلہ مفید جواز ملتا ہی نہیں ہے؛ بلکہ صاحب ”بحر“ نے ”الأشباہ والنظائر“ میں حرمت ہی لکھی ہے۔

”احکام المساجد“ میں لکھتے ہیں ”ومنها: تحريم البول فيه ولو في إناء“

(ص: ۵۵۷)

خود حضرت عالی نے ”لامع الدراری“ (۱۲۱/۱) میں لکھا ہے: قال صاحب الدر المختار (۶۱۴/۱): ”لا يجوز البول والفصد فيه، ولو في إناء“. علامہ مفتی الدین ابن قدامہ نے ”المغنی“ (۱۵۲/۳) میں لکھا ہے: إذا أراد أن يبول في المسجد في طست لم يَحْضِرْ ذلك؛ لأن المساجد لم تُبْنَ لهذا، وهو مما يَنْقُبُ، وَيُفْحَشُ، وَيُسْتَحْفَى به، فَوَجَبَ صِيَانَةُ المسجد عنه، هَكَذَا فِي الشَّرْحِ الْكَبِيرِ. امام نووی شرح مسلم (۱۳۹/۱) میں حدیث انس رضی اللہ عنہ: إِنَّ هَذِهِ الْمَسَاجِدَ لَا تَصْلُحُ لشيءٍ من هذا البول ولا القدر، إِنَّمَا هِيَ لذكر الله، والصلاة، وقراءة القرآن. کے ذیل میں لکھتے ہیں: وإن بَالَ فِي إِنَاءٍ فِي الْمَسْجِدِ فَفِيهِ وَجْهَان: أَحَدُهُمَا أَنَّهُ حَرَامٌ، وَالثَّانِي: مَكْرُوهٌ، (شرح مُهَذَّب: ۹۲/۲) میں لکھتے ہیں: وَيَحْرُمُ الْبَوْلُ فِي الْمَسْجِدِ فِي غَيْرِ إِنَاءٍ، وَأَمَّا فِي إِنَاءٍ فَفِيهِ اِحْتِمَالَانِ لِابْنِ الصَّبَّاحِ: أَحَدُهُمَا الْجَوَازُ، وَالثَّانِيَةُ: التَّحْرِيمُ؛ لِأَنَّ الْبَوْلَ مُسْتَقْبَحٌ، فَنَزَّهَ الْمَسْجِدَ عَنْهُ، وَهَذَا هُوَ الَّذِي اخْتَارَهُ الشَّاشِي وَغَيْرُهُ، وَهُوَ الْأَصَحُّ الْمُخْتَارُ، وَجَزَمَ بِهِ صَاحِبُ السِّيَمَةِ، وَنَقَلَ الْعَبْدَرِيُّ عَنْ الْأَكْثَرِيِّ. رَغَبِي ”سلا جزور“ والی روایت تو یہ مشرکین کا فعل ہے اور مسجد میں اخراج ریح کا مسئلہ ہمارے یہاں مختلف فیہ ہے، صاحب بحر الأشباہ میں لکھتے ہیں (ص: ۵۶۰): وإخراج الريح فيه من الدبر، قال الحموي: أي يُكْرَهُ أَقُول: وفي شرح الجامع الصغير للثمريتاشي: اختلف السلف في الذي

سے کام کرنا جائز نہیں۔ وتكره الصنعة فيه، من خياطة وكتابة بأجر. (الأشباہ الفن الثالث / أحكام المساجد: ۱۸۷/۳)۔ (احسن الفتاوی: ۵۱۶/۳)

حالتِ اعتکاف میں ناخن کاٹنا

بہتر طریقہ یہ ہے کہ اعتکاف میں بیٹھنے سے پہلے ناخن یا غیر ضروری بال جو بڑھ گئے ہوں، کاٹ لینا چاہیے، اگر کسی وجہ سے کاٹ نہ سکا، تو اعتکاف میں ان چیزوں کے کاٹنے کی اجازت ہے اور اس میں بھی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ جس سے مسجد کی تلویث نہ ہو، جیسے مسجد میں چادر وغیرہ بچھا لینا۔ (نجم الفتاوی: ۳۱۸/۳)

حالتِ اعتکاف میں کنگھا کرنے کا حکم

حالتِ اعتکاف میں جو چیزیں ممنوع قرار دی گئی ہیں، وہ جماع، دواعی جماع اور اسی طرح بلا عذر طبعی و شرعی مسجد سے نکلنا ہے، کہ ان چیزوں سے معتکف کا اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے، جہاں تک کنگھے کا تعلق ہے تو اس بارے میں صریح نص موجود ہے کہ آپ ﷺ اعتکاف میں ہوتے تھے اور حضرت عائشہؓ آپ ﷺ کے سر مبارک میں کنگھا کرتی تھیں؛ لہذا حالتِ اعتکاف میں کنگھا کرنے سے اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔ ”عن عائشة قالت: وإن كان رسول الله - صلى الله عليه وسلم - ليدخل علي رأسه وهو في المسجد، فأرجله وكان لا يدخل البيت إلا لحاجة الإنسان“ (صحيح البخاري / الاعتكاف / لا يدخل البيت إلا لحاجة: ۲۷۲/۱، رقم: ۲۰۲۹)۔ (نجم الفتاوی: ۳۱۷/۳)

کیا معتکف مسجد میں کوئی برتن رکھ کر اس میں

پیشاب کر سکتا ہے؟

(مسجد میں بحالتِ اعتکاف کسی برتن (پیشاب دانی وغیرہ) میں پیشاب کرنے کی گنجائش ہے یا نہیں؟ یہ سوال حضرت اقدس شیخ مدظلہ نے کیا تھا، جس کا جواب حسب ذیل دیا گیا۔)

کے علاوہ تمام دفتری کاروائی، فائلیں وغیرہ، مسجد میں منگوا کر ان پر نوٹ وغیرہ لکھتے ہیں، اس کے علاوہ موصوف ٹیپ ریکارڈ لگوا کر مسجد میں ہی قوالیوں کی کیسٹ سنتے ہیں؛ جبکہ قوالیوں میں ساز بھی شامل ہوتے ہیں، کیا مسجد میں اس کی اجازت ہے کہ قوالی سنی جائے؟ اس کے علاوہ موصوف مسجد میں ٹیلی ویژن سیٹ بھی رکھوا کر ٹیلی کاسٹ ہونے والے تمام دینی پروگرام بڑے ذوق و شوق سے دیکھتے ہیں اور موصوف کے ساتھ ان کے نوکرو وغیرہ بھی خدمت کے لیے موجود رہتے ہیں، ہماری کالونی کے متعدد نمازی موصوف کی ان حرکتوں کی وجہ سے مسجد میں نماز پڑھنے نہیں آتے، کیا ان نمازیوں کا یہ فعل صحیح ہے؟

جواب: اعتکاف کی اصل روح یہ ہے کہ اتنے دنوں کو خاص انقطاعِ الی اللہ میں گزاریں اور حتی الوسع تمام دنیوی مشاغل بند کر دیئے جائیں۔ لَئِنَّهُ مَنْقَطِعٌ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى فلا يشتغلُ بأمور الدُّنْيَا. (مراقی الفلاح: ۷۰۴) تاہم جن کاموں کے بغیر چارہ نہ ہو، ان کا کرنا جائز ہے؛ لیکن مسجد کو اتنے دنوں کے لیے دفتر میں تبدیل کر دینا، بے جا بات ہے اور مسجد میں گانے بجانے کے آلات بجانا یا ٹیلی ویژن دیکھنا حرام ہے، جو نیکی برباد، گناہ لازم کے مصداق ہے، آپ کے ڈائریکٹر صاحب کو چاہیے کہ اگر اعتکاف کریں تو شانہ نہیں، فقیرانہ کریں اور محرمات سے احتراز کریں؛ ورنہ اعتکاف ان کے لیے کوئی فرض نہیں، خدا کے گھر کو معاف کریں اور اس کے تقدس کو پامال نہ کریں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰) (۱)

اعتکاف کے دوران بیوی سے دل لگی

حالتِ اعتکاف میں معتکف کے لیے دوائی و طبی (بوس و کنار وغیرہ) حرام ہے؛ لیکن اس سے اعتکاف فاسد نہ ہوگا؛ البتہ اگر اس دوائی سے انزال ہو جائے، تو اس صورت میں اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ وَكَذَا التَّقْيِيلُ، وَالْمَعَانِقَةُ، وَالثَّلْمُ، إِنَّ أَنْزَلَ شَيْءٌ مِنْ ذَلِكَ، (۱) واضح رہے کہ جن چیزوں کا استعمال خارج مسجد ناجائز و حرام ہے، مثلاً: گانے بجانے کے آلات بجانا، ٹیلی ویژن دیکھنا وغیرہ، مسجد میں ان کی حرمت اور بڑھ جاتی ہے۔ قَالَ فِي الْعِنَايَةِ: يَعْنِي أَنَّ التَّكْلُمَ فِي الشَّرِّ أَشَدُّ حَرَمَةً مِنْهُ فِي غَيْرِهِ، فَكَانَ مِنْ قَبِيلِ قَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿فَلَا تَطْلُمُوا فِيهِمْ أَنْفُسَكُمْ﴾ فَإِنَّ الظَّلْمَ وَإِنْ كَانَ حَرَامًا مُطْلَقًا؛ لَكِنْ قِيدَهُ بِالْأَشْهَرِ فِيهَا أَشَدُّ حَرَمَةً. (عناية مع الفتح: ۲/۴۰۲)

يَفْسُو فِي الْمَسْجِدِ فَلَمْ يَرَبَعْهُمْ بِأَسَاءَ، وَبَعْضُهُمْ: لَا يَفْسُو؛ بَلْ يَخْرُجُ إِذَا حَاجَ إِلَيْهِ وَهُوَ الْأَصَحُّ، انْتَهَى. وَالْعَلَّةُ أَنَّ الْمَلَائِكَةَ تَتَأَذَى بِمَا يَتَأَذَى بِهِ بَنُو آدَمَ، كَمَا وَرَدَ فِي الْحَدِيثِ، وَكَذَا نَقَلَهُ الشَّامِيُّ عَنِ الْأَشْبَاهِ وَالْحَمَوِيِّ، وَكَذَا نَقَلَهُ فِي الْهِنْدِيَةِ (۳۵۵) عَنِ الثُّمَرَتَاشِيِّ وَنَقَلَهُ فِي الْأَوْجَزِ (۲/۱۲۷) عَنِ الْبَحْرِ وَالشَّامِيِّ وَلِيَرَأِ جَمْعُ. الْبَتَّةُ إِمَامٌ نُوَوِيٌّ كَلَّمَ سَمْعًا عَنْهُ جَوَازَ مَعْلُومٍ، هُوَ يَقُولُ، فَرَمَاتُ هِيَ (۲/۱۷۸) لَا يَحْرُمُ لِلْإِنْسَانِ أَنْ يُخْرِجَ الرِّيحَ فِي الْمَسْجِدِ مِنَ الدُّبْرِ؛ لَكِنَّ الْأَوَّلَى اجْتِنَابُهُ؛ لِقَوْلِهِ ﷺ: «فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَتَأَذَى بِمَا يَتَأَذَى مِنْهُ بَنُو آدَمَ». وَفِي حَاشِيَةِ شَرْحِ الْمَهْدُبِ عَنِ الْأَزْرَعِيِّ: وَيَنْبَغِي أَنْ يُكْرَهَ ذَلِكَ إِذَا تَعَاطَاهُ لِاسْتِمَاءٍ إِذَا كَانَ عَنْ غَيْرِ حَاجَةٍ؛ بَلْ يَنْبَغِي أَنْ يَحْرُمَ وَالْحَدِيثُ نَصٌّ فِي النَّهْيِ، وَقَالَ الْحَلَبِيُّ فِي الْكَبِيرِ (۱/۵۶۸) بَعْدَ نَقْلِ كَلَامِ النَّوَوِيِّ: وَقَالَ السُّرُوجِيُّ: وَهَذَا عِنْدَنَا مَكْرُوهٌ. يَهْوَ بَارَاتِ سَارِي كِي سَارِي مَفِيدِ مَمَانَعَتِ هِيَ، سَوَاءً أَيْكِ وَجْهٍ كِي، جَوْشَانِغِيهِ كِي زَدِيكِي هِيَ، حَضَرَتْ مَفْتِي مَظْفَرِ حَسِينِ صَاحِبِ سَمْعًا عَنِ مَرَاجَعَتِ كِي تَوَانُحُوهُ نِي فَرَمَايَا كِي نَجَاشِ نَظَرِ نِيهِ آتِي، خُودِ فَتَهَاءِ نِي صَبِيَانِ (بچوں) كُو مَسَاجِدِ مِي خُوفِ تَلَوِيْثِ مَسْجِدِ كِي وَجْهِ سَمْعًا لِي جَانِي كُو مَنَعِي كِيَا هِيَ اُورِي هِيََا هِيََا يَحْتِمَالِ قَائِمِ هِيََا۔ (البرقائت الغالية: ۲/۱۱۲-۱۱۳)

اعتکاف کے دوران قوالی سننا، ٹیلی ویژن دیکھنا

اور دفتری کام کرنا

سوال: مسئلہ یہ ہے کہ ہم لوگوں کی مسجد، جو کہ مہران شوگر ملز ٹنڈروالہ یار ضلع حیدرآباد کی کالونی میں واقع ہے، اس میں ہر سال رمضان شریف میں ہماری مل کے ریڈیٹ ڈائریکٹر صاحب (جو کہ ظاہری طور پر انتہائی دیندار آدمی ہیں) اعتکاف میں بیٹھتے ہیں؛ لیکن ان کے اعتکاف کا طریقہ یہ ہے کہ وہ جس گوشہ میں بیٹھتے ہیں، وہاں گاؤ، تکیہ اور قالین کے ساتھ ٹیلیفون بھی لگواتے ہیں، جو کہ اعتکاف مکمل ہونے تک وہیں رہتا ہے اور موصوف سارا دن اعتکاف کے دوران اسی ٹیلیفون کے ذریعے تمام کاروبار اور مل کے معاملات کو کنٹرول کرتے ہیں، اس

معتکف کے ساتھ غیر معتکف کا افطار کرنا

سوال: امام مسجد معتکف ہے، اس کے ساتھ امام تراویح جو معتکف نہیں ہے، مسجد میں افطار کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: احوط یہ ہے کہ حافظ صاحب خارج مسجد شرعی اپنے مکہ وغیرہ میں افطار کریں، اگر مسجد میں داخل ہونے کے وقت نفل اعتکاف کی نیت کر لیں تو معتکف کے ساتھ افطار کر سکتے ہیں، مسجد میں داخل ہونے کے وقت ”اللہم افتح لی ابواب رحمتک“ کے ساتھ ”نَوَيْتُ الْعِتْكَافَ مَا دُمْتُ فِي الْمَسْجِدِ“ کہہ لیا کریں۔

عالمگیری میں ہے: ويكره النوم والأكل فيه لغير المعتكف إذا أراد أن يفعل ذلك، ينبغي أن ينوي الاعتكاف، فيدخل فيه ويدكر الله تعالى بقدر مانوى أو يصلي، ثم يفعل ما شاء. كذا في السراجية (فتاوی عالمگیری: ۶/۲۱۵)۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ۷/۲۷۸)

بلا عذر مسجد سے نکلنا

اگر تھوڑی دیر کے لیے بھی قصد یا سہواً معتکف بلا عذر مسجد کی حدود سے باہر نکل گیا، تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ فلو خرج ساعة بلا عذر، فسَدَ (تنویر الأبصار: ۳/۴۳۷)۔ (کتاب المسائل: ۱۱۸/۲، فتاویٰ دارالعلوم: ۶: ۵۰۵)

بھول کر معتکف کے لیے مسجد سے نکلنے کا حکم

معتکف کے بھول کر معتکف سے نکلنے سے بھی اعتکاف باقی نہیں رہتا، ختم ہو جاتا ہے۔ وإن خرج من غير عذر ساعة، فسَدَ اعتكافه في قول أبي حنيفة - رحمه الله تعالى - سواء كان الخروج عامداً أو ناسياً. (الهندي: ۱/۲۱۲)۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۲۸۵، احسن الفتاویٰ: ۴/۵۰۷، فتاویٰ حنائیہ: ۴/۲۰۳)

فَسَدَ عِتْكَافُهُ، وَإِلَّا فَلَا؛ لَكِنَّهُ يَكُونُ حَرَاماً. (بدائع الصنائع: ۲/۲۸۶)۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ۲۸۵، فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۲۳۹، ۲۶۹، کتاب المسائل: ۱۱۹/۲، فتاویٰ حنائیہ: ۲/۲۰۵)

معتکف کا مسجد میں چار پائی پر سونا

معتکف مسجد میں چار پائی پر سونکتا ہے۔ (۱) کما في سفر السَّعَادَةِ وابن ماجه: أَن النَّبِيِّ ﷺ كَانَ إِذَا عَتَكَفَ، طَرَحَ لَهُ فَرَّاشَهُ أَوْ يَوْضَعُ لَهُ سَرِيرَهُ وَرَاءَ أُسْطُوَانَةِ التَّوْبَةِ. (سنن ابن ماجه / الصيام / المعتكف يلزم مكاناً من المسجد: ۱۲۸، رقم: ۱۷۷۴، وقال الشوكاني: رجال إسناده ثقات، كما في نيل الأوطار: ۴/۲۶۶)۔ (آئینہ رمضان: ۲۳۲)

(۱) البتہ بہتر نہیں ہے، اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں: ”بہر کیف! اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اعتکاف کے لیے مسجد میں بستر بچھنا بھی جائز ہے اور اگر کسی کو فرش پر سونے میں نیند نہ آئے تو چار پائی بھی ڈال سکتا ہے؛ لیکن اچھا یہی ہے کہ چند روز کے لیے اتنا زیادہ اہتمام نہ کیا جائے؛ بلکہ سادگی کے ساتھ فرش پر سونیں، آنحضرت ﷺ چونکہ پیغمبر تھے؛ اس لیے آپ ﷺ نے بہت سے کام اس لیے فرمائے ہیں؛ تاکہ امت کو ان کا جائز ہونا معلوم ہو جائے؛ لہذا آپ ﷺ نے چار پائی ڈالوا کر اس کا جائز ہونا بھی بتا دیا؛ لیکن عام مسلمانوں کے لیے بہتر یہی ہے کہ فرش پر سونے کا انتظام کریں، لایہ کہ کوئی عذر ہو“۔ (احکام اعتکاف: ۱۲) اور فتاویٰ محمودیہ میں ہے: حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے اعتکاف میں سریر کا مسجد میں ہونا اور اس میں آرام فرمانا، احادیث میں صاف صاف مذکور ہے؛ اس لیے اس کو ناجائز کہنا غلط ہے؛ البتہ آج کل عرفا اس چیز سے عوام میں تو خوش پیدا ہوتا ہے، اس بناء پر احتیاط کی جائے تو مناسب ہے؛ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سریر پروہاں آرام فرمانا تعبداً و تاکیداً للامة نہیں تھا؛ بلکہ مصلحت (آرام کے لیے) تھا، پس اس سے احتیاط میں نہ ترک تعبد ہے، نہ ترک سنت۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۵/۲۳۵-۲۳۶) اور اس کے حاشیہ پر بحوالہ احسن الفتاویٰ مذکور ہے ”در اصل ادب یا بے ادبی کا مدار عرف پر ہے، ہمارے عرف میں مسجد میں چار پائی بچھنا معیوب سمجھا جاتا ہے، نیز اس سے عوام کے قلوب سے مسجد کی وقعت نکل جائے گی، وہ چار پائی پر قیاس کر کے دوسرے ناجائز امور بھی مسجد میں شروع کر دیں گے؛ لہذا اب معتکف کے لیے بھی چار پائی بچھنا ناجائز نہیں، جیسے پہلے پاک جوتا پہن کر مسجد میں آنا اور نماز پڑھنا معیوب نہ سمجھا جاتا تھا؛ مگر ہمارے عرف میں اسے مسجد کی بے ادبی سمجھا جاتا ہے، اگر کوئی پاک جوتا پہن کر مسجد میں آجائے تو عوام اس پر ہنگامہ برپا کر دیں گے“ (احسن الفتاویٰ: ۶/۴۵۲، ۴۵۳، حاشیہ محمودیہ: ۱۵/۲۳۶)

مسئلہ دراصل یہ ہے کہ ان سب نے ”اُقیسُ وَاَوْسَطُ“ تو ذکر کیا ہے، لیکن کسی قول کو مفتی بہ نہیں کہا، جب کہ فقہ کے طالب علم سے یہ بات بھی مخفی نہیں ہے کہ عبادات میں فتویٰ امام ابوحنیفہؒ کے قول پر ہوتا ہے۔ کما فی شرح عقود رسم المفتی: فی کل أبواب العبادات رُجِحَ قولُ الإمام مطلقاً ما لم تصح: (۴۹، ط: مکتبہ اسعدی، سہارنپور) البتہ بعض متأخرین نے صاحبینؒ کے قول کو ترجیح دی ہے۔ قال الشلبی: و قولہما

استحسانٌ يقتضي ترجیحہ؛ لأنه ليس من المواضع المَعْدُودَةِ الَّتِي رُجِحَ فِيهَا الْقِيَاسُ عَلَى الاستحسان الخ. (حاشية الشلبی علی التبيين: ۲/۲۲۸. ۲۲۷، ط: زکریا) و قال الطَّحطاوي: قالوا: و هو الاستحسانُ فيقتضي ترجیح قولہما. (طحطاوي علی مراقي الفلاح: ۳، ۷، ط: مکتبہ شیخ الہند، دیوبند) و فی الشَّامِیَّة: قالوا: و هو الاستحسانُ؛ لأنَّ فی القلیل ضرورة الخ بَحْثٌ فیہ الکمالُ حیث قال: ”قوله و هو الاستحسانُ“ يقتضي ترجیحہ؛ لأنَّه ليس من المواضع المَعْدُودَةِ الَّتِي رُجِحَ فِيهَا الْقِيَاسُ عَلَى الاستحسان، ثم مَنَعُ كونه استحساناً بالضرورة، بأنَّ الصُّرُورَةَ الَّتِي يُنَاطُ بِهَا التَّخْفِيفُ، هِيَ الصُّرُورَةُ اللَّازِمَةُ أَوْ الغَالِبَةُ لَوُقُوعِ مَع أَنَّهُمَا أَيْ الإمامین۔ يُجِزَانِ الخُروجَ بغير ضرورة أصلاً؛ لأنَّ فرضَ المسألة فی خُروجه أقلَّ من نصفِ يومٍ لحاجةٍ لا؛ بل لِلْعَبِّ. (فتاویٰ شامی: ۳/۴۳۸)

اس پوری تفصیل کے ساتھ امت کی کمزوری اور علم دین سے دوری، تمام چیزوں کو سامنے رکھتے ہوئے، حضرت والا ارشاد فرمائیں کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ اور صاحبینؒ میں سے کس کے قول پر فتویٰ ہوگا؟ بینوا تو جروا۔

جواب نمبر ۲۹۵ تب

الجواب وباللہ التوفیق: صاحبین کے قول پر کسی نے فتویٰ نہیں دیا، مفتی بہ قول امام اعظم ابوحنیفہؒ کا ہی ہے اور یہی قول حضرت امام مالکؒ، حضرت امام شافعیؒ، حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا بھی ہے: کما فی المغنی: إذا خرجَ لِمَا لَهُ مِنْهُ بَدْءٌ، بَطُلَ اعتكافُهُ وإن قلَّ، و به قال

خروج سے کیا مراد ہے، جو مفسدِ اعتکاف ہے؟

مسجد سے نکلنا اس وقت کہا جائے گا، جب دونوں پاؤں مسجد سے باہر ہو جائیں؛ لہذا اگر صرف سر مسجد سے باہر کر دیا یا ایک قدم مسجد سے باہر کیا، تو اس سے اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔ وأراد بالخروج انفصالاً قَدَمِيَّه. (البحر الرائق: ۲/۵۳۰)

معتكف کے لیے مسجد سے باہر نکلنے کے سلسلے میں مفتی بہ قول کی نشاندہی

سوال نمبر ۱۲۲۵/ب

حضرت مفتی صاحب زید مجدکم!

”لبث“ اعتکاف کا رکن ہے؛ لیکن مسجد سے باہر نکلنے میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کا اختلاف ہے، جیسا کہ اکثر فقہاء نے صراحت کی ہے۔ کذا فی اللؤلؤ الحیة: فإن خرج ساعة من غير حاجة، فسد اعتكافه عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى، و قالوا:..... فجعلنا الحدَّ الفاصلَ بينهما نصفاً؛ لأنَّ ما فوقه كثيرٌ. لأبي حنيفة: أن الخروجَ يضادُّ ركنَ الاعتكافِ: وهو اللَّبْثُ في المسجدِ. (الفتاویٰ اللؤلؤ الحیة: ۱/۲۴۱. ۱۲. ۲۴، الخ، ط: دار الکتب العلمیہ، بیروت) اسی اختلاف کو تمام فقہاء نے ذکر کیا ہے۔ کذا فی المبسوط للسرخسی. (ط: دار احیاء التراث، بیروت. و الفتاویٰ التاتارخانیة: ۲/۱۳۳، ط: دار الکتب العلمیہ، بیروت. و المحيط البرہانی: ۳/۳۷۹. ۳۸۰، ط: مکتبہ الرشید، ریاض. و البدائع الصنائع: ۲/۲۸۴، ط: زکریا. و النهر الفائق: ۲/۶۴، ط: دار الکتب العلمیہ. و ملتقى الأبحر: ۱/۳۷۸، ط: دار الکتب العلمیہ. و تحفة الفقهاء: ۱/۳۷۴، بیروت. و الهندیة: ۱/۲۱۲، ط: دار صادر، بیروت) و غیرہم۔

قضاے حاجت کے لیے جاتے وقت کسی کے

ٹھہرانے سے ٹھہر جانا

قضاے حاجت کے لیے جاتے وقت کسی شخص کے ٹھہرانے سے ٹھہرنا نہیں چاہیے؛ بلکہ چلتے چلتے اسے بتا دینا چاہیے کہ میں اعتکاف میں ہوں، اس لیے ٹھہر نہیں سکتا، اگر کسی کے ٹھہرانے سے کچھ دیر ٹھہر گیا تو اس سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ ویرجِعْ إِلَى الْمَسْجِدِ كَمَا فَرَغَ مِنَ الْوُضُوءِ، وَلَوْ مَكْتُ فِي بَيْتِهِ، فَسَدَ اعْتِكَافُهُ، وَإِنْ كَانَ سَاعَةً. (الهندية: ۲۱۲/۱)۔ (احکام اعتکاف: ۳۸)

دو گھر والے کا قضاے حاجت کے لیے دور والے گھر جانا

اگر کسی شخص کے دو گھر ہوں تو اس کو چاہیے کہ قریب والے گھر جا کر حاجت پوری کرے، دور والے گھر میں جانے سے بعض علماء کے نزدیک اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ وَاِنْ كَانَ لَهُ بَيْتَانِ، قَرِيبٌ وَبَعِيدٌ، قَالَ بَعْضُهُمْ: لَا يَجُوزُ أَنْ يَمْضِيَ إِلَى الْبَعِيدِ، فَإِنْ مَضَى بَطَلَ اعْتِكَافُهُ. (الهندية: ۲۱۲/۱)۔ (احکام اعتکاف: ۳۸)

حرمین شریفین کے معتکفین کا قریب والے حمامات کو

چھوڑ کر دور والے حمامات میں جانا

سوال: ایک مسئلہ یہ پیش آتا ہے کہ قضاے حاجت کے لیے مسجد سے باہر جاتے ہیں تو مسجد سے قریب والے حمامات میں رش ہوتا ہے، وہاں لائن لگانی پڑتی ہے، ان حمامات سے آگے کچھ دوسرے حمامات بھی ہیں، جہاں رش نہیں ہوتا تو کیا قریب والے حمامات کو چھوڑ کر دور والے حمامات میں جاسکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً! اگر قریب والے حمامات میں رش ہونے کی وجہ سے زیادہ وقت لگنے کا ظن غالب ہو، تو دور والے حمامات میں جانا جائز ہے؛ کیونکہ قریب والے حمامات

أَبُو حَنِيفَةَ وَمَالِكٌ وَ الشَّافِعِيُّ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ: لَا يَفْسُدُ، حَتَّىٰ يَكُونَ أَكْثَرُ مِنْ نِصْفِ يَوْمٍ الْخِصَّاصِينَ نَظَرًا فِي دَلِيلٍ فِي اسْتِحْسَانِ كَاجِدٍ قَوْلٍ فَرَمَا يَافِي، عَلَامَةُ ابْنِ هَامٍّ نَظَرًا فِي الْقَدْرِ فِي اسْتِحْسَانِ كَاجِدٍ قَوْلٍ: وَلَا يَتِمُّ مَبْنَىٰ هَذَا الِاسْتِحْسَانِ؛ فَإِنَّ الصَّرُورَةَ الَّتِي يُنَاطُ بِهَا التَّخْفِيفُ هِيَ الصَّرُورَةُ اللَّازِمَةُ أَوِ الْغَالِبَةُ الْوُقُوعِ وَمَجْرَدُ عَرُوضٍ مَا هُوَ مُلْجئٌ لَيْسَ بِذَلِكَ الْخِصَّاصِينَ (فتح القدير: ۴۰۲/۲، ط: زكريا) علامہ شامی نے بھی اس تردید کو نقل فرمایا ہے۔ جہاں سے آپ نے عبارتیں نقل کی ہیں، وہیں پر تردید بھی موجود ہے۔ دوسری دلیل صاحبین کی یہ بھی پیش کی جاتی ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حالت اعتکاف میں رات کے وقت آپ ﷺ کے پاس زیارت کے لیے آئیں تھیں، جب جانے لگیں، تو آپ ﷺ ان کے ساتھ اپنے معتکف سے نکلے، اس کا جواب بھی علامہ مغنی نے دے کر صاحبین کے قول کی تردید فرمائی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں (المغني و الشرح الكبير: ۱۳۶/۳، ط: دار الكتب العلمية، بيروت)

84

غرض صاحبین کے قول کو کسی نے بھی قوی نہیں بتایا ہے، ان کے قول کی تردید ضرور ملتی ہے اور امام ابو حنیفہ کا مسلک، وہ ائمہ اربعہ کا متفق علیہ مسلک ہے؛ لہذا ہمارے اکابر نے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے قول پر ہی فتویٰ دیا ہے، اور یہی قوی اور راجح اور مفتی بہ ہے۔

فقط واللہ اعلم

حبیب الرحمن عفا اللہ عنہ

مفتی دارالعلوم دیوبند

۲۴ شعبان ۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح

فخر الاسلام

الجواب صحیح

محمد نعمان غفرلہ

سیتا پوری

الجواب صحیح

محمود حسن غفرلہ

بلند شہری

اعتکاف میں غسلِ جمعہ یا ٹھنڈک کے لیے غسل کی خاطر نکلنا

معتکف کے لیے حاجتِ طبعیہ، شرعیہ اور ضروریہ کے لیے مسجد سے نکلنا جائز ہے اور تمام فقہاء نے حاجتِ طبعیہ میں صرف تین چیزیں ذکر فرمائی ہیں: پیشاب، پاخانہ اور غسلِ احتلام؛ اس لیے حالتِ اعتکاف میں غسلِ مسنون یا غسلِ تبرید کے لیے نکلنا جائز نہیں، اگر اس کے لیے نکلے گا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا، درمختار میں ہے: **إِلَّا لِحَاجَةٍ، طَبْعِيَّةٍ كَبُولٍ وَغَائِطٍ وَغَسَلٍ لَوْ احْتَلَمَ** اس میں ”لو احتلم“ کی قید صراحۃً غسلِ جمعہ کو خارج کر رہی ہے۔ لائن مفہیم الکتاب حجة، علامہ شامی نے اس قید کو برقرار رکھا ہے اور اس پر مزید کوئی کلام نہیں کیا، جو اس پر دال ہے کہ غسلِ جمعہ یا غسلِ تبرید اس میں داخل نہیں، خود آنحضرت ﷺ نے اہتمام کے ساتھ اعتکاف فرمایا ہے؛ لیکن غسلِ مسنون کے لیے نکلنا ثابت نہیں، البتہ جمعہ کا غسل کرنا ہو یا ٹھنڈک کے لیے نہانا ہو، تو اس کی ایسی صورت اختیار کی جاسکتی ہے جن سے پانی مسجد میں نہ گرے، مثلاً: کسی ٹب میں بیٹھ کر نہالے، یا مسجد کے کنارے پر اس طرح غسل کرنا ممکن ہو کہ پانی مسجد کے باہر گرے تو ایسا بھی کر سکتے ہیں۔ **إِنْ غَسَلَهُ فِي الْمَسْجِدِ فِي إِنْشَاءٍ لَا بَأْسَ بِهِ، لِأَنَّهُ لَيْسَ فِيهِ تَلْوِیْتُ الْمَسْجِدِ (خانیۃ: ۱/۲۲۳) (احکام اعتکاف: ۴۰، فتاویٰ محمودیہ: ۲۴۳/۱۰، امداد الفتاویٰ: ۱۵۳/۲، کفایت المفتی: ۲۴۳/۴، فتاویٰ دارالعلوم: ۵۰۲/۶، ۵۰۴، ۵۰۶، خیر الفتاویٰ: ۱۳۲/۴، فتاویٰ عثمانی: ۱۹۵/۲، کتاب المسائل: ۱۱۰/۲) (۱)**

اعتکاف میں غسلِ جمعہ کا مسئلہ

(۱) اعتکافِ مسنون اور اعتکافِ منذر میں مسجد سے باہر غسلِ جمعہ کے لیے باہر جانا جائز ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں اکثر اہل فتاویٰ کی رائے یہ ہے کہ معتکف کے لیے استقلالاً غسلِ جمعہ کے لیے نکلنا جائز نہیں ہے، بعض حضرات نے غسلِ جمعہ کے لیے نکلنے کی اجازت دی ہے، مثلاً حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے (أشعة اللمعات: ۲/۱۲۰) میں جواز نقل کیا ہے؛ لیکن اس کے لیے کوئی فقہی دلیل یا فقہاء کا کوئی خاص حوالہ ذکر نہیں فرمایا، نیز علامہ ظفر احمد عثمانی نے (احکام القرآن: ۱۹۰/۱) پر **﴿وَلَا تَبَاسِرُوْهُمْ وَأَنْتُمْ عَلٰی كُفُوْنٍ فِی الْمَسَاجِدِ﴾** میں (الاکلیل: ۱۲۰/۲) کے حوالے سے جواز نقل کیا ہے اور الاکلیل میں جواز کے لیے خزانۃ الروایات اور فتاویٰ الحجۃ کا حوالہ دیا گیا ہے، اس کے علاوہ حضرت مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی کی بیاض سے بحوالہ کنز العباد بھی جواز نقل فرمایا گیا ہے (منقول از رسالہ اعتکاف مؤلفہ سید محمد حسن صاحب کراچی ص: ۸۰، مسئلہ: ۲۶۲) بقیہ اگلے صفحہ پر.....

میں لائن لگانے کی وجہ سے باہر زیادہ دیر تک رہنا پڑے گا اور دور والے حمامات میں جا کر جلدی سے فارغ ہو کر واپس مسجد میں پہنچ جائے گا؛ کیونکہ معتکف کے لیے یہ مسئلہ ہے کہ مسجد سے باہر ضرورتاً نکل سکتا ہے، پھر ضرورت پوری کر کے فوراً مسجد میں آجائے، قریب والے حمامات میں اگر زیادہ دیر لگے تو دور والے حمامات میں جانا، اس لیے درست ہوگا، کہ جلدی سے فارغ ہو کر مسجد میں پہنچ جائے گا۔ (آئینہ رمضان: ۳۰۰)

معتکف کا اپنے گھر ضرورتاً آنا اور خطوط لینا

سوال: اپنے گھر ضرورتاً آیا ہو تو اپنی ڈاک کا بکس کھول کر خطوط لے سکتا ہے یا نہیں؟
الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً! گھر فقط استنجے کی غرض سے جاسکتا ہے، وہ بھی جب کہ گھر سے قریب تر کوئی ایسی جگہ نہ ہو، جہاں استنجاء کر سکے اور استنجے سے قبل یا بعد کسی کام کے واسطے ٹھہرنے کی بالکل اجازت نہیں۔ (امداد الاحکام: ۱۴۹/۲، ۱۵۰، آئینہ رمضان: ۲۶۰)

ذکر یا تجدید وضو کے لیے نکلنا

معتکف کا ذکر یا تجدید وضو کے لیے وضو خانہ جانا درست نہیں، اگر گیا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا؛ کیونکہ معتکف کے لیے صرف واجب وضو کے لیے مسجد سے نکلنا جائز ہے، ذکر کے لیے با وضو ہونا ضروری نہیں ہے اور وضو علی الوضوء مستحب ہے، واجب نہیں ہے؛ لہذا ذکر یا تجدید وضو کے لیے نکلنا مفسد اعتکاف ہوگا۔ **وَأَمَّا إِذَا احتَاجَ إِلَى الْوُضُوءِ بِغَيْرِ بَوْلٍ وَغَائِطٍ، وَمِنْ غَيْرِ حَاجَةٍ إِلَى اسْتِنْجَاءٍ، فَإِنْ لَمْ يُمْكِنَهُ فِي الْمَسْجِدِ، جَازَ الْخُرُوجُ لَهُ، وَلَا يَقْطَعُ الْاِعْتِكَافَ، وَإِنْ أُمِّكِنَهُ فِي الْمَسْجِدِ فَوَجْهَانِ: أَحَدُهُمَا لَا يَجُوزُ الْخُرُوجُ لَهُ، وَنَقَلَهُ الْإِمَامُ عَنْ الْأَكْثَرَيْنِ، ثُمَّ قَالَ: وَلَا شَكَّ أَنَّ هَذَا الْاِخْتِلَافَ فِي الْوُضُوءِ الْوَاجِبِ، يَعْنِي أَنَّ التَّجْدِيدَ لَا يَجُوزُ لَهُ الْخُرُوجُ وَجْهًا وَاحِدًا، وَقَدْ صَرَّحَ صَاحِبُ الشَّامِلِ بِامْتِنَاعِ الْخُرُوجِ لِتَجْدِيدِ الْوُضُوءِ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ خِلَافًا.** (المجموع: ۳۴۲/۶). (آداب الاعتکاف: ۷۲)

علامہ کاسانی کی عبارت ”من الفضائل“ صاف تصریح کر رہی ہے کہ فضائل کے لیے معتکف نہیں نکل سکتا اور ظاہر ہے کہ غسل جمعہ بالاتفاق فضائل میں سے ہے، اب اتنی صاف عبارت کے بعد اب کیا گنجائش رہ جاتی ہے اور تفسیر بھی یہی ہے، درایت بھی اس کی مقتضی ہے، کہ اگر امور فضائل میں معتکف کو خارج مسجد جانے کی اجازت دے دی جائے، تو پھر اس فضائل کا سلسلہ اتنا وسیع ہوگا کہ اعتکاف کا مقصد جو بٹ و مکث مسجد ہے، بالکل فوت ہو جائے گا۔ ظاہر ہے کہ جو امر مقصد کے فوت کا باعث ہو، اس کی اجازت فقہائے کرام کس طرح دے سکتے ہیں۔

۴۔ حاجۃ الانسان کا لفظ عرفاً بھی بول و براز کھانا پینا وغیرہ کے لیے استعمال ہوتا ہے؛ لیکن غسل جمعہ پر اس کا اطلاق عرفاً نہیں ہوتا۔

۵۔ لفظ حاجت پر اگر غور کیا جائے تو اس سے مراد حاجت لازمہ ہی ہو سکتی ہے، ورنہ حاجت غیر لازمہ بے شمار ہیں، ان سب کو مستثنیٰ کرنا پڑے گا۔

۶۔ فقہائے کرام نے حاجت کی بناء پر خروج کی جو علت لکھی ہے، وہ بھی غسل مستحب میں نہیں پائی جارہی ہے؛ چنانچہ بدائع میں اس کی وضاحت ہے:

لأن في الخروج لهذه الحاجة تحقيق هذه القربة؛ لأنه لا يتمكن المرام أداء هذه القربة إلا بالبقاء ولا بقاء بدون القوت عادية، ولا بد لذلك من الاستفراغ على ما عليه معجری العادة. (بدائع الصنائع: ۲/ ۲۸۲) ظاہر بات ہے کہ یہ علت غسل مستحب میں بالکل نہیں پائی جارہی ہے؛ لہذا حاجت میں داخل ہی نہیں۔

۷۔ ممکن ہے کہ اس کو حاجت شرعیہ میں شمار کیا جائے، مگر اس کا حاجت شرعیہ میں ماننا تسلیم نہیں؛ اس لیے کہ جس مقام پر فقہاء نے حاجت شرعیہ کو بیان کیا ہے، وہاں جمعہ کو سب نے بالاتفاق بیان کیا ہے، مگر اس کے غسل کو بیان نہیں کیا ہے۔

۸۔ آنحضرت ﷺ نے ہر سال مسجد نبوی ﷺ میں اعتکاف فرمایا اور اعتکاف میں جمعہ بھی لازماً آتا تھا؛ لیکن ثابت نہیں ہے کہ آپ ﷺ غسل جمعہ کے لیے اعتکاف سے باہر تشریف لے گئے ہوں۔ حضرت عائشہؓ نے یہاں تک تو بتایا کہ آپ ﷺ اپنا سر اقدس حجرے کی طرف جھکا دیتے اور میں اندر بیٹھ کر لکھی کر دیا کرتی تھی؛ لیکن غسل جمعہ کے لیے نکلنے کا ہمیں ذکر نہیں فرمایا، اگر آپ ﷺ کبھی اس کے لیے نکلے تو یہ خروج ضرور منقول ہوتا۔

ان وجوہ کی بنا پر اعتکاف مسنون میں غسل جمعہ کے لیے خروج، جائز نہیں معلوم ہوتا۔

جہاں تک ان اقوال کا تعلق ہے، جو جواز پر دلالت کرتے ہیں، ان کے بارے میں عرض یہ ہے کہ ان میں تو بعض کتب قطعاً ناقابل اعتبار ہیں، جبکہ اصول افتاء میں مذکور ہے کہ ہر کتاب سے فتویٰ دینا درست نہیں؛ بلکہ فتویٰ انہیں کتابوں سے دینا درست ہے، جو متداول اور محقق ہیں اور جن کے مؤلفین سے اہل علم واقف ہیں؛ چنانچہ علامہ عبدالحیٰ فرنگی محلی ”عمدة الرعاۃ“ میں لکھتے ہیں:

صاحب احسن الفتاویٰ نے بھی مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں غسل جمعہ کے لیے خروج کو جائز قرار دیا ہے؛ لیکن فقہی دلائل کی روشنی میں عام اکابر اہل فتویٰ کا قول درست معلوم ہوتا ہے، اس کے مقابل جواز کا قول نہایت ضعیف اور مرجوح معلوم ہوتا ہے، جس کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ تمام فقہائے کرام نے حاجت طبعیہ میں صرف تین چیزیں ذکر فرمائی ہیں: بول، غائط اور غسل احتلام (اسی طرح ان سے جو ملحق ہیں، جیسے کھانا لانے کے لیے جانا، جبکہ کوئی لانے والا نہ ہو) چنانچہ درمختار میں ہے: الخروج إلا لحاجة الإنسان طبعية كيول، وغائط، وغسل لو احتلم. (در مختار مع شامی: ۳/ ۴۳۵) اس میں ”لو احتلم“ کی قید صراحتہً غسل جمعہ کو خارج کر رہی ہے؛ لہذا مفہیم کُتب الفقہ حجة علامہ شامیؒ نے بھی اس فیکو برقرار رکھا ہے اور اس پر کوئی مزید کلام نہیں فرمایا، اگر غسل کو عام رکھا جاتا، تب اس کے اطلاق سے فائدہ اٹھانے کا احتمال نکل سکتا تھا یا واجب کے بعد ”أو“ کے ساتھ مستحب کو بھی ذکر کر دیتے۔

۲۔ اعتکاف میں اصل یہ ہے کہ نفس خروج بالکل جائز نہ ہو؛ البتہ جہاں جواز خروج کی کوئی دلیل شرعی آجائے گی، صرف وہاں جواز کا حکم لگایا جائے گا اور جواز خروج کے باب میں اصل حضرت عائشہؓ کی حدیث ہے: ”وكان لا يدخل البيت إلا لحاجة الإنسان“ اس حاجۃ الإنسان کی جو تفسیر اصحاب المذہب سے منقول ہے، اس میں غسل جمعہ کی کوئی گنجائش نہیں؛ چنانچہ ”برجندی شرح وقایہ“ میں ہے: وفسر حاجة الإنسان بالبول والغائط، وقد صرح به في الكافي (برجندی). اس سے معلوم ہوا کہ یہ تفسیر ”الکافی“ میں کی گئی ہے اور یہ معلوم ہے کہ الکافی امام محمدؒ کی ان چھ کتابوں کا مجموعہ ہے، جن کی روایات کو ظاہر الروایہ کہتے ہیں؛ لہذا یہ تفسیر ظاہر الروایہ کی ہے اور شاید اس میں غسل احتلام کو حاجت طبعیہ ہونے کی بنا پر شامل نہیں کیا گیا۔

”حاجة الانسان“ کی دوسری تفسیر مجمع الانہر میں کی گئی ہے: إلا لحاجة الإنسان، كالطهارة ومقدّماتها، وهذا التفسير أحسن من أن يُفسر ببول والغائط، تدبر. (مجمع الأنهر: ۱/ ۳۷۸) علامہ شامیؒ نے بھی اسی تفسیر کو ترجیح دی ہے۔ (شامی: ۳/ ۴۳۵) اس تفسیر میں بھی طہارت سے مراد طہارت واجبہ ہی ہو سکتی ہے؛ کیونکہ وضو علی الوضو کے لیے نکلنا کسی کے نزدیک جائز نہیں اور غسل جمعہ، طہارت واجبہ میں شامل نہیں۔

۳۔ فقہائے کرام کا واضح کلیہ موجود ہے کہ معتکف امر ضروری کے لیے نکل سکتا ہے، فضائل کے لیے نہیں؛ چنانچہ صاحب بدائع نے اس کی تصریح کر دی ہے۔

ولا يخرج المعتكف من معتكفه في الاعتكاف الواجب ليلاً ولا نهاراً إلا لما لا بد منه، من الغائط والبول وحضور الجمعة..... ولا يخرج لعيادة مريض ولا لصلوة جنازة؛ لأنه لا ضرورة إلى الخروج؛ لأن عيادة المريض ليست من الفرائض؛ بل من الفضائل.

(بدائع: ۲/ ۲۸۲، ۲۸۳)

”اما غسل جمعہ روایت صریح در اصول نمی یابم جز آنکہ در شرح او گفتار است کے بری آید برائے غسل فرض باشد یا نقل، (اشعة اللمعات: ۲/ ۱۲۰) لیکن اس میں بھی یہ مذکور نہیں کہ شرح سے کون سی شرح مراد ہے؟ اور شرح کی اس بات کی بنیاد کیا ہے؟ لہذا اس پر اصل شرعی اور ظاہر الروایت کے برخلاف فتویٰ کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی۔

فتاویٰ کی کتابوں میں صرف تا تاریخانیہ میں یہ مسئلہ اس طرح مذکور ہے ”و یخرج لسلو ضوء والاغتسال، فرضا کماکان أو نفلاً۔ (فتاویٰ خانہ: ۲/ ۳۱۳ کو لاجی) مجیزین کا یہی اہم مسئلہ ہے مگر تفقیہی نگاہ سے دیکھنے کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ فقہائے کرام اسے کیوں قبول نہیں کر رہے ہیں اور اپنی کتابوں میں کیوں نہیں نقل کر رہے ہیں، تا تاریخانیہ ۸۶ھ سے قبل کی تالیف ہے، اس سے قبل کی کتابوں میں یہ مسئلہ نہیں پایا جا رہا ہے، اسی طرح تا تاریخانیہ کے بعد کی متداول کتابوں میں جن میں انکا حوالہ اور اس سے ماخوذ مسائل مذکور ہیں یہ مسئلہ نہیں ہے، مثلاً: ابن نجیم کی البحر الرائق، حصصی کی درمختار، منہ الخالق (حاشیہ بحر)، بھٹاوی علی الدر المختار، شامی، عالمگیری وغیرہ، جبکہ یہ حضرات اسی میدان کے شہور ہیں، علامہ شامی و بھٹاوی نے تا تاریخانیہ کے حوالہ سے بہت سے جزئیات کو اپنی کتاب میں نقل کیا ہے، اسے کیوں نہیں نقل کیا آخر کیا بات ہے؟ کیا ان کے سامنے یہ جزئیہ نہیں تھا؟ یہ تین دلیل ہے کہ یہ جزئیہ قابل قبول نہیں اسی وجہ سے جمہور فقہاء نے بھی اجازت نہیں دی، دیکھیے اسی باب میں تا تاریخانیہ کے ایک جزئیہ کو بعد کے فقہاء نقل کر رہے ہیں؛ چنانچہ شامی میں ہے:

وفي التاتارخانية عن الحجة: لو شرط وقت النذر والالتزام أن يخرج لعبادة المريض وصلاة الجنابة وحضور مجلس العلم، يجوز له ذلك. (۲/ ۱۳۴) ہندیہ نے بھی اسی حوالہ سے نقل کیا ہے۔ (۲/ ۲۱۲)

آخر اسی باب میں غسل مستحب کی اجازت ہے، تو اسے علامہ شامی یا مؤلفین ہندیہ کیوں نہیں نقل کر رہے ہیں؟ جب کہ یہ ایسا مسئلہ ہے جو اور جگہ نہیں۔ آخر ”لو شرط وقت النذر“ جو اسی کتاب میں ہے، نقل کر رہے ہیں؛ لہذا بعد کے فقہاء کا نقل نہ کرنا بھی دلیل ہے کہ یہ حضرات اس قول میں ان کو مغفردمان رہے ہیں، یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ یہ مسئلہ کوئی جدید مسئلہ ہے۔

بعض علماء نے یہ بھی فرمایا ہے کہ بول و براز کے لیے مسجد کے باہر جائے تو ضمناً غسل بھی کرتا آئے، اس کی اجازت ہے؛ لیکن اس اجازت کی بھی کوئی بنیاد احقر کو فتنہ یا حدیث میں نہیں ملی، بلکہ حضرت عائشہؓ کا یہ ارشاد اس کے خلاف ہے کہ ”کان رسول اللہ ﷺ با لمريض وهو معتكف فيمرو كما هو ولا يعرج يسأل عنه“ (أبو داؤد / الصيام / المعتكف يعود المريض ۳۳۵/ ۱ رقم: ۲۴۷۲) معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مریض کے لیے بھی نہیں ٹھہرتے تھے اور ظاہر ہے کہ غسل جمعہ کے لیے ٹھہرنا پڑے گا، جو اعتکاف کے منافی ہے۔

اکابر حضرات مفتیان رحمہم اللہ کے فتاویٰ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے (جن کی صراحت اوپر کر دی گئی ہے)۔ لہذا اعتکاف مسنون میں غسل جمعہ کے لیے خروج کی گنجائش معلوم نہیں ہوتی۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ أعلم بالصواب وإليه المرجع والمآب۔ (احکام اعتکاف: ۶۱ تا ۶۵، آداب اعتکاف: ۱۰۷ تا ۱۱۸)

لا يجوز الإفتاء من الكتب المختصرة كالنهر وشرح الكنز للعيني، و الدر المختار شرح تنوير الأبصار أو لعدم الإطلاع على حال مصنفها كشرح الكنز للمنلا مسكين، و شرح النقاية للقيساني أو لنقل الأقوال الضعيفة فيها، كالقنية للزاهدی، فلا يجوز الإفتاء من هذه إلا إذا علم المنقول عنه وأخذ منه. (عمدة الرعية على شرح الوقاية)

اسی طرح ایک اور موقع پر نقل کرتے ہیں: ”من القواعد الكلية: أن نقل الأحاديث النبوية والمسائل الفقهية، لا يجوز إلا من كتب متداولة“. اس سے معلوم ہوا کہ کتب متداولہ بین الفقہاء کے علاوہ کسی کو معیار نہ بنایا جائے، اسی طرح اگر کسی کتاب میں اصول اور کتب معتبرہ کے خلاف کوئی مسئلہ ہو تو اسے بھی اختیار نہ کیا جائے؛ چنانچہ ”النافع الكبير“ میں ہے:

واعلم أنه ينبغي للمفتي أن يجتهد في الرجوع إلى الكتب المعتبرة، ولا يعتمد كل كتاب، لا سيما الفتاوى التي هي كالصحارى مالم يعلم حال مؤلفه، وجلالة قدره، فإن وجد مسئلة في كتاب لم يوجد لها أثر في الكتب المعتبرة ينبغي أن يتفحص ذلك فيها، فإن وجد، فيها وإلا لا يجتري على الإفتاء بها. (النافع الكبير: ۲۹)

حاصل یہ ہے کہ ہر کتاب سے فتویٰ دینا درست نہیں؛ بلکہ دوسری معتد کتابوں کو دیکھیے، اسی طرح ایک اور موقع پر اصول افتاء بیان کرتے ہوئے نہایت فیصلہ کن قاعدہ لکھتے ہیں:

والحكم أن لا يؤخذ منها ما كان مخالفاً للكتب الطيبة الأعلى، ويتوقف فيما وجد فيها ولم يوجد في غيرهما لم يدخل ذلك في أصل شرعي. (النافع الكبير: ۳۳)

مطلب یہ کہ کسی کتاب میں کوئی جزئیہ ہو اور اس کے خلاف کسی بڑی کتاب میں ہو تو اس سے نہیں لیا جائے گا، اسی طرح اس کے علاوہ دوسری کتابوں میں ہو، تب بھی نہیں لیا جائے گا؛ تاوقتیکہ اس کی حیثیت اور مرتبہ عند الفقہاء معلوم نہ ہو اور کسی اصل شرعی کے تحت نہ آتا ہو۔

چنانچہ جن کتابوں کے حوالے اجازت کے سلسلے میں مذکور ہیں، ان میں بعض وہ ہیں جن کا غیر معتبر اور وہی موضوعات کا ڈھیر ہونا مصرح ہے، مثلاً ”خزانة الروايات“ کے بارے میں حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی تحریر فرماتے ہیں: ”من الكتب الغير المعتبرة..... خزانة الروايات. (النافع الكبير: ۳۲، ۳۳)“، آگے لکھتے ہیں: ”والحكم أن لا يؤخذ منها، ما كان مخالفاً للكتب الطيبة الأعلى ويتوقف فيما وجد فيها ولم يوجد في غيرهما، ما لم يدخل ذلك في أصل شرعي“ (النافع الكبير: ۳۳) (اسی طرح ”کنز العباد“ کے بارے میں لکھا ہے کہ: ”و كذا “كنز العباد“ فإنه مملوء من المسائل الواهية والأحاديث الضعيفة، لا عبرة له عند الفقهاء ولا عند المحققين. (النافع الكبير: ۳۲)؛ لہذا غیر معتبر اور اصل شرعی میں داخل نہ ہونے کی وجہ سے اس پر فتویٰ درست نہیں، اس کے علاوہ جن کا حوالہ اس سلسلے میں ملتا ہے، وہ بھی غیر معروف کتابیں ہیں؛ لہذا ان کی مراجعت کر کے تحقیق نہیں کی جاسکتی۔

ممکن ہے کہ اس کے جواز میں ”اشعة اللمعات“ کی یہ عبارت پیش کی جائے:

مسجد کے غسل خانوں میں غسلِ جمعہ کے لیے جانا

مسجد سے ملحق غسل خانے جو مسجد میں نہیں ہوتے؛ لیکن مسجد کی ملکیت میں ہوتے ہیں، حدودِ مسجد سے باہر ہیں، ان میں بھی غسلِ جمعہ یا ٹھنڈک کے لیے غسل کی خاطر جانا اعتکافِ مسنون میں جائز نہیں؛ لہذا جائز طریقے پر غسل کی صورت یہی ہے کہ مسجد میں ٹب رکھ کر اس میں غسل کریں، یا مسجد کے کنارے پر اس طرح بیٹھیں کہ مستقل پانی مسجد میں نہ گرے۔ (فتاویٰ عثمانی: ۱۹۵/۲، ۱۹۶)

دیہاتی معتکف کا نمازِ جمعہ کے لیے شہر جانا

اعتکاف کے لیے شہر، یا شرائطِ جمعہ کا پایا جانا ضروری نہیں؛ بلکہ ہر وہ جگہ خواہ شہر ہو یا گاؤں ان کے باشندوں پر مسنون علی الکفایہ ہے؛ البتہ مسجد ایسی ہو جس میں جماعت ہوتی ہو، ہو بُتْ ذَکَرٍ، ولو مُمِيزًا فِي مَسْجِدِ جَمَاعَةٍ، ہو مَا لَهُ إِمَامٌ وَ مُؤَدِّنٌ أَدِيَتْ فِيهِ الْخُمْسُ أَوَّلًا، وَعَنِ الْإِمَامِ اشْتَرَا طُ أَدَاءِ الْخُمْسِ فِيهِ. (در مختار مع شامی: ۳/ ۴۲۸). گاؤں والوں پر نہ جمعہ فرض ہے، نہ سنتِ مؤکدہ؛ لہذا اس کو جمعہ کے لیے شہر جانا جائز نہیں، اگر جائے گا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۴۱/۱۰، ۲۶۰، کفایت المفتی: ۲۴۴/۴، امداد الاحکام: ۱۴۲/۳)

معتکف کے لیے خارج مسجد نماز ادا کرنے کا حکم

سوال: مسجد کے سامنے جوحن ہے، جس میں موسمِ گرمیاں نمازِ مغرب و عشاء ادا کرتے ہیں؛ لیکن اس کو لوگ نہ داخل مسجد سمجھتے ہیں، نہ اس کی حرمت مسجد کی سی کرتے ہیں اور بانی کے طرزِ عمل سے بھی خارج مسجد ہونا معلوم ہوتا ہے، جب ایسی جگہ جماعت ہو تو معتکفین، تراویح و فرائض ادا کرنے کے لیے وہاں آجاسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: جب بانی کے طرزِ عمل سے وہ جگہ خارج مسجد ہے، تو معتکفین اس جگہ میں نماز

غسلِ مستحب یا غسلِ تبرید کے لیے نہانے کا

ایک جائز طریقہ

تقریباً ڈیڑھ دو میٹر لمبا اور دو ڈھائی میٹر چوڑی پلاسٹک لے، پھر مسجد کی حد جہاں ختم ہوتی ہے، مثلاً صحن کے آخر میں وہ پلاسٹک بچھا دے، اس کے تینوں طرف نیچے سے اینٹ لگا دے اور مسجد کے باہر کی طرف یونہی چھوڑ دے؛ تاکہ ڈھال ہو جائے، اب تین جانب کچھ اونچائی ہو جائے گی اور پانی ان تینوں جانب سے مسجد کی طرف نہ آئے گا؛ بلکہ ڈھال کی طرف سے مسجد سے باہر کی جانب چلا جائے گا، اب معتکف اس پلاسٹک کے اندر بیٹھ کر نہائے کہ مسجد کی جانب چھٹیئیں نہ آئیں، اس طرح مسجد کے اندر غسل بھی ہو جائے گا اور مسجد کی زمین پر پانی بھی نہ گرے گا، اور نہ پانی سے مسجد آلودہ ہوگی، حسبِ موقع و ضرورت گرمی کی وجہ سے اور غسلِ جمعہ اس طرح کیا جاسکتا ہے۔ قال فی الہندیۃ: ثُمَّ إِنْ أَمَكْنَهُ الْاِغْتِسَالُ فِي الْمَسْجِدِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَتَلَوْتُ الْمَسْجِدُ، فَلَا بَأْسَ بِهِ. (الہندیۃ: ۲۱۳/۱). (آداب الاعتکاف: ۷۵)

88

معتکف کا مسجد کے کنارے بیٹھ کر غسل کرنا

سوال: کیا حالتِ اعتکاف میں معتکف (مسجد کے کنارے بیٹھ کر) حالتِ پاکی میں صرف سستی اور جسم کے جوھل پن کو دور کرنے کے لیے غسل کر سکتا ہے اور کیا اس سے اعتکافِ مسنون ٹوٹ جاتا ہے، جبکہ یہ غسل مسجد کے حدود کے اندر ہو اور کیا اس سے مسجد کی بے ادبی تو نہیں ہوتی؟

جواب: غسل اور وضو سے مسجد کو ملوث کرنا جائز نہیں۔ قال فی البدائع: فَإِنْ كَانَ بِحَيْثُ يَتَلَوْتُ بِالْمَاءِ الْمَسْتَعْمَلِ يُمْنَعُ مِنْهُ؛ لِأَنَّ تَنْظِيفَ الْمَسْجِدِ وَاجِبٌ. (شامی: ۴۳۵/۳) اگر صحن پختہ ہے اور وہاں سے پانی باہر نکل جاتا ہے تو گنجائش ہے کہ کونے میں بیٹھ کر نہالے اور پھر جگہ کو صاف کر دے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۱۸/۳، فتاویٰ محمودیہ: ۵۰۲/۶)

حافظ معتکف کا تراویح پڑھانے دوسری جگہ جانا

حافظ معتکف اگر تراویح پڑھانے کے لیے دوسری مسجد میں جائے گا تو اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا؛ البتہ اگر اس نے آخری عشرہ کا اعتکاف بطور نذر واجب کر لیا اور زبان سے واجب کرتے وقت ہی یہ اظہار کر دیا کہ میں روزانہ تراویح کے لیے دوسری مسجد جایا کروں گا، اس کی صورت یہ ہوگی کہ زبان سے یہ کہہ دے کہ ”میں اللہ تعالیٰ کے لیے آخری عشرہ کے اعتکاف کی نذر مانتا ہوں؛ البتہ تراویح میں قرآن سننے کے لیے جایا کروں گا“ تو ایسی صورت میں اس کا استثناء درست ہوگا، اور اس کا اعتکاف (واجب بالندر) تراویح کے لیے دوسری مسجد میں جانے کی وجہ سے نہیں ٹوٹے گا، (۱) ایسی صورت میں اس کو چاہیے کہ تراویح کے وقت سے بالکل قریب جایا کرے اور فارغ ہوتے ہی اعتکاف والی مسجد میں آجایا کرے، راستے میں آتے جاتے کسی جگہ کھڑا نہ ہو۔ ولو شرط وقت النذر والالزام أن يخرج إلى عيادة المريض وصلاة الجنازة وحضور مجلس العلم، يجوز ذلك. (الهندية: ۱/۲۱۲). (کتاب المسائل، ۱۱۴/۲، خیر الفتاوی: ۱۴۰/۴، فتاوی محمودیہ: ۲۳۳/۱۰، ۲۷۰، فتاوی دارالعلوم: ۵۱۲، فتاوی حقانیہ: ۱۹۷/۴)

اعتکاف مسنون میں استثناء کی تحقیق

(۱) اعتکاف مسنون میں بیٹھتے وقت اگر کوئی شروع ہی سے یہ نیت کر لے اور زبان سے بھی اس کا تلفظ کر دے کہ وہ مریض کی عیادت، نماز جنازہ کی حاضری، یا مجلس علم میں شرکت کے لیے نکلا کرے گا، تو کیا اس کے بعد اس کے لیے نکلنا درست ہو جائے گا یا نہیں؟ اور یہ نکلنا مفسد اعتکاف ہوگا یا نہیں؟ اس سلسلے میں بہت سے اکابر کی رائے یہ ہے کہ شرط مذکور کے بعد معتکف کے لیے مذکورہ بالا امور کے لیے نکلنا درست ہو جائے گا، ان حضرات نے اعتکاف منذر کی طرح اعتکاف مسنون میں بھی استثناء کو معتبر مانا ہے؛ چونکہ بہت سے امور میں اعتکاف مسنون اعتکاف منذر کی طرح ہے۔ مثلاً:

(۱) اعتکاف مسنون شروع کرنے کے بعد منذر کی طرح لازم ہو جاتا ہے۔

(۲) اعتکاف مسنون میں مثل واجب کے روزہ ضروری ہے۔

(۳) اعتکاف منذر کی طرح اعتکاف مسنون بھی بغیر حاجت طبعیہ، شرعیہ اور ضروریہ کے مسجد سے نکلنے سے فاسد ہو جاتا ہے اور اس کی قضاء لازم ہوتی ہے، انہیں وجوہ کی بناء پر اعتکاف منذر کی طرح اعتکاف مسنون میں بھی استثناء کو معتبر مانا ہے۔

نہیں پڑھ سکتے، ورنہ اعتکاف باطل ہو جائے گا، قال في الهندية: أما تفسيره: فهو اللَّبْثُ فِي الْمَسْجِدِ. (عالمگیری: ۱/۲۱۱) وإن خرج من غير عذر ساعة فَسَدَ اعتكافه. (عالمگیری: ۲۱۲/۱)۔ (امداد الاحکام: ۱۳۲/۳) (۱)

مسجد نبوی کے معتکفین کا صلوٰۃ و سلام پیش کرنے کے لیے

مسجد سے باہر جانا

مسجد نبوی میں بھیڑ کے اوقات میں حکومت کی طرف سے صلوٰۃ و سلام پیش کرنے کے لیے یہ نظام رہتا ہے کہ لوگ ”باب السلام“ سے داخل ہوتے ہیں اور ”باب البقیع“ سے باہر نکلتے ہیں اور اس وقت اس نظام کی خلاف ورزی کسی کے لیے ممکن نہیں رہتی؛ لہذا مسجد نبوی کے معتکفین پر لازم ہے کہ صلوٰۃ و سلام پیش کرنے کے لیے مسجد کی حدود سے باہر نہ جائیں؛ بلکہ ایسے وقت میں حاضری کا اہتمام رکھیں، جب کہ مسجد سے باہر نہ جانا پڑے، مثلاً اشراق کے بعد، عصر کے ایک گھنٹے کے بعد یا تراویح کے ایک گھنٹے کے بعد وغیرہ۔ فَإِنْ خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ وَلَوْ نَاسِيًا سَاعَةً بِلَا عَذْرٍ، فَسَدَ اعتكافه عند الإمام؛ لوجود المنافي ولو قليلاً (مجمع الأنهر: ۱/۳۷۸) (آئینہ رمضان: ۲۹۸)

نوٹ: واضح ہو کہ مسجد حرام اور مسجد نبوی کے باہری صحن مسجد شرعی میں داخل نہیں ہیں۔ (کتاب المسائل: ۱۸۶/۲)

(۱) اگر وہ جگہ خارج مسجد ہے تو وہاں تراویح و فرائض کا انتظام نہ کرنا چاہیے؛ البتہ اگر وہاں فرض و تراویح کی نماز ہو رہی ہو تو معتکف کے لیے اس میں شامل ہو کر نماز ادا کرنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ امداد الفتاوی میں ہے: ”اگر رائج ہی لیا جائے کہ اس کا حکم مسجد کا نہیں ہے؛ تاہم معتکف کو ضرورت کی وجہ سے خروج عن المسجد جائز ہے، خواہ وہ ضرورت طبعی ہو یا دینی، اور ادراک جماعت، مثل ادراک جمعہ ضروریات دینیہ ہے، اس لیے خروج جائز ہے“ (امداد الفتاوی: ۱۵۲/۲) نیز فقہاء کا عیدین کے لیے نکلنے کی اجازت دینے کا مقتضی بھی یہی ہے کہ جماعت کے لیے خروج جائز ہو؛ کیوں کہ عید گاہ خارج مسجد ہوتی ہے؛ اسی وجہ سے عید گاہ میں اعتکاف درست نہیں۔

اعتکافِ منذور میں تو شرط لگا کر کسی امر کا استثناء کرنا اور اس کا جائز و درست ہونا، بالکل واضح ہے اور اس پر کوئی کلام نہیں، صاحبِ درمختار وغیرہ نے بھی اسے ذکر کیا اور قبول کیا ہے اور اس کی اجازت بالکل ظاہر ہے، نذر بندے کی طرف سے ہے؛ لہذا بندے کا استثناء معتبر ہوگا۔

اب مسئلہ یہ ہے کہ اعتکافِ مسنون، یعنی رمضان کے عشرہ اخیرہ کے اعتکاف میں بوقت آغاز اگر کوئی استثناء کرے کہ مثلاً: ”میں فلاں سبق پڑھنے جاؤں گا“ یا فلاں کام کے لیے فلاں وقت نکلوں گا، آیا اعتکافِ سنتِ مؤکدہ میں اس کی اجازت ہوگی یا نہیں؟

بعض حضرات کی یہ رائے ہے کہ عشرہ اخیرہ میں بھی اگر کوئی قید لگالے کہ ”میں فلاں وقت فلاں کام سے نکلوں گا“ تو اس کی اجازت ہوگی اور اس کا نکلنا درست ہوگا، اس سے اعتکاف پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔

بعض حضرات کی یہ رائے ہے کہ عشرہ اخیرہ میں بھی اگر کوئی قید لگالے کہ ”میں فلاں وقت فلاں کام سے نکلوں گا“ تو اس کی اجازت ہوگی اور اس کا نکلنا درست ہوگا، اس سے اعتکاف پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔

تحقیقی نقطہ نظر سے یہ درست نہیں، اعتکافِ مسنون جو من جانب الشارع ہے، اس کو قیاس کرنا منذور پر جو بندے کے واجب کرنے سے واجب ہوتا ہے درست نہیں، ایجابِ بندہ میں بندہ کو اس کی کیفیت میں اختیار ہے گا اور جو سنت سے ثابت ہے، اس میں سنت ہی کی رعایت کی جائے گی اور اس قسم کا استثناء سنت و حدیث سے ثابت نہیں؛ لہذا اعلیٰ وجہ السنۃ ادا کرنے کے لیے علی طریق السنۃ ہونا چاہیے، پس علی طریق السنۃ ادا کرنے کے لیے استثناء کی گنجائش نہیں سمجھ میں آتی؛ لہذا اگر کوئی شخص اس قسم کا استثناء کرے گا کہ ”میں فلاں کام مثلاً تراویح پڑھنے، سننے یا پڑھانے کے لیے نکلوں گا“ تو یہ اعتکافِ نفلی ہو جائے گا۔ خیال رہے کہ یہاں خروج سے قضاء واجب نہ ہوگی؛ کیوں کہ یہ شروع وقت انعقاد سے نفلی ہے اور نفل میں قضاء نہیں۔ (آداب الاعتکاف: ۱۱۸-۱۲۰)

اور مفتی تقی عثمانی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

”یہ مسئلہ اعتکافِ منذور کے بارے میں تو درست ہے کہ نذر کے وقت ان اشیاء کا استثناء معتبر ہوتا ہے؛ لیکن اعتکافِ مسنون کے بارے میں یہ استثناء درست نہیں معلوم ہوتا“، فتاویٰ عالمگیری کی یہ عبارت ہے:

ولو شرط وقت النذر والالتزام أن يخرج إلى عيادة المريض وصلاة الجنازة وحضور مجلس العلم، يجوز له ذلك، كذا في التتارخانية، ناقلاً عن الحجة. (الهندية: ۱/۲۱۲)

اس عبارت میں ”وقت النذر“ کا لفظ بتا رہا ہے کہ مراد اعتکافِ منذور ہے، نیز آگے دو، تین مسائل بیان کرنے کے بعد لکھا ہے:

وهذا كله في الاعتكاف الواجب، أما في النفل، فلا بأس بأن يخرج بعدد وغيره. (أيضاً: ۱/۲۱۳)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ مسئلہ واجب سے متعلق ہے اور اعتکافِ مسنون کا حکم یہاں بیان نہیں کیا گیا۔

ایک سوال کے جواب میں فقہ الامت حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی تحریر فرماتے ہیں:

”اگر اعتکاف واجب ہے تو تراویح کے لیے ایسی جگہ جانے سے فاسد ہو جائے گا، ہاں! اگر بوقت نذر ایسی جگہ جانے کی نیت کر لیتا ہے تو پھر اجازت ہے اور نفلی اعتکاف اس سے مقہی ہو جاتا ہے، اعتکافِ مسنون کو بھی بعض فقہاء نے واجب کے ساتھ ملحق کیا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۳۴/۱۰، ۲۳۵) اور اس کے حاشیہ پر ہے: ”سنت اعتکاف کا واجب اعتکاف کے ساتھ الحاق کا مطلب یہ ہے کہ فقہاء نے نیت میں واجب اعتکاف کے ساتھ ملحق کیا ہے، جیسے سوال کے جملے ”اگر اعتکاف کے وقت نیت کی ہو تو نفل سکتا ہے۔ ورنہ نہیں“۔ اور حضرت مفتی صاحب کے جواب میں اسی مذکورہ جملے کے جواب کہ ”ہاں! اگر بوقت نذر ایسی جگہ کی نیت کر لیتا ہے تو پھر اجازت ہے“ سے معلوم ہوتا ہے؛ لہذا اگر اعتکافِ مسنون میں کسی جگہ کے لیے نکلنے کی نیت کرے تو بظاہر گنجائش ہے۔ (حاشیہ محمودیہ: ۲۳۴/۱۰) اور جواہر الفتاویٰ میں ہے:

”اعتکافِ نذر میں نذر کے وقت اگر غسل تبرید، کسی کی نماز جنازہ میں شرکت، عیادتِ مریض کو زبانی مستثنیٰ کر لیتا ہے تو ان امور مذکورہ کے لیے نکلنا جائز ہے، اس سے اعتکافِ نذر فاسد نہ ہوگا، اسی طرح اعتکافِ مسنون (جو کہ شروع کرنے کے بعد ایک طرح لازم بن جاتا ہے) کو شروع کرنے سے قبل اگر زبانی طور پر غسل تبرید کو، جنازہ کے واسطے نکلنے کو، عیادتِ مریض کو، یا مجلسِ تعلیم میں شرکت کرنے کو مستثنیٰ کر لیتا ہے، تو حالتِ اعتکاف میں مذکورہ امور کے لیے نکلنے سے اعتکاف فاسد نہ ہوگا، جیسا کہ فقہائے کرام کے اصول اور قواعد سے معلوم ہوتا ہے۔ (جواہر الفتاویٰ: ۳۸، ۳۹) اس کے علاوہ امداد الفتاویٰ، فتاویٰ دارالعلوم، خیر الفتاویٰ وغیرہ میں استثناء کی صورت میں نکلنے کی اجازت مذکور ہے۔“ (المعنی لابن قدامہ) سے بھی جواز معلوم ہوتا ہے، معنی میں ہے، وإذا شترط فعل ذلك

في اعتكافه، فله فعله، واجبا كان الاعتكاف أو غير واجب... (المعني: ۱۳۸/۳)

اس کے بالمقابل حضرت مفتی رشید احمد صاحب اور حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ مسنون اعتکاف میں استثناء درست نہیں، اعتکافِ منذور میں درست ہے، مسنون اعتکاف کی ابتداء میں استثناء کی صورت میں مسنون اعتکافِ مسنون نہیں رہے گا؛ بلکہ نفل بن جائے گا؛ کیونکہ عشرہ اخیرہ کا مکمل اعتکافِ مسنون ہے اور استثناء کی صورت میں مکمل عشرہ کی نیت نہیں رہی؛ لہذا ایسی صورت میں مسنون اعتکاف ادا نہ ہوگا۔ اور نذر میں استثناء اس وجہ سے معتبر ہے کہ نذر بندہ کی طرف سے ہے؛ لہذا اس کو اختیار ہے کہ وہ کسی وقت کا استثناء کر لے۔ قال في شرح المذهب: ودليل المذهب أنه إذا شرط الخروج لعرض فكتانه شرط الاعتكاف في زمان دون زمان وهذا جائز بالاتفاق. (المجموع: ۶/۳۶۷). جبکہ عشرہ اخیرہ کا اعتکاف منجانب شریعت مقرر ہے؛ لہذا اس میں استثناء کر کے عشرہ سے کم کرنا جائز نہ ہوگا، حضرت مولانا مفتی ارشاد صاحب تحریر فرماتے ہیں:

”فقہائے کرام نے اعتکافِ منذور میں استثناء کا جزئیہ ذکر کیا ہے کہ اگر کوئی شخص اعتکاف واجب میں یعنی منذور میں یہ کہہ دے کہ میں مریض کی عیادت کو جاؤں گا، یا فلاں کام کے واسطے نکلوں گا، اور اسے زبان سے بھی ادا کر دے تو اسے اجازت ہوگی کہ وہ حسب استثناء، مسجد سے باہر جائے اور پھر چلا آئے۔ قال في الهندية: ولو شرط وقت النذر والالتزام أن يخرج إلى عيادة المريض وصلاة الجنازة وحضور مجلس العلم يجوز له ذلك. (عالمگیری: ۱/۲۱۲)

معتکف کا ہوٹل یا گھر میں چائے پینے کا حکم

چائے پینا، نہ ضرورت طبعیہ ہے، نہ ضرورت شرعیہ ہے، لہذا اس کے لیے مسجد سے باہر جانا درست نہیں، اس سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔ ہاں اگر معتکف شدت سے اس کا عادی ہے اور کوئی انتظام نہیں، یا لانے والا نہیں تو گھر یا ہوٹل جا کر چائے پینے کی گنجائش ہے، بہتر یہ ہے کہ وہاں سے لاکر مسجد میں پیے۔ وَأَكْلُهُ وَشُرْبُهُ وَمَبَايَعَتُهُ فِيهِ: يَعْنِي يَفْعَلُ الْمُعْتَكِفُ هَذِهِ الْأَشْيَاءَ فِي الْمَسْجِدِ، فَإِنْ خَرَجَ لِأَجْلِهَا بَطَلَ اعْتِكَافُهُ؛ لِأَنَّهُ لَا ضَرُورَةَ إِلَى الْخُرُوجِ حَيْثُ جَازَتْ فِيهِ.... وَقِيلَ: يَخْرُجُ بَعْدَ الْغُرُوبِ لِلْأَكْلِ وَالشُّرْبِ وَيَنْبَغِي حَمْلُهُ عَلَى مَا إِذَا لَمْ يَجِدْ مِنْ يَأْتِي لَهُ بِهِ، فَحِينَئِذٍ يَكُونُ مِنَ الْحَوَائِجِ الضَّرُورِيَّةِ كَالْبَوْلِ وَالْغَائِطِ. (البحر الرائق: ۲/۵۳۰). (مستفاد فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۲۸۳)

سحر کے ختم کی اطلاع دینے کے لیے بیل بجانے کا حکم

بیل بجانے کے لیے معتکف کا جماعت خانہ سے باہر جانا جائز نہیں، اس سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ (فتاویٰ دینیہ: ۳/۸۹)

معتکف کا جزیٹر اسٹارٹ کرنے مسجد سے باہر جانا

معتکف کا جزیٹر اسٹارٹ کرنے کے لیے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں، اس سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ لَأنَّه خُرُوجٌ مِنْ غَيْرِ عَذْرِ.

کھانے کے بعد ہاتھ دھونے یا منجن کے لیے مسجد سے نکلنا

معتکف کا کھانے کے بعد ہاتھ دھونے کے لیے مسجد سے نکلنا جائز نہیں ہے، مسجد میں ہی کسی برتن میں دھولے، منجن یا مسواک وغیرہ وضو کے ساتھ کر سکتا ہے، صرف منجن وغیرہ کے لیے مسجد سے نکلنا جائز نہیں۔ قَالَ فِي الْمُغْنِي: وَيَغْسِلُ يَدَهُ فِي الطَّسْتِ؛ لِيُفَرِّغَ

اور چونکہ آنحضرت ﷺ سے اس قسم کا کوئی استثناء ثابت نہیں ہے؛ اس لیے اعتکاف مسنون میں صحت استثناء کے لیے دلیل مستقل چاہیے، جو مفقود ہے؛ لہذا اعتکاف کو علی الوجہ المسنون ادا کرنے کے لیے استثناء کی گنجائش معلوم نہیں ہوتی، ظاہر یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اعتکاف مسنون شروع کرتے وقت یہ نیت کر لے تو پھر اس کا اعتکاف مسنون نہ رہے گا؛ بلکہ نفلی بن جائے گا اور حجتی دیر مسجد کے باہر رہے گا، اتنی دیر اعتکاف شمار نہیں ہوگا؛ لیکن چونکہ شروع ہی میں نیت مسنون کے بجائے نفلی کی ہو گئی تھی؛ اس لیے نکلنے سے قضاء بھی واجب نہیں ہوگی، البتہ فرق یہ پڑے گا کہ اگر مسجد کے تمام معتکفین اسی نیت کے ساتھ اعتکاف میں بیٹھیں گے تو سنت مؤکدہ علی الکفایہ ادا نہ ہوگی، غور کرنے سے احقر کو اس مسئلہ کی حقیقت یہ سمجھ میں آئی ہے اور اس کے مطابق رسالہ کے متن میں مسئلہ لکھ دیا ہے، اس مسئلے میں دوسرے علماء سے رجوع کر لیا جائے تو بہتر ہے اور اگر کسی اہل علم کو اعتکاف مسنون میں استثناء کی دلیل معلوم ہو تو احقر کو بھی مطلع فرمادیں ممنون ہوں گا۔ (احکام اعتکاف: ۶۷)

اور صاحب احسن الفتاویٰ لکھتے ہیں:

”اعتکاف کی نذر میں نماز جنازہ، عیادتِ مریض، اور مجلسِ علم میں حاضری کے لیے خروج کا استثناء صحیح ہے، اور نکلنا جائز ہے؛ بشرطیکہ نذر کی طرح استثناء بھی زبان سے کیا ہو، صرف دل کی نیت کافی نہیں، مگر مسنون اعتکاف میں یہ نیت کی تو وہ نفل ہو جائے گا، سنت ادا نہ ہوگی، مسنون اعتکاف صرف وہی ہے، جس میں کوئی استثناء نہ کیا ہو، اس میں نکلنا مفسد ہے۔“ (احسن الفتاویٰ: ۴/۵۰۹)

دلیل کے اعتبار سے بظاہر یہ رائے درست معلوم ہوتی ہے، اور احتیاط بھی اسی میں ہے، فتاویٰ حقانیہ میں ہے:

”تراویح میں قرآن کا ختم بلا شک سنت ہے؛ البتہ بصورتِ استثناء (اعتکاف میں چند امور کی نیت سے) مسجد سے نکلنا مخصص ہے؛ لیکن بہتر عدم خروج ہے؛ تاکہ اعتکاف کے تقدُّس پر کوئی اثر نہ پڑے۔ (فتاویٰ حقانیہ: ۱۹۸، ۱۹۷)۔“

اس لیے اعتکاف مسنون میں اس طرح کا استثناء نہ کیا جائے، اگر استثناء کرنا ہو تو پہلے بصدغہ نذر عشرہ اخیرہ کے اعتکاف کو لازم کر لیا جائے (جیسا کہ اصل مسئلہ میں اس کی صراحت کر دی گئی ہے) پھر زبان سے ان چیزوں کے لیے نکلنے کا استثناء کر لیا جائے، مگر اس صورت میں اعتکاف فاسد ہونے پر نذر کے احکام جاری ہوں گے۔

بیڑی، سگریٹ کے عادی شخص کا بیڑی سگریٹ

پینے کے لیے مسجد سے نکلنا

اگر کوئی شخص بیڑی، سگریٹ وغیرہ کا ایسا عادی ہو چکا ہو کہ اس کے استعمال کے بغیر چین نہ آتا ہو، اور طبیعت خراب ہونے کا خوف ہو، یا کوئی ایسا خورگر ہو کہ اس کے بغیر اجابت نہ ہوتی ہو، تو اس کی حیثیت کھانے پینے کی طرح طبعی ضرورت کی ہوگی، ایسی حالت میں مسجد سے نکلنا مفسد اعتکاف نہ ہوگا۔ سئل ابن حجر المکئی عمن ابتلی بمأکل، نحو الأفیون وصار إن لم يأكل منه هلك، فأجاب إن علم ذلك قطعاً حل له؛ بل وجب لا اضطراره إلى إبقاء روحه كالمیتة للمضطر، ويجب عليه التدریج فی تنقیصه شيئاً فشيئاً، حتى يزول تولع المعدة به من غير أن تشعر، فإن ترك ذلك فهو آثم فاسق. قال الرملي: وقواعدنا لا تخالفه. (شامي: ۴۵/۱۰) وحرّم عليه..... الخروج إلا لحاجة الإنسان طبعية كبول، غائط، وغسل. (درمختار مع شامي: ۳/۴۳۴)؛ البتہ اس کو چاہیے کہ اچھی طرح منہ کو صاف کر کے مسجد میں آئے؛ کیونکہ بدبودار چیز کھا کر مسجد میں آنے کی ممانعت ہے۔ ”مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ، يَعْنِي الثُّومَ، فَلَا يَقْرُبَنَّ مَسْجِدَنَا.“ (البخاري / الأذان / ماجاء في الثوم .. ۱۸/۱۱ رقم: ۸۵۳). (کتاب الفتاوی: ۳/۴۵۷، فتاوی رحیمہ: ۷/۲۷۷، ۲۷۸، فتاوی محمودیہ: ۲۳۸، ۲۷۳، فتاوی رشیدیہ: ۲/۲، کتاب المسائل: ۱۰۹/۲)

ہڈی یا کھجور کی گٹھلی پھینکنے مسجد سے باہر جانا

سوال: اعتکاف کی حالت میں ہاتھ دھونے کا پانی اور دسترخوان پر ہڈی یا کھجور کی گٹھلی وغیرہ مسجد کے باہر پھینک سکتا ہے، اسی طرح بور یا بستر وغیرہ دھوپ میں رکھ سکتا ہے؟
الجواب حامداً ومصلیاً: مسجد ہی سے گٹھلی پانی وغیرہ باہر پھینک سکتا ہے اور مسجد ہی سے بور یا وغیرہ دھوپ میں رکھ سکتا ہے۔ (فتاوی محمودیہ: ۱۰/۲۳۸) معتکف کا مسجد سے نکلنا، صرف

خارج المسجد، ولا يجوز أن يخرج لغسل يده، بل أن من ذلك بدءاً.
(المغني: ۳/۱۵۱). (حسن الفتاوی: ۳/۵۱۰، ۵۱۱)

سحری کھانے کے بعد کھلی کرنے کے لیے

معتکف کا مسجد سے نکلنا

سحری کرنے کے بعد کھلی کرنے کے لیے مسجد سے نکلنا جائز نہیں، اگر کھلی کی ضرورت ہو تو کسی برتن میں کھلی کر لی جائے، یا مسجد میں رہ کر اس طور پر کھلی کرنا ممکن ہو کہ پانی خارج مسجد گرے، تو اس شکل کو اختیار کرنے کی بھی اجازت ہوگی۔ قال في المغني: وَيُغْسِلُ يَدَهُ فِي الطَّسْتِ؛ لِيُفْرَغَ خَارِجَ الْمَسْجِدِ، وَلَا يَجُوزُ أَنْ يَخْرُجَ لَغَسْلِ يَدِهِ؛ لِأَنَّ مِنْ ذَلِكَ بُدْأً. (المغني: ۳/۱۵۱)

معتکف کا بیڑی، سگریٹ یا حقہ پینے کے لیے مسجد سے نکلنا

اگر معتکف کو بیڑی، سگریٹ یا حقہ پینے کی عادت ہو تو اس کو چاہیے کہ اعتکاف میں بیٹھنے سے پہلے ان اشیاء کے استعمال کو ترک کر دے، اگر اس میں کامیابی نہ ہو تو تعداد اور مقدار کم کر لے؛ کیوں کہ بیڑی، سگریٹ وغیرہ کا استعمال عام حالت میں بھی کراہت سے خالی نہیں ہے؛ چہ جائیکہ مسجد میں اس کا استعمال ہو۔ قال ط: ويؤخذ منه كراهة التحريم في المسجد؛ لئلا ينهي الوارد في الثوم والبصل وهو ملحق بهما.
(شامي: ۱۰/۴۴۴) اگر کچھ پینی ہی پڑے، تو جس وقت استنجاء اور طہارت کے لیے نکلے، اس وقت بیڑی، سگریٹ، حقہ وغیرہ کی بھی حاجت پوری کر لے، خاص کر بیڑی وغیرہ پینے کے لیے نہ نکلے، کہ اس کی وجہ سے خروج سے اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ (فتاوی دارالعلوم: ۵۰۵/۶، فتاوی حقانیہ: ۳/۲۰۴، کتاب المسائل: ۱۰۹/۲، فتاوی محمودیہ: ۱۰/۲۳۶)

رکھے کہ بال وغیرہ مسجد میں گرنے نہ پائے۔ سُئِلَ أَبُو حَنِيفَةَ عَنِ الْمُعْتَكِفِ إِذَا احتَاجَ إِلَى الْفَصْدِ وَالْحِجَامَةِ هَلْ يَخْرُجُ؟ فَقَالَ: لَا. (الهنديّة: ۵/۳۲۱). (فتاویٰ رحیمیہ: ۲۷۷/۷)

معتکف کا سبق سنانے مدرسہ جانا

معتکف طالب علم کے لیے سبق سنانے مدرسہ جانا جائز نہیں ہے، اس سے اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ و فیہ إشارةً إِلَى أَنَّهُ لَا يَخْرُجُ لِعِيَادَةِ الْمَرِيضِ، وَمَجْلِسِ الْعِلْمِ..... فَإِنَّهُ يَفْسُدُ. (مجمع الأنهر: ۱/۳۷۹). (فتاویٰ محمودیہ: ۲۷۳/۱۰، فتاویٰ تھانیہ: ۲۰۱/۴)

معتکف کا پڑھانے کے لیے مدرسہ جانا

معتکف کا پڑھانے کے لیے مدرسہ جانا درست نہیں ہے، اگر جائے گا تو اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ و فیہ إشارةً إِلَى أَنَّهُ لَا يَخْرُجُ لِعِيَادَةِ الْمَرِيضِ، وَمَجْلِسِ الْعِلْمِ..... فَإِنَّهُ يَفْسُدُ. (مجمع الأنهر: ۱/۳۷۹). (فتاویٰ محمودیہ: ۲۷۳/۱۰، جواہر الفتاویٰ میں ہے: ”مدرسین، مقررین، ملازمین، کے لیے اپنی تدریس، تقریر، ملازمت کے لیے مسجد سے نکلنا درست نہیں، اس سے اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے“۔ (جواہر الفتاویٰ: ۳۹)

معتکف کا وعظ سننے کے لیے باہر جانا

معتکف کا تقریر اور وعظ سننے، یا ختم قرآن کی تقریب میں شرکت کرنے کے لیے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں، اگر جائے گا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ و فیہ إشارةً إِلَى أَنَّهُ لَا يَخْرُجُ لِعِيَادَةِ الْمَرِيضِ، وَمَجْلِسِ الْعِلْمِ..... فَإِنَّهُ يَفْسُدُ. (مجمع الأنهر: ۱/۳۷۹). (جواہر الفتاویٰ: ۳۹، کتاب المسائل: ۱۱۶/۲، فتاویٰ محمودیہ: ۲۷۳)

معتکف کا محفل قرآن مجید میں جانا

سوال: ایک شخص نے پورے رمضان المبارک کے مہینے کے اعتکاف کی نیت کر لی، چند

انہیں ضروریات کے لیے جائز ہے، جن کے بغیر چارہ نہ ہو اور جن کا مسجد میں پورا کرنا ممکن نہ ہو، قال فی المغنی: وَكُلُّ مَا لَا بُدَّ لَهُ مِنْهُ وَلَا يُمَكِّنُ فَعْلُهُ فِي الْمَسْجِدِ فَلَهُ الْخُرُوجُ إِلَيْهِ. (المغنی: ۳/۱۳۳) ہڈی یا کھجور کی گٹھلی پھینکنے، یا بوریا وغیرہ دھوپ میں ڈالنے کے لیے نکلنا جائز نہیں؛ کیونکہ یہ ان ضروریات میں داخل نہیں، جن کے بغیر چارہ نہیں، اسی طرح ان کی تکمیل بھی مسجد میں ہو سکتی ہے، جس کی صورت جواب میں مذکور ہے۔

معتکف کا جوتے اٹھانے مسجد کے باہر جانا

سوال: معتکف نے جوتے مسجد کے باہر اتار دیئے، چوری کیے جانے کا ڈر ہے، اب اٹھانے باہر جاسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلحاً: صحن کے متصل ہی تو ہوں گے، اٹھالے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۷۳/۱۰، ۲۸۳) یعنی اس کے لیے مسجد سے باہر نہ جائے، ورنہ اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

معتکف کا شادی میں شرکت کرنا

معتکف کا خارج مسجد شادی میں شرکت کے لیے جانا جائز نہیں ہے۔ قال فی التبيين: وَلَا يَخْرُجُ مِنْهُ إِلَّا لِحَاجَةٍ شَرْعِيَّةٍ أَوْ طَبِيعِيَّةٍ. (تبیین الحقائق: ۱/۳۵۰). (فتاویٰ محمودیہ: ۲۷۳/۱۰) اگر جائے گا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

معتکف کا کپڑا اٹھانے باہر نکلنا

معتکف کا کپڑا اٹھانے کے لیے باہر نکلنا جائز نہیں، اگر نکلے گا تو اس کا اعتکاف ختم ہو جائے گا۔ إِنْ خَرَجَ بِغَيْرِ عَذْرِ سَاعَةٍ، فَسَدَ اعْتِكَافُهُ. (الهنديّة: ۱/۲۱۲)

معتکف کا سر منڈانے کے لیے مسجد سے نکلنا

معتکف کا سر منڈانے کے لیے مسجد سے نکلنا درست نہیں، مفسد اعتکاف ہے، سر منڈانے کی ضرورت ہو تو اعتکاف کی جگہ میں چادر وغیرہ رکھ کر منڈا سکتا ہے اور پوری احتیاط

روز گزرنے کے بعد چند احباب نے اس کو محفلِ قرآن مجید میں شرکت کی دعوت دی اور وہ لوگ اس کی شرکت کو بہت ضروری سمجھتے ہیں؛ بلکہ بعض احباب کہتے ہیں کہ اگر آپ نہ آئے تو اس سال محفلِ قرآن نہیں کرائیں گے، تو اگر وہ شخص اعتکاف کو توڑے تو قضاء یقیناً ہوگی؛ لیکن قضاء بھی رمضان میں ضروری ہے یا غیر رمضان میں بھی ہو سکتی ہے؟

الجواب: اگر یہ اعتکاف نفلی ہے، یعنی نذر وغیرہ نہیں مانی تو اس کے قطع سے قضاء لازم نہیں ہوگی، جس قدر ہو گیا وہ ہو گیا؛ کیونکہ بر بناء روایت اصل، ادنی مدت اعتکاف ایک ساعت ہے اور اس کے لیے صوم بھی شرط نہیں، بخلاف واجب کے کہ اس کے قطع کر دینے سے قضاء لازم آتی ہے اور صوم بھی اس کے لیے شرط ہے۔ فلو شرع فی نفلہ ثم قَطَعَهُ، لایلزمہ قضاؤه؛ لَأنَّہ لا یُشترطُ لہ الصَّوْمُ علی الظَّاہِرِ مِنَ المَذہبِ وما فی بعضِ الْمُعْتَبَرَاتِ أَنَّهُ یَلْزَمُ بِالشَّرْعِ مُفَرَّغٌ عَلَی الضَّعیفِ، قالہ الْمُصَنِّفُ وَغیرُہ. (درمختار: ۳/ ۴۳۴) (خیر الفتاوی: ۴/ ۱۳۱، ۱۳۲) چونکہ یہ مسئلہ ابتدائے رمضان میں پیش آیا؛ اس لیے مذکورہ بالا تفصیل درست ہے، اگر یہی واقعہ عشرہ اخیرہ میں عشرہ اخیرہ کے اعتکاف کی نیت سے بیسویں رمضان کے غروب آفتاب سے پہلے بیٹھنے کے بعد پیش آیا ہوتا، تو ایسی صورت میں ایک دن کی قضا لازم ہوتی، جس کو رمضان یا غیر رمضان میں روزہ رکھ کر ادا کر دینا کافی ہوتا۔ از مرتب

ٹیوشن پڑھانے کے لیے معتکف کا نکلنا

ٹیوشن پڑھانے کے لیے معتکف کا نکلنا جائز نہیں، اس سے اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ و فیہ إشارةً إلی أَنَّهُ لا یُخْرَجُ لِعِیَادَةِ المَرِیضِ، ومجلس العلم..... فإنہ یفسد. (مجمع الأنهر: ۱/ ۳۷۹). (فتاویٰ محمودیہ: ۲۷۱/ ۱۰)

معتکف کا عدالت کی تاریخ پر حاضر ہونا

اگر معتکف کا کوئی مقدمہ زیر سماعت ہو اور دورانِ اعتکاف عدالت میں حاضری کی تاریخ پیش آجائے اور حاضر نہ ہونے کی شکل میں سخت نقصان کا اندیشہ ہو، یا کسی مقدمہ

میں گواہی کی ضرورت ہو اور معتکف کے علاوہ کوئی گواہ موجود نہ ہو اور عدالت میں حاضر نہ ہونے کی صورت میں صاحبِ حق کا حق ضائع ہونے کا اندیشہ ہو، ایسی صورت میں ضرورتاً صاحبین کے قول پر عمل کرتے ہوئے، ایسے معتکف کے لیے مسجد سے باہر جانے کی گنجائش ہے۔ و فی شرح الصَّوْمِ للفقہِ اَبی اللیث: المَعْتَكِفُ یُخْرَجُ، لِأَدَاءِ الشَّہَادَةِ، وَتَأْوِيلُهُ إِذَا لَمْ یَكُنْ شَہَادًا آخَرًا فِتْوَى حَقُّہ. (فتح القدیر بیروت: ۲/ ۳۹۶) من الضرورة أداء الشَّہَادَةِ (الدُّرُ الْمُنْتَقَى: ۱/ ۳۷۸) ولا یُخْرَجُ مِنْهُ إِلَّا لِحَاجَةٍ شَرْعِيَّةٍ..... وَأَدَاءِ شَہَادَةٍ تَعَيَّنَتْ عَلَيْهِ. قال الطحطاوي: فیہ إن ہذا من الحوائج الشَّرْعِيَّةِ. (مراقی الفلاح مع الطحطاوي: ۳۷۳)

نوٹ: اس مسئلے میں دوسرا قول یہ ہے کہ شہادت دینے کے لیے معتکف کا مسجد سے باہر آنا بہر حال مفسدِ اعتکاف ہے، یہ الگ بات ہے کہ ضرورت کی بناء پر اس اقدام کی وجہ سے وہ گنہگار نہ ہوگا۔ (فتح القدیر: ۲/ ۳۹۶) (کتاب المسائل: ۱۱۳/ ۲، خیر الفتاوی: ۱۳۴/ ۴، فتاویٰ محمودیہ: ۲۷۱/ ۱۰)

معتکف کا میٹنگ میں جانا

اگر معتکف خارج مسجد کسی میٹنگ میں شرکت کرنے جائے تو اس سے اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۷۱/ ۱۰)؛ کیونکہ یہ کسی معتبر ضرورت میں داخل نہیں، جس کے لیے خروج کی اجازت ہو۔

معتکف کا ووٹ ڈالنے کے لیے نکلنا

معتکف شخص اگر ووٹ ڈالنے کے لیے مسجد سے باہر جائے گا تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا؛ کیونکہ یہ کسی معتبر ضرورت میں شامل نہیں ہے۔ فَإِنْ خَرَجَ سَاعَةً بَلَا عَذْرٍ، فَسَدَ لَوْ جُودُ الْمُتَنَافِي. (البحر الرائق: ۲/ ۵۲۹، الہندیہ: ۱/ ۲۱۲، خانیہ: ۱/ ۲۲۲، درمختار: ۳/ ۴۳۷). (کتاب المسائل: ۱۱۷/ ۲، فتاویٰ محمودیہ: ۲۷۱/ ۱۰، خیر الفتاوی: ۱۳۱/ ۴)

الصنائع: ۲/۲۸۶). (کتاب المسائل: ۱۲۰/۲) واضح رہے کہ ردت سے اعتکاف باطل ہونے کی صورت میں بعد اسلام قضاء کا حکم نہ ہوگا۔ بخلاف اُکلیہ عمدہ اور دتہ۔ (درمختار) وفي الشامي: وإذا بطل بها لم يجب قضاؤه. (شامي: ۳/۴۴۳)

کن صورتوں میں اعتکاف توڑنا جائز ہے؟

مندرجہ ذیل صورتوں میں اعتکاف توڑنا جائز ہے:

(۱) اعتکاف کے دوران کوئی بیماری پیدا ہوگئی، جس کا علاج مسجد سے باہر نکلے بغیر ممکن نہیں تو اعتکاف توڑنا جائز ہے۔

(۲) کسی ڈوبتے یا جلتے ہوئے آدمی کو بچانے یا آگ بجھانے کے لیے بھی اعتکاف توڑ کر باہر نکل آنا جائز ہے۔

(۳) ماں، باپ، بیوی، بچوں میں سے کسی کی سخت بیماری کی وجہ سے بھی اعتکاف توڑنا جائز ہے۔

(۴) کوئی شخص زبردستی باہر نکال کر لے جائے، مثلاً حکومت کی طرف سے گرفتاری کا وارنٹ آجائے تو بھی اعتکاف توڑنا جائز ہے۔

(۵) اگر کوئی جنازہ آجائے اور کوئی نماز پڑھانے والا نہ ہو، تب بھی اعتکاف توڑنا جائز ہے۔ ان تمام صورتوں میں باہر نکلنے سے گناہ تو نہیں ہوگا؛ لیکن اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ وإن خَرَجَ بَعْدَ رِغْلٍ وَقَوَّعَهُ..... لَا يُفْسِدُ، أَمَّا مَا لَا يَغْلِبُ كَإِنْ جَاءَ غَرِيقٌ وَانْهَدَامَ مَسْجِدٌ فَمُسْقِطٌ لِلَّهِ، لَا لِلْبُطْلَانِ. (درمختار مع شامی: ۳/۴۳۸)۔ (احکام اعتکاف: ۴۶، ۴۷)

بوقتِ ضرورت اعتکاف سے نکلنا

سوال: اہل و عیال کی بیماری یا کسی بہت بڑے حادثے کی وجہ سے اعتکاف کا چھوڑنا، جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: جان و مال یا اہل و عیال کے کسی ممکنہ یقینی خطرے کی وجہ سے اعتکاف کو چھوڑنا جائز ہے، ایسی حالت میں ضرورتِ شدیدہ کی وجہ سے اگر معتکف باہر چلا جائے تو اعتکاف فاسد

معتکف کا اپنے پیر سے ملاقات کے لیے جانا

معتکف کا اپنے پیر سے ملاقات کے لیے خارج مسجد جانا جائز نہیں ہے، اگر جائے گا تو اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ لَوْ خَرَجَ لَزِيَارَةِ الْقَادِمِ مِنْ سَفَرٍ، بَطَلَ اعْتِكَافُهُ الْمَنْدُورُ، فَإِنْ خَرَجَ لِقَضَاءِ الْحَاجَةِ، فَرَأَاهُ فِي طَرِيقِهِ فَحُكْمُهُ حَكْمُ عِيَادَةِ الْمَرِيضِ. (المجموع: ۶/۳۴۹). (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۲۷۱)

معتکف کا مسجد کے پڑوس میں لگی آگ بجھانے جانا

معتکف مسجد کے پڑوس میں لگی آگ بجھانے نہیں جاسکتا ہے، اس سے اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ وفي التبيين: أَوْ لِإِنْحَاءِ الْغَرِيقِ، أَوْ الْحَرِيقِ..... كُلُّ ذَلِكَ مُفْسِدٌ. (تبیین الحقائق: ۱/۳۵۱). (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۲۷۱)

”جو عذر کثیر الوقوع نہ ہوں، ان کے لیے اپنے معتکف کو چھوڑ دینا منافی اعتکاف ہے، مثلاً: کسی مریض کی عیادت کے لیے، یا کسی ڈوبتے ہوئے کو بچانے کے لیے یا آگ بجھانے کو، یا مسجد کے گرنے کے خوف سے، گوان صورتوں میں معتکف سے نکل جانا گناہ نہیں؛ بلکہ جان بچانے کی غرض سے ضروری ہے، مگر اعتکاف قائم نہ رہے گا۔“ (احکام اعتکاف مفتی زید صاحب: ۴۱)

معتکف کا رپورٹ لکھوانے کے لیے مسجد سے نکلنا

معتکف رپورٹ لکھوانے کے لیے مسجد سے باہر نہیں جاسکتا، اس سے اعتکاف ختم ہو جائے گا۔ لَأنَّه خُرُوجٌ مِنْ غَيْرِ حَاجَةٍ. (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۲۷۱)

ارتداد و مفسد اعتکاف ہے

نعوذ باللہ اگر کوئی معتکف شخص بحالت اعتکاف مرتد ہو جائے اور بدعتیہ کیساتھ کفریہ کلمات کہنے لگے، تو اس کا اعتکاف فوراً ٹوٹ جائے گا۔ وَيُفْسِدُ الْاِعْتِكَافَ بِالرَّدَّةِ؛ لِأَنَّ الْاِعْتِكَافَ قُرْبَةً وَالْكَافِرُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِ الْقُرْبَةِ. (بدائع

الجواب: طبعی اور شرعی حاجت کے سوا، دیگر ضرورت سے نکلنا مفسدِ اعتکاف ہے، مثلاً: صورتِ مسئلہ میں غسلِ میت یا نمازِ جنازہ کے لیے یا گواہی دینے کے لیے متعین ہو جانے پر کہ اگر اس نے گواہی نہ دی تو اس شخص کا حق مارا جائے گا، اسی طرح کسی ڈوبتے ہوئے یا جلتے ہوئے کو بچانے کی نیت سے نکلے، تب بھی اعتکاف ٹوٹ جائے گا، مگر گنہ گار نہ ہوگا؛ بلکہ ان صورتوں میں نکلنا ضروری ہو جائے گا (فیما خرج ساعة بلا عذرٍ) مُعْتَبَر (فسد الواجب) ولا إثم عليه به (مراقبي الفلاح) (قوله بلا عذرٍ مُعْتَبَرٍ) أي في عدم الفساد، فلو خرج لجنازةٍ محرمة أو زوجته فسَدَ؛ لأنه وإن كان عذراً إلا أنه لم يُعْتَبَر في عدم الفساد (قوله ولا إثم عليه) أي بالعذر وأما بغير العذر فيأثم؛ لقوله تعالى: "وَلَا تَبْطُلُوا أَعْمَالَكُمْ" (طحطاوي على مراقبي الفلاح: باب الاعتكاف: ۴۰۸، ۴۰۹) أو تعين لصلوة الجنازة، ففي هذه الصور يفسد الاعتكاف وإن لم يَأْثَم بالخروج والإفساد. (رسائل الأركان: ۲۲۹). (فتاوى رحيمية: ۲۸۱/۷، ۲۸۲)

معتكف کا نمازِ جنازہ یا عیادت کے لیے نکلنا

معتكف کا نمازِ جنازہ میں شرکت کے لیے یا کسی بیمار کی مزاج پرسی کے لیے مقصوداً نکلنا بالاتفاق ناجائز ہے۔ السُّنَّةُ عَلَى الْمُعْتَكِفِ أَنْ لَا يَعُودَ مَرِيضاً وَلَا يَشْهَدَ جَنَازَةً .. (سنن أبي داود شريف / الصيام / المعتكف يعود المريض : ۳۳۵ / ۱ رقم: ۲۴۷۳) وفي الهندية: ولو خرج لجنازةٍ، يفسد اعتكافه وكذا لصلاته ولو تعيّن عليه. (عالمگیری: ۲۱۲ / ۱) اگر کوئی معتكف بالقصد نمازِ جنازہ پڑھنے کے لیے یا مریض کی عیادت کے لیے مسجد کی حدود سے باہر نکلے گا، تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا؛ البتہ اگر طبعی یا شرعی ضرورت کی وجہ سے باہر نکلا تھا اور واپسی میں نمازِ جنازہ میں شریک ہو جائے یا مریض کی عیادت کر لے تو اعتکاف برقرار رہے گا، مگر شہودِ جنازہ اور عیادت کے لیے بھی ضروری ہے کہ راستے سے ہٹنا نہ پڑے، نیز نماز سے فراغت کے بعد باہر بالکل نہ ٹھہرے؛ بلکہ فوراً مسجد میں آجائے اور عیادت مریض چلتے چلتے کر لے، اس کے لیے نہ

ہو جائے گا؛ لیکن گنہ گار نہ ہوگا، تاہم اگر مسجد کے انہدام کی وجہ سے یا جبراً مسجد سے نکالے جانے کی صورت میں فوراً دوسری مسجد میں داخل ہو جائے تو اعتکاف برقرار رہے گا۔

لَمَّا قَالَ الْعَلَامَةُ فَخْرُ الدِّينِ الزَّيْلَعِيُّ: وَكَذَا لَوْ خَرَجَ لِلْجَنَازَةِ، يَفْسُدُ اعْتِكَافُهُ، وَكَذَا لَصَلَّاهَا وَلَوْ تَعَيَّنَتْ عَلَيْهِ، أَوْ لِإِنجَاءِ الْغَرِيقِ، أَوْ الْحَرِيقِ، أَوْ الْجِهَادِ، إِذَا كَانَ النِّفِيرُ عَاماً، أَوْ لِأَدَاءِ الشَّهَادَةِ، كُلُّ ذَلِكَ مَفْسُدٌ، بِخِلَافِ الْخُرُوجِ لِحَاجَةِ الْإِنْسَانِ؛ لِأَنَّهَا مَعْلُومَةُ الْوُقُوعِ فَتَكُونُ مُسْتَثْنَاءً، وَلِهَذَا لَوْ أَنْهَضَ الْمَسْجِدُ الَّذِي هُوَ فِيهِ فَانْتَقَلَ إِلَى مَسْجِدٍ آخَرَ، لَمْ يَفْسُدْ اعْتِكَافُهُ لِلضَّرُورَةِ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يَبْقَ مَسْجِدٌ أَبْعَدَ ذَلِكَ فَفَاتَ شَرْطُهُ، وَكَذَا لَوْ تَفَرَّقَ أَهْلُهُ لِعَدَمِ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ فِيهِ، لَوْ أَخْرَجَهُ ظَالِمٌ كُرْهاً أَوْ خَافَ عَلَى نَفْسِهِ أَوْ مَالِهِ مِنَ الْمُكَابِرِينَ فَخَرَجَ، يَفْسُدُ اعْتِكَافُهُ. (تبیین الحقائق: ۱ / ۳۵۱ ط: امدادیہ ملتان). (فتاویٰ حقانیہ: ۲۰۲/۳)

اعتکاف میں غسلِ میت کے لیے نکلنا

96

کسی کے انتقال پر (خواہ وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو) وہاں جا کر غسل و کفن کرنا اور ان لوگوں کو صبر دلانا بہت اجر و ثواب کی چیز ہے؛ لیکن اعتکاف سے نکلنا اس مقصد کے لیے بھی درست نہیں ہے، اگر نکلے گا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ فیما خرج ساعة بلا عذرٍ فسد..... وعن هذا فسد إذا عاد مريضاً، أو شهد جنازةً تعيّن إلا أنه لا يَأْثَم؛ بل يجب عليه الخروج..... فالظاهر أن العذر الذي لا يغلب مسقط للإثم، لا البطالان. (النهر الفائق: ۲ / ۴۶، ۴۷ ط: امدادیہ، ملتان). (فتاویٰ محمودیہ: ۲۵۶/۱۰)

مجبوری کی وجہ سے مردے کو غسل دینے نکلا تو؟

سوال: معتكف مسجد سے ضرورتاً نکلے، مثلاً میت کو غسل دینے والا کوئی نہ ہو، نمازِ جنازہ پڑھانے والا دوسرا کوئی نہ ہو؛ اس لیے مسجد سے نکلے تو اعتکاف باقی رہے گا یا ٹوٹ جائے گا؟

بیّنوا تو جروا۔

المرض بأنه لا يغلب وقوعه فلم يصبر مستثنى عن الإيجاب، فأفاد الفساد في الكل. (شامي: ۳/۴۳۸)

معتکف کا روزانہ اپنی بیوی کی دوا لینے شفاء خانہ جانا

معتکف کا روزانہ صبح اپنی بیوی کی دوا لینے شفاء خانہ جانا، جائز نہیں ہے، اس سے اس کا اعتکاف ختم ہو جائے گا۔ لما قال العلامة فخر الدين الزيلعي: وكذا لو خرج للجنابة يفسد اعتكافه وكذا لصلاتها ولو تعينت عليه، أو لإنجاء الغريق، أو الحريق، أو الجهاد، إذا كان النفيراً عاماً أو لأداء الشهادة، كل ذلك مفسد. (تبیین الحقائق: ۱/۳۵۱ ط: امدادیہ ملتان) (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۰/۲۷۱)

سانپ کے کاٹے کو جھاڑنے

والے کے لیے دوسرے گاؤں میں جانا

اگر معتکف سانپ کے کاٹے کو جھاڑنے کا عمل جانتا ہو اور پاس والے گاؤں میں کسی کو سانپ نے کاٹ لیا تو لوگوں کے بلانے پر اگر وہ اس کے گاؤں میں جاتا ہے تو اس سے اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ وإن خرج من غير عذر ساعة، فسد اعتكافه. (عالمگیری: ۱/۲۱۲). (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۲۷۱) یہ اور بات ہے کہ اگر کوئی دوسرا جھاڑنے والا نہ ہو تو جان کی حفاظت کی غرض سے اس کا جانا ضروری ہے۔

حالتِ اعتکاف میں پاگل ہو جانے کا حکم

اگر معتکف شخص خدا نخواستہ پاگل ہو جائے کہ اسے کچھ ہوش نہ رہے تو اس کا اعتکاف باقی نہ رہے گا، و منها: الإغماء والجنون. (عالمگیری: ۱/۲۱۳) والجنون یفسد الاعتکاف. (بدائع الصنائع: ۲/۲۸۷). (کتاب المسائل: ۲/۱۲۰، فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۲۶۹) نفس انما یا جنون مفسد اعتکاف نہیں ہے؛ البتہ اگر بے ہوشی یا پاگل پن اس قدر دراز ہو جائے کہ وہ نیتِ صوم کے لیے مانع بن جائے تو اس مدہوشی اور جنون سے اعتکاف

ٹھہرے؛ چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چلتے چلتے بیمار پرسی کر لیتے تھے، اس غرض کے لیے رکتے نہ تھے۔ عن عائشة رضي الله عنها قالت: كان النبي صلى الله عليه وسلم يُمِرُّ بالمریض وهو معتكف فيمُرُّ كما هو ولا يعرج يسأل عنه..... الحديث (أبو داود الصيام / المعتكف يعود المريض: ۱/۳۳۵ رقم: ۲۴۷۲) وأفاد أنه لا يخرج لعيادة المريض لعدم الضرورة المطلقة للخروج..... وأشار إلى أنه لو خرج لحاجة الإنسان، ثم ذهب لعيادة المريض من غير أن يكون لذلك قصداً فإنه جائز. (البحر الرائق: ۲/۵۲۹) وقال في المرقاة: وعند الأئمة الأربعة إذا خرج لقضاء الحاجة واتفق له عيادة المريض والصلاة على الميت فلم ينحرف عن الطريق، ولم يقف أكثر من قدر الصلاة، فلم يبطل الاعتكاف وإلا بطل. (المرقاۃ: ۴/۳۳۰) (کتاب المسائل: ۲/۱۱۵، فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۲۳۱، ۲۹۶، فتاویٰ رحیمیہ: ۷/۲۷۱، خیر الفتاویٰ: ۱۲۹/۴، احسن الفتاویٰ: ۴/۵۰۹، فتاویٰ حقانیہ: ۳/۱۹۹، درس ترمذی مع حاشیہ: ۲/۶۲۸، ۲۹۹)

97

معتکف کا بیوی یا بچے کی تجہیز و تکفین کا انتظام کرنا

معتکف اگر بیوی بچے کی تجہیز و تکفین کے لیے باہر نکلتا ہے تو اس کی وجہ سے اعتکاف باقی نہ رہے گا، فاسد ہو جائے گا، اگرچہ ضرورت کی بناء پر ایسا کرنا اس کے ذمہ لازم ہو؛ لیکن ضرورت نکلنے کی وجہ سے گنہ گار نہ ہوگا۔ وعن هذا فسد إذا عاد مريضاً. وفي الهدية: ولو خرج لجنابة يفسد اعتكافه، وكذا لصلاتها ولو تعينت عليه. (عالمگیری: ۱/۲۱۲)

معتکف کا اپنے یا اپنی بیوی کے علاج کے لیے باہر جانا

معتکف کا اپنے یا اپنی بیوی کے علاج کی غرض سے باہر جانا، اگرچہ ضروری ہو؛ لیکن اس سے بھی اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے؛ کیونکہ یہ ایسا عذر ہے جو نادر الوقوع ہے، والذي في الخانية والخلصة: أنه لو خرج ناسياً..... أو لمرض، فسد عنده. و علل في الخانية

لے جائیں، یا کسی کا قرض چاہتا ہو اور وہ اس کو باہر نکالے، اسی طرح اگر کسی شرعی یا طبعی ضرورت سے نکلے اور راستے میں کوئی قرض خواہ روک لے یا بیمار ہو جائے اور پھر معتکف تک پہنچنے میں دیر ہو جائے، تب بھی اعتکاف قائم نہ رہے گا۔ (احکام اعتکاف مفتی زید صاحب: ۴۱)

حالتِ اعتکاف میں جماع یا دواعی جماع کا حکم

معتکف اگر حالتِ اعتکاف میں جماع کر لے تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا، خواہ جماع عہدِ کرے یا سہواً، دن میں کرے یا رات میں، مسجد کے باہر کرے یا مسجد کے اندر، انزال ہو یا نہ ہو، بہر صورت اعتکاف باطل ہو جائے گا۔ اور جو چیزیں جماع کے تابع ہیں، جس کو دواعی جماع میں شمار کیا جاتا ہے، مثلاً: بوسہ لینا، شہوت سے چھونا، تھخیز کرنا وغیرہ یہ سب امور ناجائز ہیں؛ لیکن جب تک منی کا خروج نہیں ہوگا، وہاں تک فسادِ اعتکاف کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ وَبَطْلَ بَوَاطِءٍ فِي فَرْجٍ أَنْزَلَ أَم لَا، وَلَوْ كَانَ وَطْؤُهُ خَارِجَ الْمَسْجِدِ لَيْلًا أَوْ نَهَارًا، عَامِدًا أَوْ نَاسِيًا فِي الْأَصْح؛ لِأَنَّ حَالَتَهُ مُذَكَّرَةٌ، وَبَطْلَ بِانْزَالٍ بِقَبْلَةٍ أَوْ لَمَسٍ أَوْ تَفْخِيزٍ، وَلَوْ لَمْ يُنْزَلْ، لَمْ يَبْطُلْ وَإِنْ حُرِّمَ الْكُلُّ. (در مختار: ۴۴۲/۳)

فاسد ہو جائے گا، مثلاً کسی معتکف کو آج مدہوشی اور جنون لاحق ہو گیا اور دوسرے دن زوال سے پہلے پہلے افاقہ ہو گیا اور اس نے روزے کی نیت کی تو اس کا اعتکاف فاسد نہیں ہوگا؛ کیونکہ اعتکاف کے لیے روزہ شرط ہے اور زوال شرعی سے پہلے روزے کی نیت کرنا صحیح ہے اور اگر زوال شرعی کے بعد اسے افاقہ ہوا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا؛ کیونکہ زوال شرعی کے بعد روزے کی نیت صحیح نہیں؛ لہذا جب روزہ نہیں ہے تو اعتکاف بھی صحیح نہ ہوگا۔ قَالَ فِي الْهِنْدِيَّةِ: نَفْسُ الْإِغْمَاءِ وَالْجَنُونِ لَا تَفْسِدُ بِلَا خِلَافٍ حَتَّى لَا يَنْقَطِعَ التَّابِعُ، وَإِنْ أُغْمِيَ عَلَيْهِ أَيَّامًا وَأُصَابَهُ لَمْ يَفْسُدْ اِعْتِكَافُهُ. (عالمگیری: ۲۱۳/۱) وَفِي الشَّامِيِّ: الْمُرَادُ بِالْأَيَّامِ أَنْ يَفُوتَهُ صَوْمٌ بِسَبَبِ عَدَمِ إِمْكَانِ النِّيَّةِ. (شامی: ۴۴۳/۳)

لمبے وقت تک بے ہوش رہنے سے اعتکاف کا فساد

اگر معتکف پر ایک دن سے زیادہ بے ہوشی طاری رہی، جس کی وجہ سے روزہ رکھنا اس کے لیے ممکن نہ رہا تو اس کا اعتکاف باقی نہ رہے گا۔ وَكَذَا إِغْمَاؤُهُ وَجَنُونُهُ، إِنْ دَامَا أَيَّامًا (در مختار) وَفِي الشَّامِيِّ: الْمُرَادُ بِالْأَيَّامِ أَنْ يَفُوتَهُ صَوْمٌ بِسَبَبِ عَدَمِ إِمْكَانِ النِّيَّةِ. (شامی زکریا: ۴۴۳/۳) وَإِنْ أُغْمِيَ عَلَيْهِ أَيَّامًا وَأُصَابَهُ لَمْ يَفْسُدْ اِعْتِكَافُهُ. (بدائع الصنائع: ۲۸۶/۲، الہندیہ: ۲۱۳/۱)

پولس کا معتکف کو جبراً لے جانے سے اعتکاف کا حکم

پولس اگر معتکف کو جبراً اٹھا کر لے جائے تو اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ لَوْ خَرَجَ نَاسِيًا أَوْ مُكْرَهًا أَوْ لِبُولٍ، فَحَبَسَهُ الْغَرِيمُ سَاعَةً أَوْ لِمَرَضٍ فَسَدَ عِنْدَهُ. (شامی: ۴۳۸/۳). (فتاویٰ محمودیہ: ۲۷۱/۱۰) اور ”احکام اعتکاف مفتی زید صاحب“ میں ہے: ”اگر کوئی شخص زبردستی معتکف سے باہر نکال دیا جائے، تب بھی اس کا اعتکاف قائم نہ رہے گا، مثلاً: کسی جرم کی وجہ سے حاکم وقت کی طرف سے وارنٹ جاری ہو اور سپاہی اس کو گرفتار کر کے

فِي وَقْتٍ يُدْرِكُهَا مَعَ سَنَّتِهَا، يُحَكِّمُ فِي ذَلِكَ رَأْيَهُ. (در مختار مع شامي: ۴۳۵/۳، ۴۳۶)

حاجتِ ضروریہ: حاجتِ ضروریہ سے وہ ناگہانی حادثات مراد ہیں، جن کے پیش آجانے کی صورت میں معتکف کے لیے مسجد سے نکلنا، ناگزیر ہو، ایسی صورت میں اگر وہ فوراً دوسری مسجد کی طرف منتقل ہو جائے تو اس سے اس کا اعتکاف بدستور باقی رہے گا، وہ امور یہ ہیں:

(۱) مسجد کی عمارت منہدم ہونے لگے۔

(۲) مسجد کے ارد گرد آباد لوگ، سب وہاں سے چلے جائیں اور مسجد میں باجماعت نماز موقوف ہو جائے۔

(۳) کوئی زور آور شخص، معتکف کو زبردستی مسجد سے نکال دے۔

(۴) کوئی ظالم معتکف کو گرفتار کر لے۔

(۵) اس مسجد میں رہتے ہوئے اپنی جان یا مال کا دشمنوں کی طرف سے سخت خطرہ ہو۔ یجوز له أن يتحول إلى مسجد آخر في خمسة أشياء: أحدها: أن ينهدم مسجده، الثاني: أن يتفرق أهله فلا يجتمعون فيه، الثالث: أن يُخْرِجَهُ سُلْطَانٌ، الرابع: أن يأخذَه ظالمٌ، الخامس: أن يخاف على نفسه وماله من المكابرين. (البنایة: ۴/ ۱۲۸، ۱۲۹). (آداب الاعتکاف: ۶۵، ۶۸)، (کتاب المسائل: ۱۱۲/۲)

طبعی و شرعی ضرورت کے وقت معتکف کو

مسجد سے نکلنے کی اجازت پر دلیل

اعتکاف کی حالت میں ضرورتوں کو خدا نے منع نہیں کیا، ان کے پورا کرنے کے لیے مسجد سے باہر نکلنے کی بھی اجازت دے دی ہے، پھر اگر کسی سے اعتکاف نہ ہو سکے، تو اس کا قصور ہے اور اس اجازت کی طرف آیت ﴿وَلَا تَبْأَسِرُوا هُنَّ﴾ (یعنی حالتِ اعتکاف میں عورتوں سے مباشرت نہ کرو) میں اشارہ ہے؛ کیونکہ ممانعت اسی شئی کی ہوتی ہے، جو پہلے سے محتمل ہو (ہو سکتی ہو) اور یہ ضروریاتِ شرع سے معروف ہے (سب ہی جانتے ہیں) کہ

امورِ غیر مفسدہ کا بیان

جن امور کے لیے معتکف کو نکلنا جائز ہے

معتکف کو حاجتِ طبعیہ، شرعیہ اور حاجتِ ضروریہ کی وجہ سے مسجد سے نکلنا جائز ہے، اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوگا؛ البتہ حاجتِ ضروریہ (ناگہانی حادثات جن کی تفصیل آ رہی ہے) کی بناء پر باہر نکلنے کی صورت میں فوراً دوسری مسجد میں داخل ہونا ضروری ہے۔ و حرُم علیہ، أي علی المعتکف، الخروج إلا لحاجة الإنسان طبعية كبول، وغائط، وغسل لو احتلم....، أو شرعية كعيد، و أذان، والجمعة وقت الزوال. (در مختار مع شامي: ۴۳۴/۳، ۴۳۶)

حاجتِ طبعیہ، شرعیہ اور ضروریہ سے مراد

حاجتِ طبعیہ: وہ امور ہیں جو انسانی طبیعت کے تقاضے ہیں اور اس کا مسجد میں پورا کرنا جائز نہیں، جیسے: پاخانہ، پیشاب اور غسلِ جنابت؛ چنانچہ پاخانہ، پیشاب اور غسلِ جنابت کے لیے مسجد سے نکلنا جائز ہے۔ و حرُم علیہ، أي علی المعتکف الخروج إلا لحاجة الإنسان طبعية كبول، وغائط، وغسل لو احتلم (در مختار) وفي الشامي: وفسر ابن الشلبي الطبعية، بما لا بد منها وما لا يقضى في المسجد. (در مختار مع شامي: ۴۳۴/۳، ۴۳۵)

حاجتِ شرعیہ: وہ امور ہیں، جو از روئے شرع واجب ہوں اور جس مسجد میں وہ معتکف ہو، وہاں ادا نہ کر سکتا ہو، جیسے: جمعہ کی نماز، عید کی نماز، اور اذان بھی حاجتِ شرعیہ میں سے ہے، ان کے لیے مسجد سے نکلنا درست ہے۔ وفي الدر المختار: أو شرعية، كعيد وأذان والجمعة وقت الزوال، ومن بعد منزله أي معتكفه، خرج

اور دیکھیے حق تعالیٰ کی کیسی رحمت ہے، کیسی خوبصورتی سے اعتدال کیا کہ اس کا عکس نہیں ہوا، یعنی یہ کہ مباشرت تو جائز ہوتی اور کھانا پینا، ناجائز ہوتا، وجہ اس کی یہ ہے کہ ہر ایک میں دو حیثیتیں ہیں: حاجت اور لذت، مگر فرق اتنا ہے کہ کھانے پینے میں تو عادتِ حاجت (ضرورت) غالب اور لذت مغلوب ہوتی ہے اور مباشرت میں لذت غالب اور حاجت مغلوب ہوتی ہے، دیکھیے فطری جذبات کی شریعت نے کس قدر رعایت کی ہے، اگر کھانا پینا، دس دن چھڑادیں تو سخت تکلیف ہو اور اس میں (ترکِ مباشرت میں) کچھ بھی تکلیف نہیں، زائد سے زائد لذت نہیں اور کھانے پینے کے متعلق فرمایا ”كُلُوا وَاشْرَبُوا“ یعنی کھاؤ اور پیو۔

دوسرے کھانے پینے کے ساتھ تو ممکن ہے کہ اللہ کی طرف توجہ باقی رہے، مگر مباشرت کے وقت توجہ الی اللہ عادتِ ضعیف ہو جاتی ہے؛ کیونکہ اس وقت طبعی نشاط کی وجہ سے اس کی طرف اس قدر توجہ ہوتی ہے کہ پھر دوسری طرف توجہ نہیں رہتی، تو اگر اس کی اجازت ہوتی تو ایک زمانہ ایسا ہوتا کہ مخلوق کی طرف توجہ ہوتی اور خالق کی طرف سے غفلت ہوتی، تو غیرتِ حق اس کو گوارہ نہیں کرتی کہ ہمارا حاضر باش دربان ہو کر کسی اور طرف منہ کرے؛ اس لیے صرف دس دن کے لیے غیرتِ حق نے ہمیں روک دیا، بخلاف کھانے پینے کے، گو اس میں حاجت زیادہ ہے، مگر اتنی مستی سوا نہیں ہوتی کہ کچھ یاد نہ رہے؛ بلکہ دوسری طرف توجہ رہنا بھی ممکن ہے۔ (احکامِ اعتکاف مفتی زید صاحب: ۳۴، ۳۵)۔

ان ضروریات کی تفصیل جن کی وجہ سے نکلنے سے

اعتکاف فاسد نہیں ہوتا

وہ ضروریات جن کی بناء پر مسجد سے نکلنا، شریعت نے معتکف کے لیے جائز قرار دیا ہے اور اس سے اعتکاف نہیں ٹوٹتا مندرجہ ذیل ہیں۔

- (۱) پیشاب پاخانے کی ضرورت۔ (۲) غسلِ جنابت جبکہ مسجد میں غسل کرنا ممکن نہ ہو۔ (۳) وضو جبکہ مسجد میں رہتے ہوئے ممکن نہ ہو۔ (۴) کھانے پینے کی اشیاء باہر سے لانا، جبکہ کوئی اور شخص لانے والا موجود نہ ہو۔ (۵) اذان دینے کے مقصد سے باہر جانا۔ (۶) جس

مسجد کے اندر مباشرت (ہمیشہ) ناجائز ہے، (پس مطلب یہ ہوگا کہ مباشرت کے لیے حالتِ اعتکاف میں مسجد سے باہر مت نکلو، اس سے معلوم ہو گیا کہ مباشرت کے علاوہ دوسری ضروریات کے لیے نکل سکتے ہیں) اگر اعتکاف میں کسی طرح (اور کسی ضرورت) سے نکلنا جائز نہ ہوتا، تو پھر اس ممانعت کی ضرورت ہی نہ تھی (وہ تو پہلے ہی سے منع ہے؛ لیکن پھر بھی) ممانعت ہوئی ہے، پس یہ خود دلیل ہے اس بات کی کہ بعض اوقات نکلنا جائز ہے اور اسی میں مباشرت کا بھی احتمال تھا؛ اس لیے اس سے منع فرمادیا، اتنا تو قرآن سے معلوم ہو گیا، آگے حدیث نے تفصیل کر دی کہ کس کس ضرورت سے نکلنا جائز ہے، مباشرت کا ناجائز ہونا تو خود قرآن سے ثابت ہے اور دوسری طبعی و شرعی ضرورتوں کے لیے نکلنے کا جواز، دوسرے شرعی دلائل سے جائز ہے۔ اب رہا دونوں میں فرق، سو چونکہ مباشرت میں حاجت خفیف و معمولی ہے؛ اس لیے مباشرت کی ممانعت کر دی اور کھانے پینے کی حاجت شدید ہے؛ اس لیے اس کی اجازت دے دی، مسجد کے اندر بھی کھانے کی اجازت ہے (اور گھر جا کر خود کھانا) لانے کی بھی اجازت دے دی؛ جب کہ کوئی لانے والا نہ ہو، یا اجرت گراں مانگتا ہو، یا کسی سے درخواست کرنے میں اس کی زیادہ خوشامد کرنے کی ضرورت واقع ہو، الغرض اگر کوئی کھانا لانے میں نخرے کرے یا اجرت زیادہ مانگے تو خود جا کر لے آئے۔ (احکامِ اعتکاف مفتی زید صاحب: ۳۳-۳۴)۔

حالتِ اعتکاف میں عورتوں سے مباشرت کی ممانعت اور کھانے

پینے کی اجازت کی وجہ

اعتکاف کی حالت میں کھانا بھی جائز ہے، پینا بھی جائز ہے، مگر مباشرت ناجائز ہے؛ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾ یعنی اعتکاف کی حالت میں عورتوں سے مباشرت جائز نہیں اور ”تباشروا“ فرمایا جو کثرت سے ماخوذ ہے؛ اس لیے (شہوت سے) عورت کو ہاتھ لگانا بھی (حالتِ اعتکاف میں) جائز نہیں؛ کیوں کہ دوائیِ وطی، وطی کے حکم میں ہیں؛ اسی لیے ان سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے۔

اگر کچھ دیر کھانے کے انتظار میں ٹھہرنا پڑے تو مضائقہ نہیں۔ وَاَكْلُهُ وَشُرْبُهُ وَمَبَايَعَتُهُ فِيهِ: يَعْنِي يَفْعَلُ الْمُعْتَكِفُ هَذِهِ الْأَشْيَاءَ فِي الْمَسْجِدِ، فَإِنْ خَرَجَ لِأَجْلِهَا بَطَلَ اعْتِكَافُهُ؛ لِأَنَّهُ لَا ضَرُورَةَ إِلَى الْخُرُوجِ حَيْثُ جَازَتْ فِيهِ..... وَقِيلَ: يَخْرُجُ بَعْدَ الْغُرُوبِ لِلْأَكْلِ وَالشُّرْبِ وَيَنْبَغِي حَمْلُهُ عَلَى مَا إِذَا لَمْ يَجِدْ مِنْ يَأْتِي لَهُ بِهِ، فَحِينَئِذٍ يَكُونُ مِنَ الْحَوَائِجِ الضَّرُورِيَّةِ كَالْبَوْلِ وَالْغَائِطِ. (البحر الرائق: ۲/۵۳۰). (احکام اعتکاف: ۴۱، کتاب المسائل: ۱۰۹/۲، خیر الفتاوی: ۱۴۶/۴، فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۲۳۶، ۲۶۳) (فتاویٰ حقانیہ: ۲۰۹/۴)

حرمین شریفین میں معتکفین کا کھانے کے لیے باہر نکلنا

حرمین شریفین میں کھانے کا سامان اندر لانے کی اجازت نہیں ہوتی، لہذا رمضان المبارک میں وہاں اعتکاف کی سعادت حاصل کرنے والے حضرات اگر مغرب کے بعد قریبی ہوٹل پر جا کر کھانا کھا آئیں، یا باہری صحن میں نکل کر کھانا کھائیں، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ طبعی ضرورت میں داخل ہے؛ البتہ کھانے کے بعد وہاں بیٹھے نہ رہیں؛ بلکہ فارغ ہو کر فوراً مسجد میں آجائیں۔ وَقِيلَ: يَخْرُجُ بَعْدَ الْغُرُوبِ لِلْأَكْلِ وَالشُّرْبِ. وَقَالَ فِي الْبَحْرِ: يَنْبَغِي حَمْلُهُ عَلَى مَا إِذَا لَمْ يَجِدْ مِنْ يَأْتِي لَهُ بِهِ، فَحِينَئِذٍ يَكُونُ مِنَ الْحَوَائِجِ الضَّرُورِيَّةِ. (طحطاوي على المراقي: ۳۸۴، البحر الرائق: ۲/۳۰۳، شامی: ۳/۴۰، تاتارخانیہ: ۳/۴۰۵) (آئینہ رمضان: ۲۹۹، کتاب المسائل: ۱۸۵/۲)

معتکف کھانے جائے تو راستے میں کوئی چیز خریدنے کا حکم

سوال: ایک شخص حالت اعتکاف میں مسجد سے گھر کو رفع حاجت کے لیے جاتے ہوئے راستے میں سے برف کا ٹکڑا خرید کر لے گیا، یا سحری کے وقت رفع حاجت کے لیے گیا، ضمناً کھانا کسی روزے دار کو دے دیا اور اپنا کھانا مسجد میں لا کر کھایا، ان دونوں صورتوں میں اعتکاف تو فاسد نہیں ہوا؟ اگر فاسد ہو گیا تو قضاء لازم ہے؟

مسجد میں اعتکاف کیا ہے، اگر اس میں جمعہ کی نماز نہ ہوتی ہو تو جمعہ کی نماز کے لیے دوسری مسجد میں جانا۔ (۷) مسجد گرنے وغیرہ کی صورت میں دوسری مسجد میں منتقل ہونا۔ ان ضروریات کے علاوہ کسی اور مقصد سے باہر جانا معتکف کے لیے جائز نہیں ہے۔ (احکام اعتکاف: ۳۷)

بعض ایسی صورتیں جن سے اعتکاف فاسد نہ ہوگا

سوال: مندرجہ ذیل صورتوں میں اعتکاف کا کیا حکم ہے؟ باقی رہے گا یا فاسد ہو جائے گا؟

- ۱۔ وضو سے قبل ہاتھ کی گھڑی وضو خانے پر ہاتھ سے نکال کر جیب میں رکھنا، پھر وضو شروع کرنا، یا وضو خانے پر وضو کے لیے چڑھتے ہوئے ہاتھ میں سے گھڑی نکال کر جیب میں رکھنا۔
- ۲۔ پیشاب خانہ میں لائن لگی ہو تو وہاں انتظار میں کھڑے ہونا۔
- ۳۔ وضو سے قبل وضو خانہ میں چڑھ کر اپنی ٹوپی یا رومال وضو خانہ کی مچان یا کھونٹی پر رکھنا۔
- ۴۔ گھر سے کوئی کھانا لانے والا نہ ہو تو کھانے کے لیے گھر جانا۔
- ۵۔ کھانے کے لیے جانے پر معلوم ہوا کہ کھانے کی تیاری میں معمولی دیر ہے، مثلاً سالن کو بگھار لگ رہا ہے، اس کا انتظار کرنا۔
- ۶۔ احتلام ہو گیا اور ٹھنڈا پانی نقصان کرتا ہے تو پانی گرم کرنے کے لیے مسجد سے نکلنا، یا گرم پانی کے لیے گھر جانا اور وہاں پانی گرم ہونے کے انتظار میں ٹھہرنا۔

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً! مندرجہ بالا صورتوں میں اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔ (احسن الفتاویٰ: ۴/۵۱، آئینہ رمضان: ۲۹۰)

معتکف کا کھانا کھانے کے لیے گھر جانا

معتکف کے لیے اگر مسجد میں کھانے پینے کا انتظام ہو سکتا ہے تو اسے کھانے کے لیے گھر جانا جائز نہیں؛ البتہ اگر معتکف کے گھر سے یا کسی اور جگہ سے کھانا آنے کا کوئی اور نظم نہیں ہے تو وہ حسب ضرورت غروب کے بعد کھانا لانے کے لیے اپنے گھر جاسکتا ہے؛ اس لیے کہ یہ بھی طبعی ضرورت میں داخل ہے؛ لیکن کھانا مسجد میں لا کر کھانا چاہئے، نیز ایسے شخص کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ ایسے وقت مسجد سے نکلے، جب اسے کھانا تیار مل جائے؛ تاہم

القولین، ما لو ترك بيت الخلاء للمسجد القريب وأتى بيته.
(شامي: ۳/۴۳۵) (احکام اعتکاف: ۳۸، آداب الاعتکاف: ۶۶)

قضائے حاجت کے لیے مسجد سے قریب بیت الخلاء

کو چھوڑ کر گھر جانا

معتکف اگر قضائے حاجت کے لیے مسجد کے قریب بیت الخلاء چھوڑ کر اپنے یا کسی عزیز کے گھر جائے تو جاسکتا ہے، اس کی وجہ سے اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔ وینبغي أن يخرج على القولين، ما لو ترك بيت الخلاء للمسجد القريب وأتى بيته.....؛ لأن الإنسان قد لا يألف غير بيته، "رحمتي" أي فإذا كان لا يألف غيره، بأن لا يتيسر له إلا في بيته فلا يبعد الجواز بلا خلاف. (شامي: ۳/۴۳۰). (کتاب المسائل: ۱۰۸/۲، فتاویٰ محمودیہ: ۱/۲۵۷)

اور احکام اعتکاف میں ہے:

”اگر مسجد کے قریب، کسی دوست یا عزیز کا گھر موجود ہو، تو قضائے حاجت کے لیے اس کے گھر جانا ضروری نہیں؛ بلکہ اس کے باوجود اپنے گھر جانا جائز ہے؛ خواہ گھر اس دوست یا عزیز کے مکان کے مقابلے میں دور ہو۔ ولو كان بقرب المسجد بيتٌ صديقٍ له لم يلزم قضاء الحاجة فيه. (عالمگیری: ۱/۲۱۲). (احکام اعتکاف: ۳۸)۱

معتکف کا استنجاء کے بعد استبراء کے لیے نکلنا

اگر معتکف کو پیشاب کے قطرات آنے کا اندیشہ رہتا ہے اور وہ اطمینان حاصل کرنے کے لیے کچھ دیر ٹہل کر مٹی کا ڈھیلا یا جاذب (ٹشو پیپر) استعمال کرتا ہے، تو بحالت اعتکاف ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بأن الأولى تفسيرُها بالطهارة ومقدّماتها؛ ليدخل الاستنجاء والوضوء. الخ (شامي: ۳/۴۳۵). (کتاب المسائل: ۱۰۸/۲)

جواب: اگر ان دونوں صورتوں میں معتد بہ توقف کرنے کی نوبت نہیں آئی (جس سے کہ کوئی دوسرا شخص دیکھنے والا، غیر معتکف کا کام نہ سمجھے)؛ بلکہ چلتے چلتے یہ کام کیے گئے تو پھر اعتکاف فاسد نہیں ہوا؛ ورنہ فاسد ہوا اور قضاء لازم ہوگی۔ فإذا خرج لبول وغانط، لا بأس بأن يدخل بيته ويرجع إلى المسجد، كما فرغ من الوضوء، ولو مكث في بيته، فسَدَ اعتكافه وإن كان ساعة. (عالمگیری: ۱/۲۱۲). (خیر الفتاویٰ: ۱۴۲/۴)

طبعی ضرورت کے لیے معتکف کا مسجد سے باہر نکلنا

طبعی ضرورت کے لیے مثلاً: پیشاب، پاخانہ، ازالہ نجاست، غسل جنابت اور وضو کے لیے اعتکاف کی حالت میں مسجد سے باہر جانا درست ہے۔ ولا يخرج المعتكف من المسجد، إلا لحاجة الإنسان الطبيعية، كالبول، والغائط، وإزالة النجاسة. (الباب: ۱۸۰)

مسجد کا بیت الخلاء چھوڑ کر گھر جانا

102

اگر مسجد کے ساتھ کوئی بیت الخلاء بنا ہوا ہے اور وہاں قضائے حاجت کرنا ممکن ہے تو اسی میں قضائے حاجت کرنا چاہیے، کہیں اور جانا درست نہیں؛ لیکن اگر کسی شخص کے لیے اپنے گھر کے سوا کسی اور جگہ قضائے حاجت طبعاً ممکن نہ ہو، یا سخت دشوار ہو، مثلاً: مسجد کا بیت الخلاء نہایت ہی گندہ اور باعث تکلیف ہے اور معتکف کی عادت صاف میں جانے کی ہے، تو اس کے لیے جائز ہے کہ اس غرض کے لیے اپنے گھر چلا جائے؛ خواہ مسجد کے قریب بیت الخلاء موجود ہو۔ فإذا كان لا يألف غيره، بأن لا يتيسر له إلا في بيته فلا يبعد الجواز بلا خلاف. (شامي: ۳/۴۳۵) وفي المغني: وإن كان يحتمل من دخولها، أو فيه نقيصة عليه، أو مخالفة لعادته، أو لا يمكنه التَّنظُّفُ فيها، فله أن يمضي إلى منزله؛ لما عليه من المشقة في ترك المروءة. (المغني: ۳/۱۳۵)؛ لیکن جس شخص کو یہ مجبوری نہ ہو، اسے مسجد کا بیت الخلاء ہی استعمال کرنا چاہیے، اگر ایسا شخص مسجد کا بیت الخلاء چھوڑ کر چلا جائے تو بعض علماء کے نزدیک اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ واختلف فيما لو كان له بيتان، فأتى البعيدة منها قيل: فسد، وقيل: لا، وینبغي أن يخرج على

ثم ذَهَبَ لِعِيَادَةِ الْمَرِيضِ أَوْ لَصَلَاةِ الْجَنَازَةِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَكُونَ لَذَلِكَ قَصْدٌ، فَإِنَّهُ جَائِزٌ، بِخِلَافِ مَا إِذَا خَرَجَ لِحَاجَةِ الْإِنْسَانِ وَمَكَّتْ بَعْدَ فِرَاغِهِ أَنَّهُ يَنْتَقِضُ اعْتِكَافُهُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، قُلَّ أَوْ كَثُرَ. (البحر الرائق: ۵۲۹/۲). (كتاب المسائل ۱۰۹/۲، فتاوى محمودية: ۲۵۳/۱۰، ۲۶۸، فتاوى حقانية: ۲۰۴/۴)

معتکف بیت الخلاء کے لیے نکل کر کتنا کام کر سکتا ہے

سوال: معتکف کا بیت الخلاء کر کے گھر میں جانا، بیوی بچوں سے بات چیت کرنا، کوئی کتاب اٹھا کر لانا، حساب وغیرہ کے کاغذات اٹھا کر لانا، باہر سے آئی ہوئی ڈاک پڑھنا، مہمانوں سے بات چیت کرنا، جو باہر سے آئے ہوں سلام و دعاء خیر و عافیت دریافت کرنا، کپڑے بدلنا، نہانا اور کپڑے دھونا خطوط کے جواب لکھنا وغیرہ پر عمل کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیت الخلاء سے فارغ ہو کر ان کاموں کے لیے مستقل مکان پر نہ ٹھہرے، چلتے چلتے ضروری بات سلام و دعاء مہمان سے کر سکتا ہے، ڈاک مسجد میں لا کر پڑھے، مسجد میں ہی جواب لکھے، بیت الخلاء سے فارغ ہونے کے بعد خارج مسجد دوسرے کسی عمل میں مشغول ہونے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔ بخلاف ما إذا خَرَجَ لِحَاجَةِ الْإِنْسَانِ وَمَكَّتْ بَعْدَ فِرَاغِهِ، أَنَّهُ يَنْتَقِضُ اعْتِكَافُهُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، قُلَّ أَوْ كَثُرَ. (البحر الرائق: ۵۲۹/۲)

صرف استنجاء کے لیے باہر جانا

قضائے حاجت میں استنجاء بھی داخل ہے؛ لہذا جن لوگوں کو قطرے کا مرض ہوتا ہے، وہ اگر صرف استنجاء کے لیے باہر جانا چاہیں تو جاسکتے ہیں؛ اسی لیے فقہاء نے استنجاء کو قضائے حاجت کے علاوہ خروج کا مستقل حکم قرار دیا ہے۔ بَأَنَّ الْأُولَى تَفْسِيرُهَا بِالطَّهَارَةِ وَمَقْدَمَاتِهَا؛ لِيَدْخُلَ الْأَسْتِنْجَاءُ وَالْوُضُوءُ. (شامی: ۴۳۵/۳). (احکام اعتکاف: ۴۰)

بار بار بیت الخلاء جانے سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا

اگر معتکف دست لگنے کی وجہ سے بار بار بیت الخلاء جائے، تو اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔ لو کثُرَ خُرُوجُهُ لِلْحَاجَةِ، لِعَارِضٍ يَقْتَضِيهِ كِاسْهَالٍ وَنَحْوُهُ فَوْجَهُانَ: أَصْحُهُمَا وَهُوَ مُقْتَضَى إِطْلَاقِ الْجُمْهُورِ، لَا يَضُرُّهُ، نَظَرًا إِلَى جَنْسِهِ. (المجموع شرح المهدب: ۳۴۲/۶). (فتاوی محمودیہ: ۲۳۹/۱۰)

کیا قضائے حاجت کو جانے کے لیے شدید تقاضہ شرط ہے؟

قضائے حاجت کو جانے کے لیے، شدتِ حاجت یا شدید تقاضے کا ہونا شرط نہیں؛ کیوں کہ اس میں ضرر ہے؛ بلکہ جیسی ضرورت محسوس ہونے پر وہ عادتاً جایا کرتا ہے، اسی طرح حالتِ اعتکاف میں بھی جانے کی اجازت ہے۔ قَالَ أَصْحَابُنَا: لَا يُشْتَرَطُ فِي الْخُرُوجِ لِقَضَاءِ الْحَاجَةِ شِدَّةُ الْحَاجَةِ؛ لِأَن فِي اعْتِبَارِهِ ضَرُورًا بَيِّنًا. (المجموع: ۳۴۲/۶)

بیت الخلاء خالی ہونے کا انتظار کرنا

اگر بیت الخلاء مشغول ہو تو خالی ہونے کے انتظار میں ٹھہرنا جائز ہے؛ لیکن ضرورت سے فارغ ہونے کے بعد ایک لمحے کے لیے بھی ٹھہرنا جائز نہیں، اگر ٹھہرا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ وَيَرْجِعُ إِلَى الْمَسْجِدِ كَمَا فَرَّغَ مِنَ الْوُضُوءِ، وَلَوْ مَكَّتْ فِي بَيْتِهِ، فَسَدَ اعْتِكَافُهُ وَإِنْ كَانَ سَاعَةً. (عالمگیری: ۲۱۲/۱). (حسن الفتاوی: ۵۱۱/۴، احکام اعتکاف: ۳۸)

معتکف کا قضائے حاجت کے لیے آتے جاتے سلام کرنا

اگر معتکف قضائے حاجت کے لیے یا شرعی ضرورت کے لیے مسجد سے باہر جائے، تو آتے جاتے راستے میں کسی کو سلام کرنا، سلام کا جواب دینا، یا مختصر بات چیت کرنا جائز ہے، بشرطیکہ اس بات چیت کے لیے ٹھہرنا نہ پڑے، اگر کھڑے کھڑے ٹھہر کر باتیں کرنے لگا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ مستفاد: لو خرج لحاجة الإنسان،

اعتکاف میں حدت

جس چیز سے انسانوں کو اذیت ہوتی ہے، اس سے ملائکہ کو بھی اذیت ہوتی ہے؛ اس لیے مسجد میں ریح خارج کرنا یقیناً بے ادبی ہے؛ تاہم اگر معتکف کو اخراج ریح کی ضرورت ہو تو وہ مسجد میں رہے گا یا اس مقصد کے لیے باہر جائے گا، اس میں اختلاف ہے، بعض نے کہا ہے کہ مسجد میں خارج کرنے میں مضائقہ نہیں۔ اور بعض نے کہا ہے جب ضرورت ہو مسجد سے باہر چلا جائے (جیسا کہ پیشاب اور پاخانہ کے لیے جاتا ہے) اور صحیح قول یہی ہے کہ وہ باہر چلا جائے۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں ”و کذا لا یُخرجُ فیہ الریح من الدُّبْرِ، کذا فی الأَشْبَاهِ، وَ اِخْتَلَفَ فیہ السَّلَفُ، فَقِيلَ: لَا بَأْسَ، وَقِيلَ: یُخْرَجُ إِذَا حَاجَ إِلَیْهِ، وَ هُوَ الْأَصَحُّ. (شامی: ۲/۴۲۹) اس سے معلوم ہوا کہ گنجائش مسجد کے اندر بھی ہے، مگر زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ مسجد سے باہر نکل جانا چاہیے اور روایت اپنے اطلاق سے معتکف و غیر معتکف دونوں کو شامل ہے۔ (امداد الفتاویٰ: ۲/۲۵۲، کتاب المسائل: ۲/۱۱۱، فتاویٰ محمودیہ: ۲۳۵، ۲۶۲، فتاویٰ رحیمیہ: ۷/۲۸۵، امداد الاحکام: ۳/۱۵۰) (۱)

(۱) حکیم الامت حضرت تھانویؒ وغیرہ کی رائے کے برخلاف بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ حکم غیر معتکف کے لیے ہے، معتکف اس میں شامل نہیں، جہاں تک شامی وغیرہ کی عبارت کا تعلق ہے، تو اس سے استدلال تام نہیں؛ کیونکہ یہ عبارت باب الاعتکاف کی نہیں ہے؛ بلکہ احکام مسجد کی عبارت ہے، اگر معتکف کو یہ حکم شامل ہوتا تو فقہاء حضرات ”باب الاعتکاف“ میں اس مسئلہ کو ضرور ذکر کرتے، یا کم از کم اسی مقام پر ”سواء کان معتکفاً“ کا اضافہ فرمادیتے۔ ایک سوال کے جواب میں صاحب احسن الفتاویٰ تحریر فرماتے ہیں، سوال وجواب نقل کیا جا رہا ہے: سوال: معتکف ریح خارج کرنے کے لیے مسجد سے باہر جاسکتا ہے یا نہیں؟ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ”آداب المساجد“ میں بحوالہ عالمگیریہ لکھتے ہیں کہ اخراج ریح کے لیے معتکف کو مسجد سے باہر جانے کی اجازت ہے، اس بارے میں آپ کی تحقیق کیا ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب باسمہم الصواب: عالمگیریہ میں حتی المقدور تلاش کے بعد جو عبارت ملی، اس میں معتکف کی تصریح نہیں، عام عبارات سے ثابت ہوتا ہے کہ اس صورت میں معتکف کے لیے مسجد سے خروج جائز نہیں، نیز اس میں اخراج ریح کا اظہار ہے، جو طبعاً عقلاً اور شرعاً قبیح ہے۔ (احسن الفتاویٰ: ۳/۵۱۵، ۵۱۶) البقیہ آئندہ صفحہ پر.....

قضاء حاجت کے بعد وہیں وضو کرنا

اگر کوئی شخص قضاء حاجت کے لیے اپنے گھر گیا ہو تو قضاء حاجت کے بعد وہاں وضو کرنا بھی جائز ہے۔ إِذَا فَرَغَ مِنْ قِضَاءِ الْحَاجَةِ وَاسْتَنْجَسَ، فَلَهُ أَنْ يَتَوَضَّأَ خَارِجَ الْمَسْجِدِ؛ لِأَنَّ ذَلِكَ يَقَعُ تَابِعاً، وَنَقَلَ إِمَامُ الْحَرَمَيْنِ الْإِتْفَاقَ عَلَى هَذَا. (المجموع: ۶/۳۴۲). وَفِي الْهِنْدِيَةِ: إِذَا خَرَجَ لِبَوْلٍ أَوْ غَائِطٍ، لَا بَأْسَ بِأَنْ يَدْخُلَ بَيْتَهُ وَيَرْجِعَ إِلَى الْمَسْجِدِ كَمَا فَرَغَ مِنَ الْوُضُوءِ. (عالمگیری: ۲۱۲/۱). (احکام اعتکاف: ۳۹)

ضرورت سے نکلنے کی صورت میں جاتے یا آتے وقت تیز چلنا

معتکف اگر کسی ضرورت سے نکلے تو جاتے یا وہاں سے آتے وقت تیز چلنا ضروری نہیں، مناسب رفتار سے چلنا چاہیے۔ وَإِنْ خَرَجَ لِحَاجَةِ الْإِنْسَانِ، لَهُ أَنْ يَمْشِيَ عَلَى التَّوَدَّةِ، كَذَا فِي النَّهْيَةِ. (عالمگیری: ۲۱۲/۱). (احکام اعتکاف: ۳۹)

104

قضاء حاجت سے واپسی پر ہر مرتبہ اعتکاف کی

دعاء پڑھے یا ایک مرتبہ کافی ہے؟

معتکف پاخانہ یا پیشاب کے لیے، جب جب مسجد سے باہر نکلے تو واپسی پر ہر مرتبہ اعتکاف کی دعاء پڑھنا ضروری نہیں، پہلی دعاء کافی ہے، ہر دفعہ پڑھ لینا بھی بہتر ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۲۸۵، ۲۸۶)؛ کیونکہ ضرورت سے نکلنے سے اعتکاف برقرار رہتا ہے اور وہ حکماً مسجد میں ہی رہتا ہے؛ لہذا ہر دخول کے وقت نیت اور دعاء کی ضرورت نہیں۔ قَالَ فِي الْبَدَائِعِ: فَكَانَ الْخُرُوجُ لَهَا مِنْ ضَرُورِيَّاتِ الْاِعْتِكَافِ، وَوَسَائِلُهُ وَمَا كَانَ مِنْ وَسَائِلِ الشَّيْءِ، كَانَ حُكْمُهُ حُكْمَ ذَلِكَ الشَّيْءِ، فَكَانَ الْمَعْتَكِفُ فِي حَالِ خُرُوجِهِ عَنِ الْمَسْجِدِ لِهَذِهِ الْحَاجَةِ، كَأَنَّهُ فِي الْمَسْجِدِ. (بدائع الصنائع: ۲/۲۸۲)

ہو تو وضو کے لیے مسجد سے باہر وضو خانے یا وضو خانہ موجود نہ ہو تو کسی اور قریبی جگہ جانا، جائز ہے۔ واضح رہے کہ صرف وضو کے لیے نکلنا اسی وقت جائز ہے، جب کہ معتکف ایسی عبادت کرنا چاہتا ہو، جس کے لیے وضو شرط ہے، مستحب وضو کے لیے نکلنا جائز نہیں۔ وأما إذا احتاج إلى الوضوء بغير بولٍ وغائطٍ، ومن غير حاجةٍ إلى استنجاءٍ، فإن لم يُمكنه في المسجد، جاز الخروجُ له، ولا يقطعُ الاعتكاف، وإن أمكنه في المسجد فوجهان: أصحُّهما لا يجوزُ الخروجُ له، ونقله الإمام عن الأكرمين، ثم قال: ولا شك أن هذا الاختلاف في الوضوء الواجب، يعني أن التجديد لا يجوزُ له الخروجُ وجهاً واحداً، (المجموع: ۳/۴۷۶). وفي الشَّامي: بأنَّ الأولى تفسيرُها بالِطَّهارةِ ومقدِّماتِها؛ ليدخل الاستنجاءُ والوضوء. (شامي: ۳/۴۳۵). (حسن الفتاوى: ۴/۵۱۰، فتاوى رحيمية: ۷/۷۷۷، فتاوى محمودية: ۲۳۵۱۰، خير الفتاوى: ۴/۱۳۵) (۱)

فرض کے علاوہ سنن اور نوافل کے وضو کے لیے مسجد سے نکلنا

معتکف فرض نماز کے علاوہ، سنن اور نوافل مثلاً: اشراق، چاشت، اذانین، تہجد وغیرہ یا قضاء نماز کے لیے وضو کرنے وضو خانے میں جاسکتا ہے؛ کیونکہ نماز بغیر وضو کے درست ہی نہیں؛ لہذا اس کے لیے نکلنا حاجتِ شرعیہ کے لیے نکلنا شمار ہوگا۔ (آداب الاعتکاف: ۷۱)

(۱) بعض مسجدوں کے معتکفین کے لیے الگ پانی کی ٹونیاں اس طرح لگائی جاتی ہیں کہ معتکف خود مسجد میں بیٹھتا ہے؛ لیکن ٹونٹی کا پانی مسجد کے باہر گرتا ہے، اگر ایسا انتظام موجود ہے تو اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور اگر انتظام نہیں ہے تو مل سے وضو کرنے کے بجائے کسی غیر معتکف سے لوٹے میں پانی منگوا کر مسجد کے کنارے پر اس طرح وضو کر لے کہ پانی مسجد کے باہر گرے، یا بڑا ٹب یا برتن رکھ کر اس میں وضو کر لے اور اسے بعد میں باہر ڈال دے، غرضیکہ ہر ممکن کوشش کے بعد ہی وضو کے لیے مسجد سے باہر جائے، ابتداء ہی میں باہر نہ جائے۔ (احکام اعتکاف: ۴۱، آداب الاعتکاف: ۷۱)

معتکف کا اخراج ریح کے لیے بیت الخلاء جانا

سوال: معتکف اگر ہوا خارج کرنے کے لیے بیت الخلاء جائے تو کیا اعتکاف فاسد ہو جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً: اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔ إذ افسأفي المسجد لم يرَ بعضُهم به بأساً، وقال بعضهم: إذا احتاج إليه، يخرج منه وهو الأصح. (شامي: ۱/۳۱۳). (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۲۲۵، کتاب الفتاوی: ۳/۳۵۶)

قے آنے کی صورت میں مسجد سے باہر نکلنا

اگر معتکف کو قے ہونے کا اندیشہ ہو، تو اس مقصد سے مسجد سے باہر جاسکتا ہے، قے کے لیے باہر جانے سے اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔ قال في المغني: وإن بغته القيء، فله أن يخرج ليتفقاخارج المسجد. (المغني: ۳/۱۳۳)

معتکف کا وضو کے لیے مسجد سے نکلنا

اگر مسجد میں وضو کرنے کی ایسی جگہ موجود ہے کہ معتکف خود تو مسجد میں رہے؛ لیکن وضو کا پانی مسجد کے باہر گرے، تو وضو کے لیے مسجد کے باہر جانا جائز نہیں؛ چنانچہ اس صورت میں معتکف کو وضو خانہ تک جانا بھی جائز نہیں ہے؛ لیکن اگر کسی مسجد میں ایسی کوئی صورت نہ

بقیہ گذشتہ صفحہ کا.....

ویسے بھی خروج از مسجد مقصدِ اعتکاف کے خلاف ہے، بسا اوقات ریح کا خروج مسلسل تھوڑے تھوڑے وقفہ کے ساتھ ہوتا رہتا ہے، ہر مرتبہ مسجد کے باہر جانا پڑے گا، خصوصاً رمضان میں اوقاتِ طعام کی تبدیلی اور قریب ہونے کی وجہ سے ریح کا خروج زیادہ ہوتا ہے، بار بار مسجد سے باہر جانا، دشوار اور حرج کے ساتھ مقصدِ اعتکاف ”لبث“ کے بھی خلاف ہے، اور بول و براز پر قیاس نہیں کیا جاسکتا کہ دونوں کے درمیان فرق ظاہر ہے، جن حضرات کے یہاں اخراج ریح کے لیے خارج مسجد جانے کی اجازت نہیں، ان کے نزدیک اس کے لیے نکلنے سے اعتکاف فاسد ہو جائے گا اور قضاء واجب ہوگی؛ لہذا احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ کسی ایک قول کے اعتبار سے بھی فاسد ہونے کی شکل اختیار نہ کی جائے۔ (آداب الاعتکاف: ۱۲۳، ۱۲۵)

وضو کے لیے نکلنے کی صورت میں منجن وغیرہ کرنا

جن صورتوں میں معتکف کے لیے باہر نکلنا جائز ہے، ان میں وضو کے ساتھ مسواک، منجن یا پیسٹ سے دانت مانجنا، صابن لگانا اور تولیہ سے اعضاء خشک کرنا بھی جائز ہے؛ لیکن وضو کے بعد ایک لمحے کے لیے بھی باہر ٹھہرنا جائز نہیں ہے اور نہ ہی راستے میں رکنا جائز ہے۔ (احکام اعتکاف: ۴۲)

غسل جنابت کے لیے معتکف کا خروج

معتکف کے لیے احتلام ہو جانے کی صورت میں غسل جنابت کے لیے باہر جانا جائز ہے، اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر مسجد کے اندر رہتے ہوئے غسل کرنا ممکن ہو، کسی برتن میں بیٹھ کر اس طرح غسل کر سکتا ہو کہ پانی مسجد میں نہ گرے تو باہر جانا جائز نہیں؛ لیکن اگر یہ صورت ممکن نہ ہو یا سخت دشوار ہو تو غسل جنابت کے لیے باہر جاسکتا ہے۔ وفي الفتح: وَلَوْ احْتَلَمَ لَا يَفْسُدُ اعتكافه، فَإِنْ امْكَنَهُ أَنْ يَغْتَسِلَ فِي الْمَسْجِدِ مِنْ غَيْرِ تَلْوِثٍ فَعَلْ، وَإِلَّا خَرَجَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ يَعُودُ. (فتح القدیر: ۴۰۲/۲) اور اس میں بھی یہی تفصیل ہے کہ اگر مسجد میں کوئی غسل خانہ موجود ہے تو اس میں جا کر غسل کرے؛ لیکن اگر مسجد کا کوئی غسل خانہ نہیں ہے، یا اس میں غسل کرنا کسی وجہ سے ممکن نہیں یا سخت دشوار ہے تو اپنے گھر جا کر بھی غسل کر سکتا ہے۔ والتفصيل قدمر في الخروج للبول والغائط. (احکام اعتکاف: ۴۰)

جنبی کے لیے مسجد سے باہر غسل کے لیے جاتے وقت تیمم کرنا

جنبی ہونے کی صورت میں مسجد سے باہر غسل کے لیے جانے کے وقت تیمم کر لینا مستحب ہے۔ ولو كان نائماً فيه، فاحتلم والماء خارجة وخشي من الخروج، يَتِيمَمُ وَيَنَامُ فِيهِ إِلَى أَنْ يُمْكِنَهُ الْخُرُوجُ. (شامی: ۴۱۰/۱). (آداب الاعتکاف: ۶۷)

تلاوتِ کلام پاک کے لیے وضو کرنے جانا

معتکف تلاوتِ کلام پاک کے لیے وضو کرنے جاسکتا ہے؛ اس لیے کہ تلاوتِ کلام پاک میں قرآن مجید کو چھوئے کی ضرورت پڑتی ہے، اور بے وضو قرآن کا چھونا درست نہیں، اسی طرح اگر معتکف قرآن کی تلاوت کر رہا تھا وضو ٹوٹ گیا، مثلاً: ریح خارج ہوگئی تو وضو کرنے کے لیے جاسکتا ہے۔ (آداب الاعتکاف: ۷۲، ۷۳)

اور جواہر الفتاویٰ میں ہے:

”نماز (خواہ فرض ہو یا غیر فرض) تلاوتِ کلام پاک وغیرہ، ادا کرنے کے واسطے اگر وضو کرنا ہو تو اس کے لیے باہر جا کر وضو کرنے کی اجازت ہے۔ (جواہر الفتاویٰ: ۳۹)

معتکف کا وضو کے لیے گھر جانا

106

مسجد میں وضو کا پانی ختم ہو گیا تو جہاں سے جلدی ہو سکتا ہو، وہاں جا کر پانی لاسکتا ہے، اگر گھر جانا پڑے تو وہاں بھی جانا جائز ہے، خواہ وہیں وضو کر کے آئے یا مسجد میں آکر وضو کرے۔ لا بأس بأن يدخل بيته، ويرجع إلى المسجد كما فرغ من الوضوء. (الهندية: ۲۱۲/۱)

مسجد میں وضو کا انتظام نہ ہو تو ندی پر وضو کرنا

سوال: مسجد میں وضو کے لیے پانی کا انتظام نہیں، قریب ۵۰، ۶۰ قدم پر ندی ہے، سب لوگ ندی سے وضو کر کے آتے ہیں، معتکف بھی ہر نماز کا وضو کرنے، غسل کرنے، کپڑا دھونے جاسکتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلحاً: ایک دفعہ جائے آئندہ کے لیے پانی لیتا آئے، فرش مسجد کے کنارے بیٹھ کر وضو کر لیا کرے، جب پانی ختم ہو جائے اور کوئی لانے والا نہ ہو تو خود چلا جائے، کپڑے بھی مسجد کے کنارے بیٹھ کر دھوئے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۷۰/۱۰-۲۸۱)

ممانعت اور فساد نہیں ہے، جو حضرات غسل کے لیے پریشان رہتے ہیں، وہ یہ طریقہ اختیار کر سکتے ہیں۔ (۱)

مسجد میں پانی نہ ہو تو غسلِ جنابت میں تیمم کرے یا باہر جا کر غسل کرے؟

سوال: معتکف کو غسل کی حاجت ہوگئی مسجد میں پانی نہیں ہے کیا حکم ہے تیمم کرے یا باہر جا کر غسل کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: تیمم کر کے باہر نکلے اور غسل کرے۔ وَلَوْ اُحْتَلَمَ فِيهِ اِنْ خَرَجَ مُسْرِعاً يَتِيمٌ نُدْباً، وَاِنْ مَكَثَ لَخَوَّفَ فَوْجُوباً (در مختار مع الشامی: ۱/۳۱۳)

معتکف کا اذان کے لیے نکلنا

اگر کوئی مؤذن اعتکاف میں بیٹھا ہوا ہے تو اس کا اذان دینے کے لیے مسجد سے باہر نکلنا جائز ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص باقاعدہ مؤذن تو نہیں ہے؛ لیکن کسی وقت کی اذان دینا چاہتا ہے، تو اس کے لیے بھی صحیح قول کے مطابق مسجد سے باہر نکلنے کی اجازت ہے۔ قال فی الہندیۃ: وَلَوْ صَعِدَ الْمِثْدَنَةُ، لَمْ يَفْسُدْ اِعْتِكَافُهُ بِلَا خِلَافٍ، وَاِنْ كَانَ بَابُ الْمِثْدَنَةِ خَارِجَ الْمَسْجِدِ كَذَا فِي الْبَدَائِعِ، وَالْمَوْذُنُ وَغَيْرُهُ فِيهِ سَوَاءٌ، هُوَ الصَّحِيحُ هَكَذَا فِي الْخُلَاصَةِ وَفَتْاوى قَاضِي خَانَ. (عالمگیری: ۱/۲۱۲، ۲۱۳)

(۱) حضرت مفتی تقی صاحب، دامت برکاتہم العالیہ، ضمناً غسل کے طریقے کو بھی بلا دلیل فرماتے ہیں، احکام اعتکاف میں تحریر فرماتے ہیں ”بعض علماء نے یہ بھی فرمایا ہے کہ بول و ہراز کے لیے مسجد کے باہر جائے تو ضمناً غسل بھی کرتا آئے، اس کی اجازت ہے؛ لیکن اس اجازت کی بھی کوئی بنیاد حق کو فقہ یا حدیث میں نہیں ملی، بلکہ حضرت عائشہؓ کا یہ ارشاد اس کے خلاف ہے کہ ”كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَمْرُؤًا لَمْرِيضٍ وَهُوَ مَعْتَكِفٌ فَيَمْرُؤٌ وَلَا يَجُزُّ يَسْأَلُ عَنْهُ“ (ابو داؤد/ الصيام/ المعتكف يعود المريض: ۱/۳۳۵ رقم: ۲۴۷۲) معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مریض کے لیے بھی نہیں ٹھہرتے تھے اور ظاہر ہے کہ غسل جمعہ کیلئے ٹھہرنا پڑے گا، جو اعتکاف کے منافی ہے، (احکام اعتکاف: ۶۵)

کیا معتکف باہر جا کر کپڑے دھو سکتا ہے؟

معتکف کے لیے کپڑے دھونے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اس کے پاس دوسرے کپڑے موجود نہ ہوں تو اس کے لیے کپڑے سے نجاست زائل کرنے کے لیے نکلنا جائز ہے؛ کیوں کہ یہ حاجتِ انسان میں داخل ہے۔ وَلَا يَخْرُجُ الْمُعْتَكِفُ مِنَ الْمَسْجِدِ إِلَّا لِحَاجَةِ الْإِنْسَانِ الطَّبْعِيَّةِ، كَالْبَوْلِ، وَالْغَائِطِ، وَإِذَا لَمْ يَجِدْ نَجَاسَةً. (اللباب: ۱۸). (کفایت المفتی: ۲۴۶/۴)

کیا معتکف حاجتِ ضروریہ کے بعد غسلِ جمعہ کر سکتا ہے؟

اگر معتکف قضائے حاجت کے لیے نکلے اور فراغت کے بعد غسلِ جمعہ کی نیت سے دوچار ہوئے بدن پر ڈال لے تو اس کی گنجائش ہے؛ البتہ اس کو چاہیے کہ پہلے کسی خادم یا دوست کے ذریعے غسل کا پانی بھروا کر رکھ دے؛ تاکہ زیادہ دیر نہ ہو اور اگر کوئی کام کرنے والا نہ ہو تو خود بھی گھڑا بھر سکتا ہے؛ مگر جہاں تک ممکن ہو جلدی کرے، اس طرح کپڑے بھی مسجد میں اتار کر جائے؛ تاکہ غسل خانہ میں کپڑے اتارنے کی مقدار بھی ٹھہرنا نہ پڑے۔ قال فی ردِّ الْمُحْتَارِ: وَلَيْسَ كَالْمَكْثِ بَعْدَهَا مَا لَوْ خَرَجَ لَهَا، ثُمَّ ذَهَبَ لِعِبَادَةِ مَرِيضٍ، أَوْ صَلَاةِ جَنَازَةٍ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَكُونَ خَرَجَ لَذَلِكَ قَصْدًا، فَإِنَّهُ جَائِزٌ كَمَا فِي الْبَحْرِ عَنْ الْبَدَائِعِ... وَفِيهِ أَيْضًا: وَيَجُوزُ حَمْلُ الرُّخْصَةِ عَلَى مَا لَوْ خَرَجَ لَوْجِهِ مُبَاحٍ كَحَاجَةِ الْإِنْسَانِ أَوِ الْجُمُعَةِ، وَعَادِمَرِيضًا أَوْ صَلَّى عَلَى جَنَازَةٍ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَكُونَ لَذَلِكَ قَصْدًا وَذَلِكَ جَائِزًا. وَبِهِ عَلِمَ أَنَّهُ بَعْدَ الْخُرُوجِ لَوْجِهِ مُبَاحٌ إِنَّمَا يَضُرُّ الْمَكْثُ، لَوْ فِي غَيْرِ مَسْجِدٍ لِغَيْرِ عِبَادَةٍ (شامی: ۳/۴۳۵) قُلْتُ: وَلَا يَخْفَى أَنْ غَسَلَ الْجُمُعَةَ عِبَادَةً فَلَا يَضُرُّهُ إِذَا خَرَجَ لِحَاجَةِ الْإِنْسَانِ، أَنْ يُمْكُثَ لَغُسْلِ الْجُمُعَةِ فَافْهَمْ. (امداد الاحکام: ۱۲۲/۳، آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۱۸/۳، فتاویٰ محمودیہ: ۲۴۳/۱۰)

نوٹ: آج کل ایچ باتھ روم بنانے کا رواج ہے، اگر کوئی شخص ایسے باتھ روم میں قضائے حاجت کے بعد فوراً ٹوٹی کھول کر غسل کر لے تو اس طرح غسل کرنے میں کوئی

ذلك لا يضره؛ لأنَّ المُفسِدَ للاعتكافِ الخروجُ من المسجد، لا المَكْتُ فيه ، إلاَّ أَنَّهُ لَا يُسْتَحَبُّ لَهُ ذَلِكَ ؛ لِأَنَّهُ التَّزَمَ الاعتكافَ في مسجدٍ واحدٍ، فلا يُتِمُّهُ في غيره . (تبیین : ۱/ ۳۵۰، ۳۵۱) . (کتاب المسائل : ۱۱۴/۲)

معتکف کے لیے دوسری مسجد میں جمعہ کی سنتیں پڑھنے کا بیان

اعتکاف کرنے والے کو ان سنتوں کا جامع مسجد میں ہی پڑھنا لازمی نہیں ہے؛ بلکہ اپنے اعتکاف کی مسجد میں واپس آ کر بھی پڑھ سکتا ہے؛ لیکن افضل یہ ہے کہ جمعہ سے پہلے کی چار سنتیں اور بعد کی چار یا چھ سنتیں جامع مسجد میں ہی ادا کرے؛ کیونکہ جمعہ کی سنتیں بھی فرض جمعہ کے تابع ہیں؛ اس لیے اس کے ساتھ ملحق ہوں گی۔ (آئینہ رمضان : ۲۸۵)

معتکف کا وعظ سننے کے لیے جامع مسجد میں دیر تک بیٹھنا

معتکف کے لیے جمعہ کی سنتوں کے بعد وعظ سننے کے لیے کچھ دیر ٹھہرنا مکروہ ہے، بہتر یہ ہے کہ بعد فراغ عن السنن البعدیہ مسجد میں چلا آوے۔ (امداد الاحکام : ۱۴۸/۲ بحوالہ آئینہ رمضان : ۲۹۵)

جمعۃ الوداع میں معتکف کہاں تک جا سکتا ہے؟

سوال : جمعۃ الوداعی جمعہ، عیدین کی نماز بالا خانوں، چھتوں، سیڑھیوں اور سڑکوں پر تک ہوتی ہے، معتکف کہاں کہاں تک چل پھر کر آ جا سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً : جو جگہ نماز کے لیے مخصوص کر دی گئی ہے، وہ مسجد ہے، معتکف کو اس جگہ رہنے کا حکم ہے، قال فی الہندیۃ : أما تفسیرہ فهو اللبث فی المسجد مع نیۃ الاعتکاف . (الہندیۃ : ۱/ ۲۱۰، ۲۱۱) اور عید کی نماز سے تو پہلے ہی اعتکاف ختم ہو جاتا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ : ۲۴۲/۱۰)؛ چونکہ یہ حکم اعتکافِ مسنون کے بارے میں ہے؛ اس لیے حضرت نے یہ حکم لکھا ہے؛ لیکن اگر کسی نے اس طور پر اعتکاف کیا ہے کہ اس میں عید، بقرعید بھی شامل ہے تو ایسی صورت میں اس کا عید کی نماز کے لیے عید گاہ یا

معتکف کا نمازِ جمعہ کے لیے نکلنا

شرعی ضرورت مثلاً جمعہ کی نماز پڑھنے کے لیے مسجد سے باہر جانا جب کہ معتکف کی مسجد میں جمعہ نہ ہوتا ہو، اعتکاف کے لیے مفسد نہیں؛ لیکن اس غرض کے لیے ایسے وقت اپنی مسجد سے نکلے، جب اندازہ ہو کہ جامع مسجد پہنچنے کے بعد وہ چار رکعت سنت ادا کرے گا تو اس کے فوراً بعد خطبہ شروع ہو جائے گا اور یہ مسجد کے قرب و بعد کے اعتبار سے مختلف ہو سکتا ہے اور نماز کی سنتِ مؤکدہ پڑھ کر جلد واپس آ جائے، دیر تک وہاں ٹھہرنا مکروہ ہوگا۔ ولا یخرج منه إلاَّ لحاجة شرعیة كالجمعة، والعیدین الخ۔ (مراقی الفلاح : ۳۷۳، خانیۃ : ۱/ ۲۲۱، تبیین الحقائق : ۲/ ۲۲۶) خراج فی وقت یُدر کُھا سُنَّتُھا یُحکَّم فی ذلک رأیہ ویستنبط بعدھا رأیہ، أو ستأعلی الخلاف ولو مکت أكثر لم یفسد؛ لأنَّه محلٌّ له وکثرہ تنزیہاً . (کتاب المسائل : ۱۱۴/۲)

اور ”احکامِ اعتکاف“ مفتی زید صاحب ”میں ہے :

جمعہ کی نماز کے لیے ایسے وقت جائے کہ تحیۃ المسجد اور سنتِ جمعہ وہاں پڑھ سکے اور بعد نماز کے بھی سنت پڑھنے کے لیے ٹھہرنا جائز ہے، اس مقدارِ وقت کا اندازہ اس شخص کی رائے پر چھوڑ دیا گیا ہے، اگر اندازہ غلط ہو جائے، یعنی کچھ پہلے سے پہنچ جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ (احکامِ اعتکاف مفتی زید صاحب : ۴۱)

جمعہ کے لیے دوسری جگہ گیا پھر وہیں رہ گیا

معتکف کی مسجد میں جمعہ نہ ہونے پر وہ دوسری مسجد میں گیا، پھر وہیں جا کر معتکف ہو گیا اور اپنی مسجد میں واپس نہیں آیا تو اس کا اعتکاف فاسد نہ ہوگا؛ لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے، بہتر یہی ہے کہ جس مسجد میں اعتکاف شروع کرے، وہیں مکمل کرے۔ فإن مکت یوماً و لیلة، لا یفسد ویکرہ . (الہندیۃ : ۱/ ۲۱۲) فی التَّیْسِینِ : وإن مکت أكثر من

۲۰۰) اور امداد الفتاویٰ میں ہے:

”اگر رائج ہی لیا جائے کہ اس کا حکم مسجد کا نہیں ہے، تاہم معتکف کو ضرورت کی وجہ سے خروج عن المسجد جائز ہے؛ خواہ وہ ضرورت طبعی ہو یا دینی۔ اور ادراک جماعت مثل ادراک جمعہ ضروریات دینیہ ہے؛ اس لیے خروج جائز ہے“ (امداد الفتاویٰ: ۱۵۲/۲)

کیا مدرسہ کے طلباء ضرورت کے وقت کھانا لانے کے لیے جاسکتے ہیں؟

سوال: اگر طلبہ دارالعلوم، مسجد دارالعلوم میں اعتکاف کریں اور دوسرا بغیر کہے، ان کو مطبخ دارالعلوم سے ان کا کھانا نہیں پہنچاتا ہے تو ایسی صورت میں دوسرے کو تکلیف نہ دے کر معتکفین، خود مطبخ میں حاضر ہو کر اپنا کھانا لاسکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: اگر مسجد میں کھانا پہنچانے والا کوئی نہ ہو تو کھانا لینے کے لیے جانا اور کھانا لے کر فوراً واپس آ جانا درست ہے، مسجد کے اندر کھانا کھایا جائے اور مسجد میں کھانا پہنچنے کی سبیل ہو تو پھر کھانا خود لینے بھی نہ جائے۔ وَأَكْلُهُ وَشُرْبُهُ وَمِيعَتُهُ فِيهِ: يَعْنِي يَفْعَلُ الْمُعْتَكِفُ هَذِهِ الْأَشْيَاءَ فِي الْمَسْجِدِ؛ فَإِنْ خَرَجَ لِأَجْلِهَا، بَطَلَ اعْتِكَافُهُ؛ لِأَنَّهُ لَا ضَرُورَةَ إِلَى الْخُرُوجِ حَيْثُ جَازَتْ فِيهِ..... وَقِيلَ: يَخْرُجُ بَعْدَ الْغُرُوبِ لِلْأَكْلِ وَالشُّرْبِ وَيَنْبَغِي حَمْلُهُ عَلَى مَا إِذَا لَمْ يَجِدْ مَنْ يَأْتِي لَهُ بِهِ، فَحِينَئِذٍ يَكُونُ مِنَ الْحَوَائِجِ الصَّرُورِيَّةِ كَالْبَوْلِ وَالْغَائِطِ. (البحر الرائق: ۵۳۰/۲). (کفایت المفتی: ۲۳۶/۴)

معتکف کا موئے زیر ناف صاف کرنے

کے لیے مسجد سے نکلنا

سوال: ایک آدمی اعتکاف واجب تین ماہ کے لیے بیٹھتا ہے، اگر وہ اتنے طویل عرصہ میں زیر ناف کے بال، بغل کے بال اور ناخن وغیرہ نہ کاٹے تو یہ جرم تو نہیں؟ اگر ہے تو اب وہ شخص کیا کرے؟

جہاں عید کی نماز ہوتی ہو، جانا درست ہوگا۔ قَالَ فِي الدَّرِّ الْمَخْتَارِ: أَوْ شَرْعِيَّةً كَعِيدٍ..... (در مختار مع شامی: ۴۳۵/۳)

معتکف کا قریبی جامع مسجد چھوڑ کر دور والی مسجد میں

نماز جمعہ ادا کرنے جانا

سوال: زید جس مسجد میں معتکف ہے، وہاں سے ایک جامع مسجد تو قریب ہے اور دوسری کچھ فاصلے پر ہے اور زید کا معمول پہلے سے بعید کی مسجد میں نماز جمعہ پڑھنے کا تھا، کیا اب زید حالت اعتکاف میں قریب کی مسجد ہوتے ہوئے، اپنی کسی مصلحت سے بعید کی مسجد میں نماز جمعہ کے لیے جاسکتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً!! اس کا جزئیہ تو نظر سے نہیں گذرا؛ لیکن عالمگیریہ میں ہے۔ وَإِنْ كَانَ لَهُ بَيْتَانِ قَرِيبٌ وَبَعِيدٌ قَالَ بَعْضُهُمْ: لَا يَجُوزُ أَنْ يَمْضِيَ (أَيَ لِلْخَلَاءِ) إِلَى الْبَعِيدِ فَإِنْ مَضَى، بَطَلَ اعْتِكَافُهُ كَذَا فِي السَّرَاجِ الْوَهَاجِ. (عالمگیری: ۲۱۲/۱) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسئلہ مسئلہ میں اختلاف ہے، اور احتیاط اسی میں ہے کہ قریب کی مسجد میں جائے۔ وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ (امداد الاحکام: ۲/۱۲۸ بحوالہ آئینہ رمضان: ۲۳۷، ۲۳۸)

معتکف کا نماز باجماعت کے لیے نکلنا

سوال: جس مسجد میں نماز پابندی کے ساتھ نہ ہوتی ہو، یا سرے سے جماعت نہ ہوتی ہو، تو معتکف کے لیے کسی دوسری مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے جانا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب: مرد کے اعتکاف کے لیے جماعت والی مسجد ضروری ہے؛ البتہ اگر کسی عذر کی وجہ سے مسجد میں جماعت کی کوئی ممکن صورت نہ ہو تو معتکف کے لیے کسی دوسری مسجد میں جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے جانا درست ہے؛ البتہ اگر نہ جائے تو اس کے اعتکاف پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ قَالَ فِي الشَّامِيِّ: لَمْ يَذْكُرْ جَوَازَ خُرُوجِهِ لِمَجَاعَةٍ، وَقَدْ مَنَّا عَنِ النَّهْرِ وَالْفَتْحِ مَا يُفِيدُهُ، وَيَأْتِي فِي كَلَامِهِ مَا يُفِيدُهُ أَيْضاً. (شامی: ۴۳۷/۳)۔ (فتاویٰ حقانیہ: ۴/۴)

بحالتِ اعتکاف احتلام ہو جائے

اگر معتکف کو احتلام کی صورت پیش آجائے تو اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا؛ تاہم اسے چاہیے کہ فوراً مسجد سے باہر جا کر طہارت حاصل کر لے۔ وَلَوْ اَحْتَلَمَ الْمُعْتَكِفُ، لَا يَفْسُدُ اعْتِكَافُهُ (بدائع الصنائع زکریا: ۲/۲۸۷، فتح القدیر: ۲/۳۹۶، بنایہ: ۱۳۳) ثم إن أمكنه الاغتسال في المسجد من غير أن يتلوَّث المسجد، فلا بأس به وإلا فيخرج ويغتسل ويعود إلى المسجد. (الهندية: ۱/۲۱۳). (کتاب المسائل: ۱۱۱/۲)

احتلام کے بعد مسجد سے نکلنے کا موقع نہ ہو؟

معتکف کو احتلام ہو جائے اور سر دست مسجد سے نکلنے کا کسی عذر کی وجہ سے موقع نہ ہو تو وہ فوری طور پر تیمم کر لے اور جب تک باہر جانے کی سہولت نہ ہو، وہیں ٹھہرا رہے۔ ولو كان نائماً فيه فاحتلم والماء خارجة وخشي من الخروج، يتيمم وينام فيه إلى أن يُمكنه الخروج. (شامی زکریا: ۱/۳۱۰). (کتاب المسائل: ۱۸۸، ۲)

بحالتِ اعتکاف بد نظری سے انزال ہو گیا

اعتکاف کی حالت میں بد نگاہی یا غلط خیال جمانے سے انزال ہو گیا تو اعتکاف فاسد نہ ہوگا؛ لیکن ایسا کرنا سخت گناہ ہے۔ وَلَا يَطْلُ بِانْزَالٍ وَبِفَكْرٍ أَوْ نَظَرٍ. (درمختار زکریا: ۳/۴۴۳). (کتاب المسائل: ۱۱۹/۲)

الجواب: روى مسلم عن أنس بن مالك - رضي الله تعالى عنه - قال: وقَّت لنا في تسليم الأظفار وقص الشارب، وتنف الإبط، وحلق العانة، أن لا نترك أكثر من أربعين ليلةً. (مسلم/الطهارة/خصال الفطرة: ۱/۲۹۹ رقم: ۲۵۸) وفي الدرر المختار وكُره تركه وراء الأربعين. (درمختار مع شامی: ۵۸۳/۹)

حدیث ہذا اور فقہی جزئیہ سے معلوم ہوا کہ چالیس دن کے اندر اندر ناخن کاٹ لینا اور بال وغیرہ بنانا ضروری ہے، پس یہ ضرورت شرعیہ لازمہ سے ہو اور ایسی ضرورت جو مسجد میں ادا نہ کی جاسکے، اس کے لیے خروج جائز ہے۔ قال في المغني: وكل ما لا بد منه ولا يمكنه في المسجد، فله الخروج إليه. (المغني: ۳/۱۳۴) پس معتکف اگر موئے زیر ناف صاف کرنے کے لیے مسجد سے باہر آئے تو اجازت ہوگی، باقی ناخن اور دیگر بال وغیرہ مسجد کے اندر ہی صاف کیے جاسکتے ہیں، بال و ناخن کپڑے میں لیتا رہے اور باہر پھینک دے، زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ ان بالوں کی صفائی کے لیے مستقل طور پر نہ نکلے؛ بلکہ جب پیشاب یا پاخانہ کے لیے نکلے تو اس کے ضمن میں موئے زیر ناف بھی صاف کر لے؛ بلکہ اسی پر عمل کرے، اور قصداً اس کے لیے نہ نکلے؛ کیونکہ صریحاً جزئیہ نہیں مل سکا، ضرورت طبعیہ کے لیے نکلنے کے بعد عیادت مریض کا جواز ”بحر“ ج: ۲ میں ”بدائع“ سے منقول ہے اسی سے یہ حکم مأخوذ ہے۔ قال في الشامي: وليس كالمكث بعدها، ما لو خرج لها، ثم ذهب لعيادة مريض أو صلاة جنازة من غير أن يكون خرج لذلك قصداً فإنه جائز. (شامی: ۳/۴۳۵) وقال الزرقاني: ويجوز له قص ظفيره أو شاربيه أوهما وتنف إبط، وإزالة عانة تبعاً لخروجه لحاجة، ونحوها، ولا يخرج لذلك استقلالاً. (الزرقاني على المؤطا: ۲/۲۷۴) (خير الفتاوى: ۱۳۱/۴)

الجواب باسم ملهم الصواب :

(۱) (۲) اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

(۸۳۳) جائز ہے، احتلام کی صورت میں گرم پانی کے انتظار میں تیمم کر کے مسجد میں ٹھہرنا، جائز نہیں، مسجد سے فوراً نکل جائے، مسجد سے باہر پانی گرم ہونے کے انتظار میں ٹھہرنا جائز ہے۔

(۹) دوا کے لیے نکلنے سے اعتکاف فاسد ہو جائے گا اور اس روز کی قضاء لازم ہے؛ البتہ سخت مجبوری کی صورت میں نکلنے سے گناہ نہیں ہوگا، اعتکاف بہر حال فاسد ہو جائے گا اور قضاء لازم ہوگی۔ قال فی شرح التَّنْوِير: وَحُرْمُ عَلَيْهِ الْخُرُوجُ إِلَّا لِحَاجَةِ الْإِنْسَانِ طَبْعِيَّةً كَبُولٍ وَغَائِطٍ وَغَسَلٍ لَوْ اِحْتَلَمَ وَلَا يُمَكِّنُهُ الْاِغْتِسَالُ فِي الْمَسْجِدِ، كَذَا فِي النَّهْرِ، أَوْ شَرْعِيَّةً، فَلَوْ خَرَجَ وَلَوْ نَاسِيًا سَاعَةً، زَمَانِيَّةً لَارْمَلِيَّةً بِإِعْذَرٍ، فَسَدَ فَيَقْضِيهِ، وَإِنْ خَرَجَ بَعْدَ يَغْلِبُ وَقَوْعُهُ وَهُوَ مَأْمُرٌ لَا غَيْرُ، لَا يَفْسُدُ وَأَمَّا لَا يَغْلِبُ كَأَن جَاءَ غَرِيقٌ وَانْهَدَامَ مَسْجِدٌ، فَمُسْقِطٌ لِلْإِثْمِ، لَا لِلْبُطْلَانِ وَإِلَّا لَكَانَ النَّسْيَانُ أَوَّلَى بَعْدَ الْفَسَادِ كَمَا حَقَّقَهُ الْكَمَالُ الْخ. (درمختار: ۳/ ۴۳۴، ۴۳۸). (احسن الفتاویٰ: ۵۱۷/۴)

پانی لانے کے لیے معتکف کا خارج مسجد جانا

سوال: اگر کوئی شخص پاس میں موجود ہو تو پھر بھی خود پانی لا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً: اگر دوسرے سے منگا سکتا ہے تو خود جانا، جائز نہیں۔ قال في البحر: وَأَكْلُهُ وَشُرْبُهُ وَمَبَايَعَتُهُ فِيهِ: يَعْنِي يَفْعَلُ الْمُعْتَكِفُ هَذِهِ الْأَشْيَاءَ فِي الْمَسْجِدِ؛ فَإِنْ خَرَجَ لِأَجْلِهَا، بَطَلَ اِعْتِكَافُهُ؛ لِأَنَّهُ لَا ضَرُورَةَ إِلَى الْخُرُوجِ حَيْثُ جَازَتْ فِيهِ..... وَقِيلَ: يَخْرُجُ بَعْدَ الْغُرُوبِ لِلْأَكْلِ وَالشُّرْبِ وَيَنْبَغِي حَمْلُهُ عَلَى مَا إِذَا لَمْ يَجِدْ مَنْ يَأْتِي لَهُ بِهِ، فَحِينَئِذٍ يَكُونُ مِنَ الْحَوَائِجِ الضَّرُورِيَّةِ كَالْبَوْلِ وَالْغَائِطِ. (البحر الرائق: ۲/ ۵۳۰). (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/ ۲۶۵)

بعض امورِ مفسدہ اور غیر مفسدہ

سوال: مندرجہ ذیل امور، مفسد اعتکافِ مسنون ہیں یا نہیں؟

- (۱) وضو سے قبل یا بلا قصد وضو، وضو خانے پر بیٹھ کر صابن سے ہاتھ منھ دھونا۔
- (۲) وضو کے بعد وضو خانے پر کھڑے ہو کر رومال سے وضو کا پانی خشک کرنا۔
- (۳) وضو سے قبل ہاتھ کی گھڑی وضو خانے پر ہاتھ سے نکال کر جیب میں رکھنا، پھر وضو شروع کرنا، یا وضو خانے پر وضو کے لیے چڑھتے ہوئے ہاتھ میں سے گھڑی نکال کر جیب میں رکھنا۔
- (۴) پیشاب خانے میں لائن لگی ہو تو وہاں انتظار میں کھڑے ہونا۔
- (۵) وضو سے قبل وضو خانے پر چڑھ کر اپنی ٹوپی یا رومال وضو خانے کی مچان یا کھونٹی پر رکھنا۔

- (۶) گھر سے کوئی کھانا لانے والا نہ ہو تو کھانا لانے کے لیے گھر جانا۔
- (۷) کھانے کے لیے گھر جانے پر معلوم ہوا کہ کھانے کی تیاری میں معمولی دیر ہے، مثلاً: سالن کو بگھار لگ رہا ہے، اس کا انتظار کرنا۔
- (۸) احتلام ہو گیا اور ٹھنڈا پانی نقصان کرتا ہے تو پانی گرم کرنے کے لیے مسجد سے نکلتا یا گرم پانی کے لیے گھر جانا اور وہاں پانی گرم ہونے کے انتظار میں ٹھہرنا۔
- کیا اس صورت میں یہ جائز ہے کہ تیمم کر کے مسجد ہی میں رہے اور گھر سے گرم پانی آنے کا مسجد میں انتظار کرے؟

(۹) حالتِ اعتکاف میں بیمار ہو گیا اور دوا لا کر دینے والا کوئی نہ ہو، یا ڈاکٹر کے پاس جانا ضروری ہو تو دوا کے لیے مسجد سے نکلتا۔ بینو اتوجروا!

معتکف کا پانی لینے کے لیے مسجد سے باہر جانا،

جبکہ معتکف کی طبیعت دوسرے سے پانی لینے کو نہ چاہتی ہو

سوال: معتکف کی طبیعت دوسرے سے پانی لینے کو نہیں چاہتی تو خود مسجد سے باہر ہو کر پانی لینا بہتر ہے، یا دوسرے ہی شخص سے لینا ضروری ہے؟
الجواب: حامداً ومصلياً ومسلماً! اگر دوسرے شخص سے بے تکلفی نہ ہو؛ بلکہ خدمت لینے سے اپنے اوپر یا اس پر گرانی کا شبہ ہو تو خود مسجد سے باہر جا کر پانی لینا اولیٰ ہے، ہاں! بے تکلفی ہو تو خروج جائز نہیں۔ (آئینہ رمضان: ۲۶۲)

معتکف کا پانی لینے تالاب، ندی یا کنویں پر جانا

سوال: مسجد میں پانی نہیں ہے، معتکف وضو کرنے یا پانی لینے تالاب، ندی یا کنویں پر جاسکتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلياً: جاسکتا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰: ۲۵۱، ۲۷۰، ۲۸۱)

گرم پانی لینے کے لیے معتکف کا باہر جانا

سوال: اگر گرم پانی دور ہے اور سرد پانی نزدیک ہے تو گرم پانی لینے جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلياً: اگر سرد پانی سے وضو کرنے میں زیادہ دقت ہوتی ہے اور حدوثِ مرض یا ازديادِ مرض کا اندیشہ ہے تو جاسکتا ہے۔ فلا يخرج المعتكف من مُعْتَكِفِهِ لِيَأْذِيَهُ لَانْهَاراً إِلَّا بَعْدَ إِذْنٍ، وَإِنْ خَرَجَ مِنْ غَيْرِ عَذْرِ سَاعَةٍ، فَسَدَّ اعْتِكَافُهُ.
(عالمگیری: ۱/ ۲۱۲). فتاویٰ محمودیہ: ۱۰: ۲۶۳، ۲۶۵

گرمی یا سردی کے لیے معتکف کا خارج مسجد جانا

سوال: احاطہ مسجد میں گرمی یا سردی زیادہ ہے، تو وضو کے لیے باہر سایہ میں جاسکتا ہے

یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلياً: زیادہ دقت کی حالت میں جاسکتا ہے، جبکہ تحمل نہ ہو۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰: ۲۶۳، ۲۶۵)

پانی نہ ہونے کی صورت میں کنویں سے پانی لا کر غسل کرنا

اگر مسجد میں پانی نہ ہو، مگر غسل خانہ ہو اور کنواں دور ہو تو کسی کنویں سے پانی لا کر مسجد کے غسل خانے میں غسل کر سکتا ہے۔ (آداب الاعتکاف: ۶۸)

شدید سردی میں گرم پانی لانے دوسری جگہ جانا

غسل واجب ہو گیا شدید سردی ہے، مسجد میں ٹل کا پانی ٹھنڈا ہے، دوسری جگہ تازہ گرم پانی مل سکتا ہے، یا اس کا انتظام ہو سکتا ہے، تو شدتِ ضرورت کی وجہ سے گرم پانی کا انتظام یا حاصل کرنے کے لیے اس مقام پر جاسکتا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۷/ ۲۷۵)

سرکاری وظیفہ لینے کے لیے مسجد سے نکلنا

معتکف کا سرکاری وظیفہ لینے کے لیے مسجد سے باہر جانے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر وظیفہ کے بغیر معتکف کا گزارہ نہ ہو سکتا ہو، تب تو گنجائش ہے، کہ مسجد سے باہر جا کر دستخط کر کے فوراً مسجد میں آجائے اور احتیاطاً بعد میں ایک روز کے اعتکاف کی قضا بھی کر لے اور اگر اس پر گزر موقوف نہ ہو تو جانے کی اجازت نہیں، جائے گا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا، اور ابطالِ اعتکاف کا گناہ بھی ہوگا۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ۷/ ۲۸۳) سخت حاجت کی صورت میں ممکن ہے کہ اس کا شمار حاجتِ طبعیہ میں ہو جائے، جس کے لیے خروج کی گنجائش ہے۔ فِي الدَّرِ الْمُخْتَارِ: وَحَرْمٌ عَلَيْهِ، أَي عَلَى الْمُعْتَكِفِ.....الخروج إلا لحاجة الإنسان..... (درمختار) وفي الشَّامِي: وَفَسَّرَ ابْنُ الشَّلْبِيِّ الطَّبْعِيَّةَ، بِمَا لَا بُدَّ مِنْهَا وَمَا لَا يُقْضَى فِي الْمَسْجِدِ (درمختار مع الشامي: ۳/ ۴۳۴، ۴۳۵)

گی؛ لیکن نفلِ اعتکاف کا ثواب ملے گا اور اگر اعتکاف کسی غیر اختیاری بھول چوک کی وجہ سے ٹوٹا ہے تو عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ عشرہٗ اخیرہ کا ثواب اپنی رحمت سے عطا فرمادیں؛ اس لیے اعتکاف ٹوٹنے کی صورت میں بہتر یہی ہے کہ عشرہٗ اخیرہ ختم ہونے تک اعتکاف جاری رکھیں؛ لیکن اگر کوئی شخص اعتکاف جاری نہ رکھے تو یہ بھی جائز ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ جس دن اعتکاف ٹوٹا ہے، اس دن باہر چلا جائے اور اگلے دن بہ نیت نفل پھر اعتکاف شروع کر دے۔ (احکام اعتکاف: ۴۸)

گذشتہ اعتکاف کی قضاء دوسرے رمضان میں کرنا

گذشتہ رمضان کے توڑے ہوئے مسنون اعتکاف کی قضاء کے لیے دوسرے رمضان کے عشرہٗ اخیرہ کا اعتکاف کافی نہیں، وہ اس میں ادا نہیں ہوگا۔ اِنْ لَمْ يَعْتَكِفْ حَتَّى دَخَلَ رَمَضَانَ آخِرَ فَاَعْتَكَفَ فِيهِ لَمْ يُجْزَئْهُ؛ لَأَنَّ الصَّوْمَ صَارَ دِينًا فِي ذِمَّتِهِ لَمَّا فَاتَ عَنْ وَقْتِهِ وَصَارَ مَقْصُودًا بِنَفْسِهِ وَالْمَقْصُودُ لَا يَتَأَذَّى بِغَيْرِهِ. (الہندیہ: ۱/۲۱۱). (محمودیہ: ۱۰/۲۵۵)

اعتکاف ٹوٹ جائے تو اس کی قضاء غیر رمضان میں کرنا

اعتکاف فاسد ہونے کی صورت میں قضاء چاہے رمضان میں کرے یا غیر رمضان میں، دونوں جائز ہے، غیر رمضان میں نفل روزہ رکھ کر قضاء کرنی ہوگی۔ (خیر الفتاویٰ: ۴/۱۴۶، کتاب الفتاویٰ: ۳/۲۵۲)

قضاء میں رات اور دن دونوں کی قضاء واجب ہے

یا صرف دن کی؟

ایک دن کی قضاء میں رات دن دونوں کی قضاء واجب ہے یا صرف دن کی؟ اس سے متعلق صریح جزئیہ نظر سے نہیں گزرا، قواعد سے یوں مفہوم ہوتا ہے کہ اعتکاف دن میں فاسد ہو تو صرف دن کی قضاء واجب ہوگی، صبح صادق سے قبل شروع کر کے غروب آفتاب تک

اعتکاف کی قضاء اور فدیہ

اعتکاف مسنون توڑ دینے کی صورت میں قضاء کا حکم

اگر رمضان المبارک کے اخیر عشرہ کا اعتکاف کسی وجہ سے فاسد ہو جائے تو اب یہ اعتکاف سنت باقی نہیں رہا، نفل ہو گیا؛ اس لیے اسے پورے دس دن کے اعتکاف کی قضاء کرنی ضروری نہیں، ایک دن کی قضاء کر لے یہ کافی ہے، اسی رمضان میں کر لے یا رمضان کے بعد کبھی ایک دن نفل روزہ رکھ کر اعتکاف کر لے دونوں صورتیں درست ہیں، یہ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کی تحقیق ہے؛ اس لیے کہ ان کے نزدیک اعتکاف کا ہر دن جدا گانہ ہے۔

113

اور امام یوسفؒ کی تحقیق کے مطابق پورے دس ایام کی یا کم از کم باقی دنوں کی قضاء واجب ہے، امام ابو یوسفؒ کے قول پر عمل کرنے میں احتیاط ہے۔ و علیٰ کُلِّ فَيَظْهَرُ مِنْ بَحْثِ ابْنِ الْهَمَامِ، لَزُومُ الْاِعْتِكَافِ الْمَسْنُونِ بِالْشَّرُوعِ، وَ أَنَّ لَزُومَ قِضَائِهِ جَمِيعِهِ أَوْ بَاقِيَهُ مَخْرُجٌ عَلَى قَوْلِ أَبِي يَوْسُفَ، أَمَّا عَلَى قَوْلِ غَيْرِهِ فَيَقْضِي الْيَوْمَ الَّذِي أَفْسَدَهُ، لِاسْتِقْلَالِ كُلِّ يَوْمٍ بِنَفْسِهِ. (فتح: ۲/۳۹۳). (کتاب الفتاویٰ: ۳/۲۵۲، فتاویٰ رحیمہ: ۷/۲۷۵، ۲۸۰، فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۲۵۵، خیر الفتاویٰ: ۳/۱۲۷، ۱۳۰، فتاویٰ عثمانی: ۲/۱۹۶، کتاب المسائل: ۲/۱۲۱، احسن الفتاویٰ: ۴/۵۱۱)

اعتکاف ٹوٹ جانے کی صورت میں اسی مسجد میں معتکف رہنا

اعتکاف مسنون ٹوٹ جانے کے بعد مسجد سے باہر نکلنا ضروری نہیں؛ بلکہ عشرہٗ اخیرہ کے باقی ماندہ ایام میں نفل کی نیت سے اعتکاف جاری رکھا جاسکتا ہے، اس طرح سنت مؤکدہ تو ادا نہیں ہو

معتکفین کے لیے کچھ ضروری ہدایات

(۱) اعتکاف اگر اخلاص سے ہو تو اشرف الاعمال میں سے ہے، اعتکاف کے بے شمار فضائل احادیث میں مذکور ہیں؛ اس لیے اعتکاف کرنے والوں پر ضروری ہے کہ اعتکاف کے ایام کو قیمتی سمجھ کر ان ایام میں مسجد کے اندر خوب عبادت کرتے رہیں، ظاہری اعتبار سے جس طرح یکسو ہو کر اعتکاف میں بیٹھ گئے، معنوی اعتبار سے بھی دنیاوی مشغلوں اور جھیلوں سے اپنے آپ کو فارغ کر کے زیادہ سے زیادہ عبادت میں لگے رہیں۔

(۲) ہر معتکف اپنے کام کے واسطے ہر روز کے لیے ایک نظام الاوقات بنالے، مثلاً: نماز فجر کے بعد اتنی مقدار تلاوت کرنا ہے، پھر فلاں فلاں وظائف ادا کرنے ہیں، غرض پورے چوبیس گھنٹے میں ہر ہر کام کو نظم اور طریقے سے کرنے کا اہتمام کرے۔

(۳) جو لوگ علماء اور دینی علوم سے واقف ہیں، ان کے واسطے کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں؛ لیکن جو لوگ دینی علوم سے زیادہ باخبر نہیں ہوتے، اگر وہ کسی مستند عالم دین اور بزرگ سے تعلق بیعت رکھتے ہیں تو اعتکاف کے ایام، اس عالم دین بزرگ کی ہدایات اور بتائے ہوئے طریقے کے مطابق معمولات اور وظائف ادا کر کے اعتکاف کے اوقات گزاریں۔

(۴) اگر یہ لوگ کسی مستند عالم دین اور بزرگ سے تعلق بیعت نہیں رکھتے ہیں تو اعتکاف کے مسائل کے واسطے محقق مقامی عالم یا امام مسجد سے رابطہ کر کے معلومات حاصل کریں اور اگر معتکفین میں کوئی عالم دین موجود ہیں تو ان سے مسائل معلوم کرتے رہیں اور کچھ ضروری ہدایات لے لیں؛ تاکہ وقت صحیح گزرے۔

(۵) پڑھا لکھا آدمی ہو تو اعتکاف کے بارے میں مسائل کی کوئی کتاب ساتھ رکھے، خود بھی مطالعہ کرے اور دوسرے ناواقف لوگوں کو بھی مسائل بتاتا رہے۔

(۶) ایام اعتکاف کے اندر نمازوں میں پڑھی جانے والی سورتوں کی تصحیح کے واسطے،

کر لے اور اگر رات میں فاسد ہو تو رات اور دن دونوں کی قضاء واجب ہے، غروب آفتاب سے قبل شروع کر کے دوسرے روز غروب کے بعد ختم کرے، اگر ایک دن کے اعتکاف کی نذر کی تو صرف دن کا اعتکاف واجب ہے اور رات دن دونوں کی نذر میں چوبیس گھنٹے کا اعتکاف واجب ہے، اور قضاء اعتکاف بھی وجوب میں نذر کی طرح ہے، اس لیے اس کا بھی وہی حکم ہوگا۔ وهو المرادُ من مفهوم القواعد، قال في البحر: بَقِيَ حُكْمُ الْمَفْرِدِ فَإِنْ قَالَ: "لِلَّهِ عَلَيَّ أَنْ أَعْتَكِفَ يَوْمًا" لَزِمَهُ فَقَطْ، سِوَاءَ نَوَاهٍ فَقَطْ أَوْ لَمْ تَكُنْ لَهُ نِيَّةٌ، وَلَا يَدْخُلُ لَيْلَتُهُ وَيَدْخُلُ الْمَسْجِدَ قَبْلَ الْفَجْرِ وَيَخْرُجُ بَعْدَ الْغُرُوبِ (البحر: ۲/۵۳۳) وَلَوْ قَالَ: "لِلَّهِ عَلَيَّ أَنْ أَعْتَكِفَ لَيْلًا وَنَهَارًا" لَزِمَهُ أَنْ يَعْتَكِفَ لَيْلًا وَنَهَارًا (أَيْضًا: ۵۲۴). وَمَتْنِي دَخَلَ فِي اعْتِكَافِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ فَابْتَدَأُوهُ مِنَ اللَّيْلِ؛ لِأَنَّ الْأَصْلَ أَنَّ كُلَّ لَيْلَةٍ تَتَّبِعُ الْيَوْمَ الَّذِي بَعْدَهَا..... فَعَلَى هَذَا إِذَا ذَكَرَ الْمُتَنَتْنِي أَوْ الْمَجْمُوعَ، يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ قَبْلَ الْغُرُوبِ وَيَخْرُجُ بَعْدَ الْغُرُوبِ مِنْ آخِرِ يَوْمٍ نَذَرَهُ. (البحر الرائق: ۲/۵۳۴). (احسن الفتاوى: ۴/۵۱۱، ۵۱۲) (۱)

114

اعتکافِ مسنون کا فدیہ

اگر عشرہ اخیرہ کا اعتکاف فاسد ہو گیا، اب ضعف یا پیری کی وجہ سے ادا نہیں کر سکتا تو فدیہ واجب ہو جائے گا، واضح رہے کہ عشرہ اخیرہ کے اعتکاف کی قضاء میں صرف ایک دن کا فدیہ واجب ہوگا؛ کیوں کہ قضاء صرف ایک دن کی لازم ہے، (آداب الاعتکاف: ۹۲)

☆☆☆☆☆☆

(۱) اس مسئلے کے بارے میں صاحب "نجم الفتاوی" کی رائے ہے کہ دن میں اعتکاف فاسد ہونے کی صورت میں رات اور دن دونوں کا اعتکاف کرنا ہوگا اور اس کی ابتداء رات سے ہوگی۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، (نجم الفتاوی: ۳۲۴/۳-۳۲۵)۔

بعض خاص اعمال

اعتکاف کے دوران چونکہ انسان کو دوسرے کاموں سے منھ موڑ کر مسجد میں جانا پڑتا ہے؛ اس لیے اس وقت کو غنیمت سمجھنا چاہیے اور اس کو فضول باتوں اور آرام طلبی کی نذر کرنے کے بجائے زیادہ سے زیادہ تلاوت، عبادت، ذکر اللہ اور تسبیحات و اوراد میں صرف کرنا چاہیے۔

اعتکاف کے لیے کوئی خاص نفلی عبادتیں متعین نہیں ہیں؛ بلکہ جس وقت جس عبادت کی توفیق ہو جائے، اسے غنیمت سمجھنا چاہیے؛ البتہ بعض عبادتیں ایسی ہیں، جن کی عام حالات میں توفیق نہیں ہوتی، اعتکاف ان عبادتوں کی انجام دہی کا بہترین موقع ہے؛ اس لیے چند اعمال کا ذکر یہاں کیا جا رہا ہے؛ تاکہ مختلف حضرات کے لیے سہولت ہو۔

صلوۃ التسبیح

صلوۃ التسبیح نماز کا ایک خاص طریقہ ہے جو آنحضرت ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباسؓ کو بڑے اہتمام کے ساتھ سکھایا تھا، اور فرمایا تھا کہ اس طرح کی نماز دن میں ایک بار پڑھ لیا کریں، اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو ہر جمعہ کو ایک مرتبہ پڑھ لیا کریں، اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو ہر مہینے میں ایک مرتبہ پڑھ لیا کریں، اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو سال میں ایک مرتبہ، نیز اس نماز کی فضیلت بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”اگر تمہارے گناہ عالج کے ریت کے برابر ہوں، تب بھی (اس نماز کی بدولت) اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمادیں گے“ (جامع ترمذی: ۱۹۰۱/۱۹۰۲) عالج ایک جگہ کا نام ہے جو سخت ریتی جگہ میں واقع تھی، جہاں ریت بہت ہوتی تھی۔ (قاموس)؛ لہذا مطلب یہ ہے کہ گناہ کتنے ہی زیادہ ہوں، اس نماز کی بدولت ان کی مغفرت کی امید ہے؛ چنانچہ بزرگان دین نے اس نماز کا اہتمام فرمایا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ روزانہ، ظہر کے بعد اذان اور اقامت کے دوران یہ نماز پڑھتے تھے، اور حضرت عبدالعزیز

ایک تعلیمی مجلس رکھے اور نماز، روزہ، زکوٰۃ اور دوسرے ضروری مسائل کے لیے بھی ایک مجلس رکھے، زیادہ مناسب ہے۔

(۷) اعتکاف کے اہم مقاصد میں سے ایک مقصد، شب قدر کا حصول ہے، حضور ﷺ خصوصیت سے اخیر عشرہ کا اعتکاف فرماتے تھے، آپ ﷺ کا مقصد شب قدر کی فضیلت کو حاصل کرنا تھا؛ اس لیے لیلۃ القدر کی حفاظت کے واسطے، ہر معتکف کو اکیسویں شب سے انیسویں شب تک ہر طاق رات کا خیال رکھنا چاہیے، اور کوشش یہ کرنی چاہیے کہ پوری رات بیدار رہ کر عبادت میں مشغول رہا جائے، اگر پوری رات بیدار رہنے کا اتفاق نہ ہو تو رات کا زیادہ سے زیادہ حصہ بیدار رہنا چاہیے؛ تاکہ اس مبارک رات کے فضائل اور برکات سے مستفیض ہو سکے۔

(۸) اعتکاف کرنے کے بعد کوئی عمل ایسا نہ کرنا چاہیے، جس سے اعتکاف فاسد ہو جائے؛ اس لیے مسائل اعتکاف جاننے کے لیے کسی مستند کتاب کا بار بار مطالعہ کرنا چاہیے۔

(۹) بہت سے لوگ حدود مسجد کا مطلب نہیں سمجھتے ہیں، اس بناء پر ان کا اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے؛ اس لیے حدود مسجد کا مطلب خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے۔ مسجد کا تمام احاطہ عرفاً مسجد کہلاتا ہے؛ لیکن اعتکاف کے بیان میں جہاں مسجد کا لفظ آتا ہے، اس سے مراد وہی جگہ ہوتی ہے، جہاں تک سجدہ کرنے اور نماز پڑھنے کے لیے مقرر کی گئی ہے، یعنی مسجد کا اندرونی حصہ برآمدہ اور صحن، اس حد کے علاوہ شرعی یا طبعی ضرورت کے بغیر ٹکنا جائز نہیں۔

(۱۰) معتکف کو جن مقامات پر جانا شرعی اور طبعی ضرورت کے بغیر جائز نہیں ہے، ان مقامات کو بار بار پوری توجہ سے پڑھنا چاہیے، اکثر و بیشتر معتکف حضرات بے دھیانی یا مسائل سے لاعلمی کی بناء پر، کبھی ہاتھ دھونے، کبھی کلی کرنے، کبھی ناک صاف کرنے، کبھی برتن دھونے اور اسی طرح دوسرے متفرق کاموں کے لیے چلے جاتے ہیں، جس سے ان کا اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے اور انھیں اس کا علم بھی نہیں ہوتا۔

یاد رکھئے کہ شرعی اور طبعی حاجت کے بغیر مذکورہ بالا مقامات پر چلے جانے سے (خواہ ایک منٹ ہی کے لیے سہی) اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

جائیں اور دس مرتبہ مزید مذکورہ تسبیح پڑھیں، اس کے بعد دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوں۔ اس طرح ایک رکعت میں پچھتر مرتبہ یہ تسبیح پڑھی گئی، اس طرح باقی تین رکعت پڑھ لیں، یوں کل تین سو تسبیحات چار رکعتوں میں ہوں گی، دوسری اور چوتھی رکعت میں یہ تسبیح ”الحیات“ پڑھنے کے بعد پڑھی جائے۔

دوسرا طریقہ: یہ بھی جائز اور حضرت عبداللہ بن مبارکؓ سے ثابت ہے کہ شروع میں قرأت کے بعد یہ تسبیح پچیس مرتبہ پڑھ لیں، پھر دوسرے سجدے تک دس دس مرتبہ پڑھتے رہیں اور دوسرے سجدے کے بعد بیٹھ کر نہ پڑھیں؛ بلکہ سیدھے کھڑے ہو جائیں، علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ ان دونوں طریقوں سے صلوٰۃ التسبیح پڑھنی چاہیے، کبھی پہلے طریقے سے کبھی دوسرے طریقے سے۔

تسبیحات کی تعداد خود بخود یاد رہتی ہوں تو انگلیوں پر نہیں گننا چاہیے؛ لیکن اگر کسی کو بھول ہو جاتی ہو تو گننا جائز ہے، اگر کسی ایک رکن میں تسبیح پڑھنا بھول گئے تو اگلے رکن میں قضاء کریں، اس طرح کہ ایک رکعت میں پچھتر تسبیحات پوری ہو جائیں؛ البتہ بہتر یہ ہے کہ رکوع کی بھولی ہوئی تسبیحات قومہ میں قضاء نہ کریں؛ بلکہ سجدے میں جا کر قضاء کریں اور پہلے سجدے کی بھولی ہوئی تسبیحات، سجدوں کے درمیان جلسے میں قضاء نہ کریں؛ بلکہ دوسرے سجدے میں جا کر قضاء کریں۔ (شامی: ۴۶۱/۱)

صلوٰۃ الحاجۃ

جب کسی انسان کو دنیا و آخرت کی کوئی ضرورت درپیش ہو تو آنحضرت ﷺ نے نماز حاجت پڑھنے کی تلقین فرمائی ہے، نماز حاجت پڑھنے کے مختلف طریقے مشائخ سے منقول ہیں؛ لیکن اس کا جو مسنون طریقہ روایات حدیث میں بیان ہوا ہے، وہ یہ ہے کہ دو رکعت نفل صلوٰۃ الحاجۃ کی نیت سے پڑھیں، نماز کا طریقہ عام نفل نمازوں کی طرح ہوگا، کوئی فرق نہیں؛ البتہ نماز سے فارغ ہو کر الحمد للہ کہے، درود شریف پڑھے، پھر یہ دعاء پڑھے:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ، سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ

بن ابی داؤد فرماتے ہیں کہ ”جو شخص جنت میں جانا چاہے، وہ صلوٰۃ التسبیح کا اہتمام کرے“ اور حضرت ابو عثمان حیریؒ فرماتے ہیں کہ ”مصیبتوں اور غموں سے نجات کے لیے میں نے کوئی عمل صلوٰۃ التسبیح سے بڑھ کر نہیں دیکھا“ (معارف السنن: ۲۸۲/۴)؛ لہذا اعتکاف کے دوران یہ نماز یا تو روزانہ یا جتنی مرتبہ توفیق ہو، ضرور پڑھنی چاہیے۔

نماز کا طریقہ یہ ہے کہ چار رکعت نفل صلوٰۃ التسبیح کی نیت سے پڑھی جائے، باقی تمام ارکان تو اور نمازوں کی طرح سے ہوں گے؛ البتہ اس نماز کے دوران ہر رکعت میں پچھتر مرتبہ (سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ) مندرجہ ذیل تفصیل کے مطابق پڑھا جائے گا، اگر اس کے ساتھ (وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ) ملا لیں تو اور اچھا ہے۔ طریقہ یہ ہوگا:

(۱) نیت باندھ کر حسب معمول ثناء، سورہ فاتحہ اور کوئی اور سورہ پڑھیں، جب قرأت سے فارغ ہو جائیں تو رکوع میں جانے سے پہلے کھڑے کھڑے مذکورہ بالا تسبیح پندرہ مرتبہ پڑھیں، پھر رکوع میں جائیں۔

(۲) رکوع میں جانے کے بعد حسب معمول تین مرتبہ ”سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ“ پڑھ لیں، پھر دس مرتبہ مذکورہ بالا تسبیح پڑھیں، اس کے بعد رکوع سے اٹھیں۔

(۳) رکوع سے اٹھ کر پہلے حسب معمول سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہیں، پھر کھڑے ہو کر مذکورہ بالا تسبیح پڑھیں، پھر سجدے میں جائیں۔

(۴) سجدے میں جا کر پہلے حسب معمول سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى تین مرتبہ پڑھ لیں، پھر دس مرتبہ مذکورہ تسبیح دس مرتبہ پڑھیں، اس کے بعد سجدے سے اٹھیں۔

(۵) سجدے سے اٹھ کر بیٹھیں اور بیٹھے بیٹھے مذکورہ تسبیح پڑھیں، پھر دوسرے سجدے میں جائیں۔

(۶) سجدے میں جا کر حسب معمول سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى تین مرتبہ پڑھ لیں، پھر دس مرتبہ مذکورہ تسبیح پڑھیں۔

(۷) اس کے بعد سجدے سے اٹھ کر کھڑے ہونے کے بجائے، دوبارہ بیٹھ

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت بلال حبشیؓ سے فرمایا کہ ”اے بلال! مجھے بتاؤ کہ اسلام لانے کے بعد تمہارا وہ کون سا عمل ہے، جس کے بارے میں تمہیں سب سے زیادہ امید ہو (کہ اللہ تعالیٰ اس کی بدولت تم پر رحم فرمادیں گے)؛ اس لیے کہ میں نے جنت میں اپنے سامنے تمہارے جو توں کی چاب سنی ہے۔“ حضرت بلالؓ نے فرمایا کہ ”میں نے کوئی عمل ایسا نہیں کیا، جس کے بارے میں مجھے زیادہ امید ہو (بہ نسبت اس کے کہ) میں نے دن اور رات کے، جس وقت میں بھی کبھی وضو کیا تو اس وضو سے جتنی بھی توفیق ہوئی نماز ضرور پڑھی۔“ (البخاری / التہجد / فضل الطہور باللیل والنہار / ۱۵۴ / ۱ / رقم: ۱۱۴۹، و مسلم / فضائل الصحابة / من فضائل بلال ۲ / ۲۹۲ / رقم: ۲۴۵۸ / ۲ / ۱۱۶)

نمازِ اشراق

نمازِ اشراق وہ نماز ہے، جو طلوعِ آفتاب کے بعد پڑھی جاتی ہے، اشراق کی دو رکعت ہوتی ہیں، اور جب آفتاب نکل کر ذرا بلند ہو جائے تو یہ نماز پڑھی جاسکتی ہے، اس میں افضل یہ ہے کہ نمازِ فجر کے بعد اپنی جگہ پر ہی بیٹھا، تسبیحات یا تلاوت میں مشغول رہے، اور جب آفتاب نکل کر ذرا بلند ہو جائے تو دو رکعت پڑھ لے۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ: ”جس شخص نے فجر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی اور سورج نکلنے تک (وہیں) بیٹھا رہا اور اللہ کا ذکر کرتا

العَالَمِينَ، أَسْأَلُكَ مُوجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ، وَالْغَنِيمَةَ مِنْ كُلِّ
بِرٍّ، وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ إِثْمٍ لَا تَدْعُ لِي ذَنْبًا إِلَّا غَفَرْتَهُ وَلَا هَمًّا إِلَّا فَرَجْتَهُ وَلَا حَاجَةً
هِيَ لَكَ رِضًا إِلَّا قَضَيْتَهَا يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ. (جامع الترمذي / الوتر / ما جاء
في صلاة الحاجة: ١ / ١٠٨ رقم: ٤٧٩)

اس کے بعد جو حاجت درپیش ہو، اپنی زبان میں اس کی دعاء مانگے۔ (صلوٰۃ الحاجۃ کی محدثانہ تحقیق کے لیے ملاحظہ ہو: معارف السنن: ۴/۲۷۵)

یوں تو صلوة الحاجۃ، ہر دنیوی و اخروی ضرورت کے لیے پڑھی جاسکتی ہے؛ لیکن اگر اسے پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے یہ دعاء کی جائے کہ ”یا اللہ مجھے اور میرے گھر والوں کو دین پر عمل کرنے اور اتباع سنت کی توفیق عطا فرما، ہمارے گناہوں کی مغفرت فرما اور جنت نصیب فرما“ تو انشاء اللہ بڑا نفع ہوگا۔

بعض مستحب نمازیں

117

بعض مستحب نمازیں بڑی فضیلت اور ثواب کی حامل ہیں، یوں تو ہر مسلمان کو چاہیے کہ ہمیشہ اس کا اہتمام کرے؛ لیکن خاص طور پر اعتکاف کے دوران ان کی پابندی آسان ہے اور اگر اعتکاف میں ان کی پابندی کر کے اللہ تعالیٰ سے دعاء کی جائے کہ باقی دنوں میں بھی ان کی توفیق ہو جایا کرے تو کیا بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ اعتکاف کی برکت سے ان تمام مستحبات کا عادی بنادے۔

تحتية الموضوع

ہر وضو کے بعد دو رکعت تحیۃ الوضو کے طور پر پڑھنا مستحب ہے، صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ: ”مامن أحد يتوضأ فيحسن الوضوء ويصلي ركعتين، يُقبل بقلبه ووجهه عليها إلا وجبت له الجنة.“ (ماخوذ از شامی: ۲/ ۴۶۴)

”جو شخص بھی وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے، پھر دو رکعت اس طرح پڑھے کہ اپنے ظاہر اور باطن سے نماز ہی کی طرف متوجہ رہے تو اس کے لیے جنت واجب کر دی جاتی ہے۔“

(الترغیب والترہیب: ۱/۲۶۶)

”جو شخص چاشت کی دو رکعت پڑھے، وہ غافلوں میں نہیں شمار ہوگا اور جو چار پڑھے، وہ عبادت گزاروں میں لکھا جائے گا اور جو چھ پڑھے، اس کے لیے (یہ چھ رکعت) دن بھر (نزول رحمت) کے لیے کافی ہو جائیں گی، اور جو آٹھ پڑھے اسے اللہ تعالیٰ خاشعین میں لکھ لے گا، اور جو بارہ رکعت پڑھے گا، اس کے لیے اللہ تعالیٰ جنت میں ایک گھر بنا دے گا۔“

ابن ماجہ اور ترمذی کی ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد بھی منقول ہے کہ صلوٰۃ الضحیٰ کی پابندی کرنے والے کے گناہ اگر سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں، تب بھی اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔ (الترمذی / الوتر / ما جاء فی صلوٰۃ الضحیٰ: ۱۰۸/۱ رقم: ۴۷۶، ابن ماجہ / إقامة الصلوات / ما جاء فی صلوٰۃ الضحیٰ: ۹۸، رقم: ۱۳۸۲ کما فی الترغیب: ۱/۲۳۵)

صلوٰۃ الاوابین

عام طور پر صلوٰۃ الاوابین ان نفلوں کو کہتے ہیں، جو مغرب کے بعد پڑھی جاتی ہیں، یہ کم از کم چھ رکعات اور زیادہ سے زیادہ بیس رکعات ہیں، اور بہتر یہ ہے کہ چھ رکعت مغرب کی دوسنت مؤکدہ کے علاوہ پڑھی جائیں، تاہم اگر وقت کم ہو تو سنت مؤکدہ سمیت چھ پوری کر لیں جائیں، تب بھی انشاء اللہ اس نماز کی فضیلت حاصل ہو جائے گی۔

حدیث میں اس نماز کی بڑی فضیلت آئی ہے، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”من صلی بعد المغرب ست رکعات، لم یتکلم فیما بینہن بسوءٍ، عُذِلْنَ لَهُ بِعِبَادَةِ ثِنْتِي عَشْرَةَ سَنَةً“ (الترمذی / الصلوٰۃ / ما جاء فی فضل التطوع ست رکعات بعد المغرب ۱/۹۸ رقم: ۴۳۵)

”جو شخص مغرب کے بعد چھ رکعتیں اس طرح پڑھے کہ ان کے درمیان کوئی

بری بات زبان سے نہ نکالے تو یہ چھ رکعات اس کے لیے بارہ سال عبادت کے

برابر شمار ہوں گی۔“

اور حضرت عائشہؓ سے مروی ہے:

رہا، پھر دو رکعت (اشراق کی) نماز پڑھی تو اس کو ایک حج اور ایک عمرے کی مانند اجر ملے گا، پورے حج اور عمرے کا۔ (الترمذی / الجمعة / ما ذکر مما يستحب من

الجلوس فی المسجد ۱/۱۳۰ رقم: ۵۸۶، الترغیب: ۱/۱۷۸)

اور حضرت سہیل بن معاذ اپنے والد سے روایت بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے: ”جو شخص نماز صبح سے فارغ ہو کر اپنی نماز کی جگہ بیٹھا رہے اور اشراق کی دو رکعت پڑھنے تک، خیر کے سوا کچھ زبان سے نہ نکالے تو اس کے گناہ، خواہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں، معاف کر دیے جاتے ہیں۔ (مسند أحمد ۱/۳۹۹ رقم: ۱۵۶۲۳، أبوداؤد التطوع / صلوٰۃ الضحیٰ ۱/۱۸۲ رقم: ۱۲۸۵، کما فی الترغیب والترہیب للمندری: ۱/۱۷۸)

صلوٰۃ الضحیٰ

صلوٰۃ الضحیٰ کو اردو میں چاشت بھی کہتے ہیں، اس نماز کی بھی حدیث میں بہت فضیلت آئی ہے، اس کا مستحب وقت ایک چوتھائی دن گزرنے کے بعد شروع ہوتا ہے، یعنی صبح صادق اور غروب آفتاب کے درمیان جتنے گھنٹے ہوتے ہوں، ان کو چار حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ گزارنے کے بعد زوال آفتاب سے پہلے پہلے کسی وقت بھی یہ نماز پڑھ لیں، مستحب وقت تو یہی ہے؛ لیکن اگر اس سے پہلے مگر طلوع آفتاب کے بعد کسی بھی وقت پڑھ لیں تو یہ بھی جائز ہے۔ (شامی: ۴۶۵/۲، کبیری: ۳۸۹)

صلوٰۃ الضحیٰ میں چار سے لے کر بارہ رکعت تک جتنی رکعت پڑھ سکتے ہوں، پڑھ لیں؛ بلکہ اس سے زائد بھی پڑھ سکتے ہیں، اور اگر دو رکعتیں بھی پڑھ لیں تو ادنیٰ فضیلت انشاء اللہ حاصل ہو جائے گی۔ (شامی: ۴۶۵/۲)

حدیث میں اس نماز کی بڑی فضیلت آئی ہے؛ چنانچہ حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ: ”من صلی الضحیٰ رکعتین، لم یکتب من الغافلین، ومن صلی أربعاً، کُتِبَ مِنَ الْعَابِدِينَ، ومن صلی ستاً، کُفِيَ ذَلِكَ الْيَوْمَ، ومن صلی ثمانیاً، کُتِبَ لَهُ مِنَ الْقَانِئِينَ، ومن صلی ثنתי عشرة رکعة، بنی اللہ له بیتاً فی الجنة.“

شبِ قدر کے فضائل و مسائل

اعتکاف کا مقصد شبِ قدر کا حصول

شبِ قدر کی فضیلت سے فائدہ اٹھانے کا یقینی طریقہ اعتکاف سے بڑھ کر کوئی نہیں، ہر مسلمان جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شبِ قدر کی تعیین کو پوشیدہ رکھا ہے اور اس کو پوشیدہ رکھنے کا مقصد یہ ہے کہ عشرہ کی طاق راتوں میں اس کے پانے کے لیے عبادت میں مشغول رہیں؛ لیکن انسانی مزاج، اس کی مصروفیات، اس کے مشاغل و بشری تقاضے، اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ وہ ہمہ وقت، شب و روز عبادت اور ذکر ہی میں لگا رہے، اور ہر لمحہ عبادت میں صرف کرے، اس امت کو اعتکاف کی ایک ایسی دولت دی گئی ہے کہ وہ اعتکاف کی حالت میں؛ خواہ وہ رات کو سوتا ہی کیوں نہ ہو، یوں ہی بیٹھا ہی کیوں نہ ہو، اس کا ہر وقت ہر لمحہ عبادت میں شمار ہوگا۔ اس شبِ قدر کی دولت، اعتکاف کی صورت میں نصیب ہوگی، شبِ قدر کا ایک لمحہ عبادت میں صرف کرنے کی فضیلت حاصل ہوگی۔ اعتکاف اس بیش بہا دولت اس عظیم الشان فضیلت کے حاصل کرنے کا آسان اور سہل طریقہ ہے۔

آپ ﷺ نے شبِ قدر ہی کے پانے کے لیے اعتکاف فرمایا ابتداء آپ ﷺ نے شروع کا پھر وسط عشرہ کا اعتکاف فرمایا پھر جب معلوم ہوا کہ شبِ قدر عشرہ اخیرہ میں ہے تو آپ ﷺ نے عشرہ اخیرہ کا اعتکاف فرمایا اور اپنے صحابہ کو بھی حکم دیا۔ پھر اخیر عشرہ میں اعتکاف کرنے لگے؛ چنانچہ جسے شبِ قدر کے اعتکاف کی تمنا ہو، وہ ضرور اعتکاف کرے کہ شبِ قدر پانے کا اس سے آسان اور سہل طریقہ کوئی نہیں۔ حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے اپنے رسالہ ”الانصاف“ میں تحریر فرمایا ہے کہ آپ ﷺ خصوصیت سے اخیر عشرہ ہی کا اعتکاف فرماتے تھے،

”من صلی بعد المغرب عشرين ركعة، بنى الله له بيتاً في الجنة“۔ (الترمذي الصلوة/ ما جاء في فضل التطوع ست ركعات بعد المغرب ۹۸/۱ رقم: ۴۳۵)

”جس شخص نے مغرب کے بعد بیس رکعتیں پڑھیں اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنا دے گا۔“

علمائے امت اور بزرگانِ دین نے اس نماز کا بڑا اہتمام فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی اس کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

نمازِ تہجد

تہجد کی نماز نوافل میں خاص طور پر سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے، افضل یہ ہے کہ یہ آخر شب میں پڑھی جائے، آنحضرت ﷺ اکثر تہجد کی چھ رکعتیں پڑھا کرتے تھے، اس میں بہتر یہ ہے کہ قیام، رکوع، اور سجدہ طویل کیا جائے، اور قیام میں قرآن کریم کی زیادہ سے زیادہ تلاوت کی جائے، جن حضرات کو طویل سورتیں یاد نہ ہوں، وہ اعتکاف کے موقع کو غنیمت سمجھ کر خاص خاص سورتیں یاد کر لیں، مثلاً: سورۃ یس، سورۃ مزمل، سورۃ ملک، سورۃ واقعہ، وغیرہ اور تہجد میں طویل سورتیں پڑھیں۔

اعتکاف کے دوران خاص طور پر تہجد کا اہتمام کرنا چاہیے، یہ وقت اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتوں کے نزول کا ہوتا ہے، اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔ واضح رہے کہ تہجد کی نماز صبح صادق سے پہلے پہلے ختم کر لینی چاہیے؛ کیونکہ صبح صادق کے بعد فجر کی سنتوں کے علاوہ کوئی اور نفل پڑھنا جائز نہیں ہے؛ البتہ اگر صبح صادق سے پہلے نماز کی نیت باندھی ہوئی ہو اور نماز کے درمیان صبح صادق ہو جائے تو دو رکعتیں پوری کر لینا جائز ہے۔ (شامی ۶/۱: ۲۷۱)

اللہ تبارک و تعالیٰ زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کو ان فضائل پر عمل کرنے کی توفیق کامل مرحمت فرمائیں۔ آمین ثم آمین (احکام اعتکاف: ۷۰ تا ۸۰)

سورة القدر کی تفسیر

﴿وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ﴾ ” آپ کو کچھ معلوم بھی ہے کہ شبِ قدر کیسی بڑی چیز

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بنی اسرائیل کے چار حضرات کا ذکر فرمایا حضرت ایوبؑ، حضرت زکریاؑ، حضرت حزقیلؑ، حضرت یوشعؑ کہ یہ حضرات اسی اسی برس تک اللہ کی عبادت میں مشغول رہے اور پل جھینکنے کے برابر بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی، اس پر صحابہ

مراد ہیں، جو امت محمدیہ کے کارنامے دیکھنے کے لیے ملائکہ کے ساتھ اترتے ہیں۔ چھٹا قول یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہے، یعنی اس رات میں ملائکہ نازل ہوتے ہیں اور ان کے بعد میری رحمت خاصہ نازل ہوتی ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی چند اقوال ہیں، مگر مشہور قول پہلا ہی ہے۔ سنن بیہقی میں حضرت انسؓ کے واسطے سے نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ ”شب قدر میں حضرت جبریلؑ ایک گروہ کے ساتھ اترتے ہیں اور جس شخص کو ذکر وغیرہ میں مشغول دیکھتے ہیں تو اس کے لیے رحمت کی دعاء کرتے ہیں“۔

﴿بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ﴾ ”اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر خیر کو لے کر زمین کی طرف اترتے ہیں“۔

مظاہر حق میں لکھا ہے کہ اسی رات میں ملائکہ کی پیدائش ہوئی اور اسی رات میں آدم کا مادہ جمع ہونا شروع ہوا، اسی رات میں جنت میں درخت لگائے گئے، اور دعائے خیر کا مقبول ہونا تو بکثرت روایات میں وارد ہے، درمنثور کی ایک روایت میں ہے کہ اسی رات میں حضرت عیسیٰ آسمان میں اٹھائے گئے اور اسی رات میں بنی اسرائیل کی توبہ قبول ہوئی۔ ﴿سَلَامٌ﴾ ”وہ رات سراپا سلام ہے“، یعنی تمام رات ملائکہ کی طرف سے مومنین پر سلام ہوتا رہتا ہے کہ ایک فوج آتی ہے اور دوسری جاتی ہے، جیسا کہ بعض روایات میں اس کی تصریح ہے۔ یا یہ مراد ہے کہ رات سراپا سلامتی ہے، شر و فساد وغیرہ سے امن ہے۔

﴿هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ﴾ ”وہ رات (ان ہی برکات کے ساتھ) تمام رات طلوع فجر تک رہتی ہے“۔

یہ نہیں کہ رات کے کسی خاص حصہ میں یہ برکت ہو اور کسی میں نہ ہو؛ بلکہ صبح ہونے تک ان برکات کا ظہور رہتا ہے۔ اس سورہ شریفہ کے ذکر کے بعد خود اللہ جل جلالہ کے کلام پاک میں اس رات کی کئی نوع کی فضیلتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں، احادیث کے ذکر کی ضرورت نہیں رہتی؛ لیکن احادیث میں بھی اس کی فضیلت بکثرت وارد ہوئی ہیں۔ (فضائل اعمال: ۵۹۸-۶۰۰)۔

ہے، یعنی اس رات کی بڑائی اور فضیلت کا آپ کو علم بھی ہے کہ کتنی خوبیاں اور کس قدر فضائل اس میں ہیں، اس کے بعد چند فضائل کا ذکر فرماتے ہیں:

﴿كَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ﴾ ”شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے“، یعنی ہزار مہینوں تک عبادت کرنے کا جس قدر ثواب ہے، اس سے زیادہ شب قدر میں عبادت کرنے کا ثواب ہے اور اس زیادتی کا علم بھی نہیں کہ کتنی زیادہ ہے ﴿تَنْزِيلُ الْمَلَكَةِ﴾ ”اس رات میں فرشتے اترتے ہیں۔

علامہ رازیؒ لکھتے ہیں کہ:

”ملائکہ نے جب ابتداء میں تجھے دیکھا تھا تو تجھ سے نفرت ظاہر کی تھی اور بارگاہِ عالی میں عرض کیا تھا کہ ایسی چیز کو آپ پیدا فرماتے ہیں، جو دنیا میں فساد کرے اور خون بہائے اس کے بعد والدین نے جب تجھے اول دیکھا تھا، جب کہ تو منی کا قطرہ تھا تو تجھ سے نفرت کی تھی؛ حتیٰ کہ اگر کپڑے کو لگ جاتا تو کپڑے کو دھونے کی نوبت آتی؛ لیکن جب حق تعالیٰ شانہ نے اس قطرے کو بہتر صورت مرحمت فرمادی تو والدین کو بھی شفقت اور پیار کی نوبت آئی اور آج جبکہ تو توفیق الہی سے شب قدر میں معرفت الہی اور طاعت ربانی میں مشغول ہے تو ملائکہ اپنے اس فقرے کی معذرت کرنے کے لیے اترتے ہیں“۔

﴿وَالرُّوحُ فِيهَا﴾ ”اور اس رات میں روح القدس، یعنی جبریلؑ بھی نازل ہوتے ہیں“۔ روح کے معنی میں مفسرین رحمہم اللہ کے چند اقوال ہیں، جمہور کا یہی قول ہے، جو اوپر لکھا ہے کہ اس سے حضرت جبریلؑ مراد ہیں، علامہ رازیؒ نے لکھا ہے یہی زیادہ صحیح ہے اور حضرت جبریلؑ کی افضلیت کی وجہ سے ملائکہ کے ذکر کے بعد خاص طور سے ان کا ذکر فرمایا۔ بعض کا قول ہے کہ روح سے ایک بہت بڑا فرشتہ مراد ہے کہ تمام آسمان و زمین اس کے ایک لقمے کے بقدر ہیں، بعض کا قول ہے کہ اس سے مراد فرشتوں کی ایک مخصوص جماعت ہے، جو اور فرشتوں کو بھی لیلۃ القدر ہی میں نظر آتے ہیں۔ چوتھا قول یہ ہے کہ یہ اللہ کی کوئی خاص مخلوق ہے، جو کھاتے پیتے ہیں، مگر نہ فرشتے ہیں نہ انسان۔ پانچواں قول یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ

شب قدر کی اہمیت

”شب قدر“ نہایت قابل قدر چیز ہے، اس رات کی فضیلت یہ ہے کہ ﴿تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا﴾ یعنی اس رات میں رحمت کے فرشتوں کا نزول ہوتا ہے، اور اس میں دونوں احتمال ہیں، یعنی اس رات میں یا تو فضیلت اس وجہ سے آئی ہے کہ اس میں ملائکہ نازل ہوتے ہیں یا ملائکہ اس وجہ سے نازل ہوتے ہیں کہ اس رات میں پہلے سے فضیلت ہے، بہر حال جو بھی ہو اس سے بحث نہیں، اس رات میں فضیلت ضرور ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص اس رات سے محروم رہ گیا، وہ بڑی نعمت سے محروم رہ گیا، یہ رات سال بھر کے بعد آتی ہے، اس کی قدر کرنی چاہیے؛ کیوں کہ زندگی کا کیا بھروسہ، یوں تو ہر رات میں فضیلت ہے، یہ اس لیے کہتا ہوں کہ اگر کسی سے یہ رات فوت ہو جائے تو کسی اور ہی رات میں کچھ کر لے، گو وہ ویسی تو نہیں ہوگی، مگر کام بن جائے گا۔ (احکام اعتکاف مفتی زید صاحب: ۴۸، ۴۹)

شب قدر کے متعلق حضور ﷺ کے ارشادات

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ (البخاري / الصوم / فضل من قام رمضان / ۱ / ۲۶۹ رقم: ۲۰۰۹ / وصوم / مسافرين / الترغيب في قيام رمضان وهو التراويح ۱ / ۲۵۹ رقم: ۱۷۴ / ۷۵۹ كذا في الترغيب: ۴۵ / ۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے (عبادت کے لیے) کھڑا ہو، اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

فائدہ: کھڑے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھے اور اسی حکم میں یہ بھی ہے کہ کسی

ایک سوال کا جواب

روایات میں شب قدر کو ایک ہزار مہینوں سے بہتر قرار دیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ ان ایک ہزار مہینوں کے اندر بھی ہر سال ایک شب قدر آئے گی تو حساب کس طرح بنے گا؟ ائمہ تفسیر نے فرمایا ہے کہ یہاں ایک ہزار مہینوں سے مراد، وہ شب ہے، جس میں شب قدر شامل نہ ہو؛ اس لیے اب کوئی اشکال نہیں۔ (معارف القرآن: ۷۹۴/۸)

لیلۃ القدر نام رکھنے کی وجہ

قدر کے معنی تعظیم کے ہیں؛ چوں کہ اس شب کو مختلف وجوہ سے عظمت و شرف حاصل ہے، مثلاً: قرآن کا نازل ہونا، اس شب میں جبریل امین کا فرشتوں کی بڑی جماعت کے ساتھ زمین پر تشریف لانا، اس رات میں برکت، رحمت و مغفرت کا نزول ہونا وغیرہ؛ اس لیے اس کو شب قدر کہتے ہیں۔ سُمِّيتْ بِذَلِكَ لِعَظَمِ قَدْرِهَا أَي ذَاتِ الْقَدْرِ الْعَظِيمِ؛ لِنُزُولِ الْقُرْآنِ فِيهَا؛ لَوْصِفِهَا بِأَنَّهَا خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ أَوْ لِنُزُولِ الْمَلَائِكَةِ فِيهَا أَوْ لِنُزُولِ الْبُرْكَاتِ وَالرَّحْمَةِ فِيهَا الخ۔ (شرح الزرقاني: ۲ / ۲۸۵) قدر کے دوسرے معنی تقدیر اور حکم کے بھی آتے ہیں، اس معنی کے اعتبار سے لیلۃ القدر کہنے کی وجہ یہ ہوگی کہ اس رات میں تمام مخلوقات کے لیے جو کچھ تقدیر ازل میں لکھا ہے، اس کا جو حصہ اس سال میں رمضان سے اگلے رمضان تک پیش آنے والا ہے، وہ ان فرشتوں کے حوالے کر دیا جاتا ہے، جو کائنات کی تدبیر و تنفیذ امور کے لیے مامور ہیں۔ أَوْ لِأَنَّ الْأَشْيَاءَ تُقَدَّرُ فِيهَا وَيَقْتَضِي، كَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى ﴿فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ﴾ (الإنصاف في حكم الاعتكاف: ۱۹)۔ (معارف القرآن ۷۹۱/۸)، حضرت ابوبکر و راقی نے فرمایا کہ اس رات کو لیلۃ القدر (شب قدر) اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ جس آدمی کی اس سے پہلے اپنی بے عملی کے سبب کوئی قدر و قیمت نہ تھی، اس رات میں توبہ، استغفار اور عبادت کے ذریعہ وہ بھی صاحب قدر و شرف بن جاتا ہے۔

رمضان: ۶۰۰، ۶۰۱) واضح رہے کہ لیلة القدر کی پوری رات کی فضیلت ہے، یہ نہیں کہ کسی خاص ساعت کی فضیلت ہو، اگر ایسا ہوتا تو ساعت کے عنوان سے خبر دی جاتی، جیسے جمعہ میں ایک ساعت کی خبر دی گئی ہے اور لیلة القدر کی جہاں بھی فضیلت بیان ہوئی ہے ”لیلة“ کے عنوان سے ہے، جس سے مراد پوری رات ہے۔ (احکام اعتکاف مفتی زید صاحب: ۴۷)

ایمان و احتساب کا مطلب

ایمان بمعنی یقین ہے، اور کسی کام کو یقین کے ساتھ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس عمل کو حکم خداوندی سمجھ کر بجالایا جائے۔ اللہ کی خوشنودی ہی عمل کی بنیاد اور محرک ہو۔ قوم کی موافقت، ریت و رواج کی پابندی، لوگوں کی ملامت کا اندیشہ یا کوئی دوسرا جذبہ اور مقصد اس کا محرک نہ ہو۔ یہی یقین عمل کی روح ہے، اسی سے عمل قیمتی بنتا ہے، اس کے بغیر عمل بے جان رہتا ہے؛ بلکہ کبھی وبال جان بن جاتا ہے۔

اور احتساب کے معنی ہیں: ”ثواب کی امید رکھنا“۔ ارشاد پاک ہے: ﴿وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾ (سورة الطلاق: ۳) یعنی اللہ تعالیٰ ایسی جگہ سے روزی پہنچاتے ہیں، جہاں سے امید نہیں ہوتی۔ اور حدیث میں احتساب سے مراد یہ ہے کہ عمل پر اجر و ثواب موعود ہے، اس کی امید باندھ کر عمل کیا جائے، اس سے عمل شاندار بھی ہوتا ہے اور اس کی ادائیگی آسان بھی ہو جاتی ہے۔

فائدہ: شاہ صاحب قدس سرہ نے مذکورہ ثواب کی جو وجہ بیان کی ہے، اس سے یہ بات مستفاد ہوتی ہے کہ یہ ثواب نفس کی حالت بدلنے پر موقوف ہے۔ اور ایسے اعمال اور بھی متعدد ہیں، مثلاً: اسلام قبول کرنا، ہجرت اور حج کرنا، ان کا بھی یہی ثواب بیان کیا گیا ہے کہ تینوں اعمال سابقہ گناہوں کو مٹا دیتے ہیں۔ (مشکوٰۃ: ۱۴) پس اگر نفس کی حالت میں کوئی نمایاں تبدیلی نہ آئے تو اس موعود ثواب کا استحقاق پیدا نہ ہوگا۔ (رحمۃ اللہ الواسعہ: ۱۲۰/۴)

اور عبادت تلاوت اور ذکر وغیرہ میں مشغول ہو۔ اور ثواب کی امید رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ریا وغیرہ کسی بد نیتی سے کھڑا نہ ہو؛ بلکہ اخلاص کے ساتھ محض اللہ کی رضا اور ثواب کے حصول کی نیت سے کھڑا ہو، امام خطابیؒ کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ثواب کا یقین کر کے بشارتِ قلب سے کھڑا ہو، بوجھ سمجھ کر بد دلی سے نہیں، کھلی بات ہے کہ جس قدر ثواب کا یقین اور اعتقاد زیادہ ہوگا، اتنا ہی عبادت میں مشقت برداشت کرنا سہل ہوگا؛ یہی وجہ ہے کہ جو شخص قرب الہی میں جس قدر ترقی کرتا ہے، عبادت میں انہماک زیادہ ہوتا رہتا ہے، نیز یہ معلوم ہو جانا بھی ضروری ہے کہ حدیث بالا، اور اس جیسی احادیث میں گناہوں سے مراد علماء کے نزدیک صغیرہ گناہ ہوتے ہیں؛ اس لیے کہ قرآن پاک میں جہاں کبیرہ گناہوں کا ذکر آتا ہے ان کو ﴿الْأَمَنُ تَابُ﴾ کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے؛ اسی بناء پر علماء کا اجماع ہے کہ کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے، پس جہاں احادیث میں گناہوں کے معاف ہونے کا ذکر آتا ہے، علماء اس کو صغائر کے ساتھ مقید فرماتے ہیں۔

123

میرے والد صاحب ”نور اللہ مرقدہ وبرّ دمجعہ“ کا ارشاد ہے کہ احادیث میں صغائر کی قید و وجوہوں سے مذکور نہیں ہوتی؛ اول تو یہ کہ مسلمان کی شان یہ ہے ہی نہیں کہ اس کے ذمہ کبیرہ گناہ ہوں؛ کیونکہ جب اس سے کبیرہ گناہ صادر ہو جاتا ہے تو مسلمان کی شان یہ ہے کہ اس کو اس وقت تک چین ہی نہ آئے جب تک کہ اس گناہ سے توبہ نہ کر لے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ جب اس قسم کے موقع ہوتے ہیں، مثلاً: لیلة القدر ہی میں جب کوئی شخص بامید ثواب عبادت کرتا ہے تو اپنی بد اعمالیوں پر ندامت اس کے لیے گویا لازم ہے اور ہو ہی جاتی ہے؛ اس لیے توبہ کا تحقق خود بخود ہو جاتا ہے کہ توبہ کی حقیقت گزشتہ پر ندامت اور آئندہ کونہ کرنے کا عزم ہے۔

لہذا اگر کوئی شخص کبار کا مرتکب بھی ہو تو اس کے لیے ضروری ہے کہ لیلة القدر ہو یا کوئی اور اجابت کا موقع ہو، اپنی بد اعمالیوں سے سچے دل سے پختگی کے ساتھ دل و زبان سے توبہ بھی کر لے؛ تاکہ اللہ کی رحمتِ کاملہ متوجہ ہو اور صغیرہ اور کبیرہ ہر طرح کے گناہ معاف ہو جائیں اور یاد آجائے تو اس سیاہ کار کو بھی اپنی مخلصانہ دعاؤں میں یاد فرمائیں۔ (فضائل)

تمنا در دل کی ہے تو کر خدمت فقیروں کی ☆ نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینه میں آخر کیا بات تھی کہ حضرت عمرؓ عشاء کی نماز کے بعد گھر میں تشریف لے جاتے اور صبح تک نماز میں گزار دیتے تھے۔ حضرت عثمانؓ دن بھر روزہ رکھتے، اور رات نماز میں گزار دیتے، صرف رات کے اول حصہ میں تھوڑا سا سوتے تھے، رات کی ایک ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھ لیتے تھے، شرح ”احیاء“ میں ابوطالبؓ کی سے نقل کیا کہ چالیس تابعین سے بطریق تواتر یہ بات ثابت ہے کہ وہ عشاء کے وضو سے نماز صبح پڑھتے تھے۔ حضرت شداؤؓ رات کو لیٹتے اور تمام رات کروٹیں بدل کر صبح کر دیتے اور کہتے یا اللہ! آگ کے ڈرنے میری نیند اڑادی۔ اسود بن یزیدؓ رمضان میں مغرب اور عشاء کے درمیان تھوڑی دیر سوتے اور بس۔ سعید بن المسیبؓ کے متعلق منقول ہے کہ پچاس برس تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی۔ صلہ بن اشیمؓ رات بھر نماز پڑھتے اور صبح کو یہ دعا کرتے کہ یا اللہ میں اس قابل تو نہیں ہوں کہ جنت مانگوں صرف اتنی درخواست ہے کہ آگ سے بچا دیجیے۔ حضرت قتادہؓ تمام رمضان تو ہر تین رات میں ایک ختم فرماتے مگر عشرہ اخیرہ میں، ہر رات میں ایک قرآن شریف ختم کرتے۔ امام ابو حنیفہؒ کا چالیس سال تک عشاء کی وضو سے صبح کی نماز پڑھنا اتنا مشہور و معروف ہے کہ اس سے انکار تاریخ کے اعتماد کو ہٹاتا ہے، جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ کو یہ قوت کس طرح حاصل ہوئی تو انھوں نے فرمایا کہ میں نے اللہ کے ناموں کے طفیل ایک مخصوص طریق پر دعا کی تھی، صرف دو پہر کو تھوڑی دیر سوتے اور فرماتے کہ حدیث میں قیلولہ کا ارشاد ہے، گویا دو پہر کے سونے میں بھی اتباع سنت کا ارادہ ہوتا، قرآن شریف پڑھتے ہوئے اتنا روتے کہ پڑوسیوں کو ترس آنے لگتا تھا، ایک مرتبہ ساری رات اس آیت کو پڑھتے اور روتے گزار دی ﴿بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمُ الْخ﴾ (القمر: ۴۶)۔

ابراہیم بن ادہمؒ رمضان المبارک میں نہ تو دن کو سوتے اور نہ رات کو، امام شافعیؒ رمضان المبارک کی دن اور رات کی نمازوں میں ساٹھ قرآن شریف ختم کرتے، اور ان کے علاوہ سیکڑوں کے واقعات ہیں، جنھوں نے ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ پر عمل کر کے بتلادیا کہ کرنے والے کے لیے کچھ مشکل نہیں یہ سلف کے واقعات ہیں، اب بھی

بد نصیب کون ہے

عَنْ أَنَسٍ قَالَ: دَخَلَ رَمَضَانُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: إِنَّ هَذَا الشَّهْرَ قَدْ حَضَرَ كُمْ وَفِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ مِنْ خَيْرِهَا، فَقَدْ حُرِّمَ الْخَيْرُ كُلُّهُ وَلَا يُحْرَمُ خَيْرُهَا إِلَّا مَحْرُومٌ. (رواه ابن ماجه/ الصيام/ ما جاء في فضل شهر رمضان: ۱۱۹ رقم: ۱۶۴۴ وإسناده حسن إن شاء الله كذا في الترغيب: ۶۰/۲)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رمضان المبارک کا مہینہ آیا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے اوپر ایک مہینہ آیا ہے، جس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے، جو شخص اس رات سے محروم رہ گیا، گویا ساری ہی خیر سے محروم رہ گیا، اور اس بھلائی سے محروم نہیں رہتا، مگر وہ شخص جو حقیقتاً محروم ہی ہے۔

124

فائدہ: حقیقتاً اس کی محرومی میں کیا تامل ہے، جو اس قدر بڑی نعمت کو ہاتھ سے کھو دے، ریلوے ملازم چند کوڑیوں کی خاطر رات بھر جاگتے ہیں، اگر اسی برس کی عبادت کی خاطر کوئی ایک مہینہ تک رات میں جاگ لے تو کیا دقت ہے، اصل یہ ہے کہ دل میں تڑپ ہی نہیں، اگر ذرا سا چمکا پڑ جائے تو پھر ایک رات کیا سیکڑوں راتیں جاگی جاسکتی ہیں۔

الفت میں برابر ہے وفا ہو کہ جفا ہو ☆ ہر چیز میں لذت ہے اگر دل میں مزا ہو آخر کوئی توبت تھی کہ نبی کریم ﷺ باوجود ساری بشارتوں اور وعدوں کے جن کا آپ ﷺ کو یقین تھا، پھر اتنی لمبی نماز پڑھتے تھے کہ پاؤں ورم کر جاتے تھے، انھیں کے نام لیوا اور امتی آخر ہم بھی کہلاتے ہیں، ہاں جن لوگوں نے ان امور کی قدر کی، وہ سب کچھ کر گئے اور نمونہ بن کر امت کو دکھا گئے کہنے والوں کو یہ موقع بھی نہیں رہا کہ حضور ﷺ کی حرص کون کر سکتا ہے اور کس سے ہو سکتی ہے، دل میں سما جانے کی بات ہے کہ چاہنے والے کے لیے دودھ کی نہر پہاڑ سے کھودنی بھی مشکل نہیں ہوتی، مگر یہ بات کسی کی جوتیاں سیدھی کیے بغیر مشکل سے حاصل ہوتی ہے۔

شب قدر میں حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ فرشتوں کا آنا

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ شب قدر میں حضرت جبریل ملائکہ کی ایک جماعت کے ساتھ آتے ہیں اور اس شخص کے لیے جو کھڑے یا بیٹھے اللہ کا ذکر کر رہا ہے اور عبادت میں مشغول ہے دعائے رحمت کرتے ہیں، اور جب عید الفطر کا دن ہوتا ہے تو حق تعالیٰ جل شانہ اپنے فرشتوں کے سامنے بندوں کی عبادت پر فخر فرماتے ہیں (اس لیے کہ انھوں نے آدمیوں پر طعن کیا تھا) اور ان سے دریافت فرماتے ہیں کہ اے فرشتوں اس مزدور کا جو اپنی خدمت پوری پوری ادا کر دے کیا بدلہ ہے؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! اس کا بدلہ یہی ہے کہ اس کی اجرت پوری دے دی جائے تو ارشاد ہوتا ہے کہ فرشتوں میرے غلاموں نے اور باندیوں نے میرے فریضہ کو پورا کر دیا، پھر دعاء کے ساتھ چلا تے ہوئے (عید گاہ) کی طرف

عن أنس قال: قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم-: إذا كان ليلة القدر، نزل جبريل عليه السلام في كُتُبِكِ من الملائكة يُصلُّون على كل عبد قائم أو قاعد يذكر الله عز وجل، فإذا كان يوم عيدهم، يعني يوم فطرهم، باهى بهم ملائكته فقال يا ملائكتي! ما جزاء أجير وفي عمله؟ قالوا: ربنا جزاؤه أن يوفي أجره قال: ملائكتي! عبيدي وإمائي قضوا فريضتي عليهم، ثم خرجوا يعرجون إلي بالدعاء، وعزتي وجلالي وكرمي وعلوي وارتفاع مكاني لأجيبنهم فيقول: ارجعوا فقد غفرت لكم، وبدلت سياكم حسنات قال:

کرنے والے موجود ہیں، اس درجہ کے مجاہدے نہ سہی، مگر اپنے زمانے کے موافق اپنی طاقت و قدرت کے موافق نمونہ اسلاف اب بھی موجود ہیں، اور نبی کریم ﷺ کی سچی اقتداء کرنے والے اس دور فساد میں بھی موجود ہیں، نہ راحت و آرام انہماک عبادت سے مانع ہوتا ہے، نہ دنیوی مشاغل سد راہ ہوتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے: اے ابن آدم! تو میری عبادت کے لیے فارغ ہو جا میں تیرے سینے کو غنا سے بھر دوں گا اور تیرے فقر کو بند کر دوں گا، ورنہ تیرے سینے کو مشاغل سے بھر دوں گا، اور فقر زائل نہ ہوگا، روزِ مرہ کے مشاہدات اس سچے ارشاد کے شاہدِ عدل ہیں۔ (فضائل اعمال: ۶۰۱، ۶۰۳)

محرومی کا مطلب

حضرت سعید بن المسیب جو جلیل القدر تابعی ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ جو شخص شب قدر میں عشاء کی جماعت میں حاضر ہو گیا، اس نے اس میں سے حصہ پالیا، مالکُ اَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ كَانَ يَقُولُ: مَنْ شَهِدَ الْعِشَاءَ مِنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ، فَقَدْ أَخَذَ بِحَظِّهِ مِنْهَا. (موطأ امام مالک / ماجاء في ليلة القدر: ۹۹ رقم: ۱۶) اس سے معلوم ہوا کہ اس حدیث شریف میں محروم ہونے والے سے مراد، وہ شخص ہے جو اس روز عشاء کی جماعت میں شامل نہ ہو۔

فائدہ: بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عشاء اور صبح کی نماز جماعت سے پڑھ لینا بھی شب بیداری کے برابر ہے تو اس سے حرمان رفع ہو جائے گا، (محرومی نہ ہوگی)۔ (احکام اعتکاف / مفتی زید صاحب: ۴۶)

شب قدر کی تعیین اٹھائے جانے کا سبب

حضرت عبادہؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اس لیے باہر تشریف لائے؛ تاکہ ہمیں شب قدر کی اطلاع فرمادیں؛ مگر دو مسلمانوں میں جھگڑا ہو رہا تھا، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس لیے آیا تھا کہ تمہیں شب قدر کی خبر دوں مگر فلاں فلاں شخصوں میں جھگڑا ہو رہا تھا کہ جس کی وجہ سے اس کی تعیین اٹھالی گئی، کیا بعید ہے کہ یہ اٹھالینا اللہ کے علم میں بہتر ہو؛ لہذا اب اس رات کو نویں، ساتویں اور پانچویں رات میں تلاش کرو۔

عن عبادة بن الصامتؓ قال: خرج النبي ﷺ ليخبرنا بليلة القدر، فتلاحى رجلان من المسلمين فقال: خرجت لأخبركم بليلة القدر، فتلاحى فلان وفلان فرفعت وعسى أن يكون خير لكم، فالتمسوها في التاسعة والسابعة والخامسة. (البخاري/ فضل ليلة القدر/ رفع معرفة ليلة القدر لتلاحي الناس ۱/ ۲۷۱ رقم: ۲۰۲۳ كذا في المشكاة: ۱۲۸)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا آپس میں لڑنا جھگڑنا، خدا کو سخت ناپسند ہے اور اس کی وجہ سے خدا کی بہت سی نعمتوں اور رحمتوں سے محرومی ہوتی رہے گی؛ اس لیے اس سے ڈرنا چاہیے۔

پانچ چیزیں پوشیدہ رکھی گئی ہیں

شب قدر کے بارے میں قطعی خبر اس لیے نہیں دی گئی کہ کوئی شخص اس رات پر ہی بھروسہ نہ کر لے اور ایسا نہ کہے کہ میں نے اس رات میں جو عمل کر لیا ہے، وہ ہزار مہینے سے بہتر ہے؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا ہے، مجھے درجہ عطا ہوا ہے، میں جنت میں جاؤں گا۔ ایسا خیال

نکلے ہیں، میری عزت کی قسم، میرے جلال کی قسم، میری علوشان کی قسم، میری بلندی مرتبے کی قسم، ان لوگوں کی دعاء ضرور قبول کروں گا، پھر ان لوگوں کو خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ جاؤ تمہارے گناہ معاف کر دیے ہیں اور تمہاری برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیا ہے، پس یہ لوگ عید گاہ سے ایسے حال میں لوٹتے ہیں کہ ان کے گناہ معاف ہو چکے ہوتے ہیں۔

فيرجعون مغفوراً لهم (رواه البيهقي في شعب الإيمان / الصيام / في ليلة العيد ويومها ۳/ ۳۴ رقم: ۳۷۱۷ كذا في المشكاة: ۱۸۲)

فائدہ: حضرت جبریلؑ کا ملائکہ کے ساتھ آنا، خود قرآن پاک میں بھی مذکور ہے، جیسا کہ پہلے گزر چکا اور بہت سی احادیث میں بھی اس کی تصریح ہے، رسالے کی سب سے اخیر حدیث میں اس کا مفصل ذکر آ رہا ہے کہ حضرت جبریلؑ تمام فرشتوں کو تقاضا فرماتے ہیں کہ ہر ذاکر و شاکر کے گھر جائیں اور ان سے مصافحہ کریں، غالیۃ الموعظ میں حضرت اقدس شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی غنیۃ سے نقل کیا ہے کہ ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے کہ فرشتے حضرت جبریلؑ کے کہنے سے متفرق ہو جاتے ہیں اور کوئی گھر چھوٹا بڑا جنگل یا کشتی ایسی نہیں ہوتی، جس میں کوئی مؤمن ہو اور وہ فرشتے مصافحہ کرنے کے لیے وہاں نہ جاتے ہوں؛ لیکن اس گھر میں داخل نہیں ہوتے، جس میں کتا یا سور ہو یا حرام کاری کی وجہ سے جنبی یا تصویر ہو۔

مسلمانوں کے کتنے گھر ایسے ہیں، جن میں محض زینت کی خاطر تصویریں لٹکائی جاتی ہیں، اللہ کی اتنی بڑی نعمت اور رحمت سے اپنے ہاتھوں اپنے کو محروم کرتے ہیں، تصویر لٹکانے والا ایک آدھ ہوتا ہے، مگر اس گھر میں رحمت کے فرشتوں کے داخل ہونے سے روکنے کا سبب بن کر سارے ہی گھر کو اپنے ساتھ محروم رکھتا ہے۔ (فضائل رمضان: ۶۰۳، ۶۰۴)

حضور ﷺ نے فرمایا: ”مبادا انکار کر بیٹھتا اور میرے کہنے پر انکار کفر ہو جاتا، تیرے کہنے سے انکار پر کفر نہیں ہوگا۔“ تو اسی طرح حق سبحانہ و تقدس کی رحمت نے گوارہ نہ فرمایا کہ اس عظمت والی رات کے معلوم ہونے کے بعد کوئی گناہ پر جرأت کرے۔

منجملہ ان وجوہات کے ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ تعین کی صورت میں اگر کسی شخص سے وہ رات اتفاقاً چھوٹ جاتی تو آئندہ راتوں میں افسردگی وغیرہ کی وجہ سے پھر کسی رات کا بھی جاگنا نصیب نہ ہوتا اور اب رمضان کی ایک دورات تو کم از کم ہر شخص کو میسر آ جاتی ہے۔

(ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ) جتنی راتیں طلب میں خرچ ہوتی ہیں، ان سب کا مستقل ثواب علیحدہ ملے گا، ان کے علاوہ اور بھی مصالح ہو سکتے ہیں، ایسے ہی امور کی وجہ سے عادتہ اللہ یہ جاری ہے کہ اس نوع کی اہم چیزوں کو مخفی فرما دیتے ہیں؛ چنانچہ اسم اعظم کو پوشیدہ فرما دیا، اسی طرح جمعہ کے دن ایک وقت خاص مقبولیت دعاء ہے، اس کو بھی مخفی فرمایا ہے۔ ایسے ہی اور بہت سی چیزیں اس میں شامل ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جھگڑے کی وجہ سے اس خاص رمضان المبارک میں تعین شب قدر بھلا دی گئی ہو، اور اس کے بعد دیگر مصالح مذکورہ کی وجہ سے ہمیشہ کے لیے تعین ہٹا دی ہو۔ (فضائل رمضان: ۶۰۸)۔

علامہ زنجشیریؒ نے کہا: ”شاید شب قدر کی پوشیدگی میں یہ حکمت اور مصلحت ہے کہ اس کو تلاش کرنے والا، سال کی اکثر راتوں میں اس کو طلب کرے؛ تاکہ اس کو پالینے سے اس کی عبادت کا اجر و ثواب بہت زیادہ ہو جائے۔“

دوسرے یہ کہ لوگ اس کے معلوم و متعین ہونے کی صورت میں، صرف اسی رات میں عبادت کر کے بہت بڑا فضل و ثواب حاصل کر لیا کرتے اور اس پر بھروسہ کر کے دوسری راتوں کی عبادت میں کوتاہی کیا کرتے؛ اس لیے بھی اس کو پوشیدہ کر دیا گیا۔ (عمدة القاری: ۲۶۳/۱)۔

لیلۃ القدر کی تعین

کلام مجید میں اللہ رب العزت نے ایک جگہ ارشاد فرمایا: ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ﴾ یعنی ماہ رمضان جس میں قرآن نازل کیا گیا اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿إِنَّا

اسے سست نہ بنادے، اور اللہ سے غافل نہ ہو جائے۔ ایسا کرنے سے دنیاوی امیدیں اس پر غلبہ پالیں گی اور وہ اسے ہلاک کر دیں گی، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ان کی عمر کے بارے میں بھی بے خبر رکھا ہے۔ اگر ہر شخص کو اپنی عمر کا پتہ ہو جاتا تو وہ کہتا کہ ابھی تو مرنے میں بہت دن پڑے ہیں، اس وقت دنیاوی لطف اٹھالیں، موت کا وقت آئے گا تو توبہ کر لیں گے، خدا کی عبادت کر لیں گے اور نیکو کار بن جائیں گے۔

عمر سے اس لیے بے خبر رکھا گیا کہ آدمی ہر وقت ڈرتا رہے اور نیک کام کرے ہمیشہ توبہ کرے اور جو شخص ایسا کرے اسے دنیا کی لذتیں حاصل ہوں گی اور آخرت میں خدا کے عذاب سے چھوٹ جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پوشیدہ رکھا گیا ہے: (۱) لوگوں کی عبادت پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا مندی ظاہر کرنے کو، (۲) گناہوں پر اپنا غضب اور غصہ ظاہر کرنے کو، (۳) وسطیٰ نماز کو دوسری نمازوں سے، (۴) اپنے دوستوں کو عام لوگوں کی نظروں سے، (۵) اور رمضان کے مہینے میں شب قدر کو۔ (غنیۃ الطالبین، ۳۸۰)۔“

127

شب قدر کے مخفی رکھے جانے کی حکمتیں

علماء نے شب قدر کے مخفی رکھے جانے میں چند مصالح ارشاد فرمائیں ہیں: اول یہ ہے کہ اگر تعین باقی رہتی تو بہت سی کوتاہ طابع، ایسی ہوتیں کہ اور راتوں کا اہتمام بالکل ترک کر دیتیں اور اس صورت موجودہ میں اس احتمال پر کہ آج ہی شاید شب قدر ہو، متعدد راتوں میں عبادت کی توفیق طلب والوں کو نصیب ہو جاتی ہے۔ دوسری یہ کہ بہت سے لوگ ہیں کہ معاصی کیے بغیر ان سے رہا ہی نہیں جاتا، تعین کی صورت میں اگر باوجود معلوم ہونے کے اس رات میں معصیت میں جرأت کی جاتی تو سخت اندیشہ تھا، نبی کریم ﷺ ایک مرتبہ مسجد میں تشریف لائے کہ ایک صحابی سو رہے تھے، آپ ﷺ نے حضرت علیؓ سے ارشاد فرمایا کہ ان کو جگا دو؛ تاکہ وضو کر لیں، حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ نے جگا تو دیا؛ مگر حضور ﷺ سے پوچھا کہ آپ ﷺ تو خیر کی طرف بہت تیزی سے چلنے والے ہیں؛ آپ ﷺ نے خود کیوں نہ جگا دیا؟

فائدہ: جمہور علماء کے نزدیک اخیر عشرہ، اکیسویں رات سے شروع ہوتا ہے، عام ہے کہ مہینہ ۲۹ کا ہو یا ۳۰ کا۔ اس حساب سے حدیث بالا کے مطابق شبِ قدر کی تلاش ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹ راتوں میں کرنا چاہیے، اگر مہینہ انتیس کا ہو، تب بھی اخیر عشرہ یہی کہلاتا ہے؛ مگر ابن حزمؒ کی رائے ہے کہ عشرہ کے معنی دس کے ہیں؛ لہذا اگر تیس کا چاند رمضان المبارک کا ہو، تب تو یہ ہے؛ لیکن اگر انتیس کا چاند ہو تو اس صورت میں اخیر عشرہ بیسویں شب سے شروع ہوتا ہے، اور اس صورت میں طاق راتیں یہ ہوں گی: ۲۰، ۲۲، ۲۴، ۲۶، ۲۸۔

لیکن نبی کریم ﷺ لیلۃ القدر ہی کی تلاش میں رمضان المبارک کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے اور وہ بالاتفاق اکیسویں شب سے شروع ہوتا ہے؛ اس لیے بھی جمہور کا قول اکیسویں رات سے طاق راتوں میں قوی احتمال ہے زیادہ رائج ہے؛ اگرچہ احتمال اور راتوں میں بھی ہے اور جب دونوں قولوں پر تلاش ممکن ہے کہ بیسویں شب سے لے کر عید کی رات تک، ہر رات میں جاگتا رہے، اور شبِ قدر کی فکر میں لگا رہے۔ ۱۰، ۱۱، ۱۲ راتیں کوئی ایسی اہم یا مشکل چیز نہیں، جن کو جاگ کر گزار دینا، اس شخص کے لیے کچھ مشکل ہو، جو ثواب کی امید رکھتا ہو۔

آنحضرت ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب رمضان کا اخیر عشرہ ہوتا تو کمر باندھ لیتے، یعنی عبادت کا بہت زیادہ اہتمام فرماتے، اور شب بیداری کرتے، اور گھر والوں یعنی ازواج مطہرات کو اور صاحبزادیوں کو جگاتے (البخاری / فضل لیلۃ القدر / العمل فی العشر الاواخر من رمضان: ۱ / ۲۷۱ رقم / ۲۰۲۴ و مسلم: الاعتکاف / الاجتہاد فی العشر الاواخر من رمضان: ۱ / ۳۷۲ رقم: ۱۱۷۴ / ۷)۔ (فضائل اعمال: ۶۰۰)

اور احکام اعتکاف میں ہے: ”حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شبِ قدر عشرہ اخیرہ کی طاق راتوں میں ہے ۲۱-۲۳-۲۵-۲۷-۲۹، اور بعض حدیثوں میں مطلق عشرہ اخیرہ بھی آیا ہے، دونوں حدیثوں کے ملانے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یا تو ایک حدیث دوسری کی تفسیر ہے اور یا اکثر تو شبِ قدر طاق راتوں میں ہوتی ہے؛ لیکن کبھی کبھی جفت راتوں (مثلاً ۲۲-۲۳) میں بھی ہو جاتی ہے، نیز بعض لوگوں کو جفت راتوں میں شبِ قدر ہونا، مکشوف بھی ہوا ہے (کشف سے معلوم ہوا ہے) تو قوی اور تندرست لوگوں کو یہ مناسب ہے کہ وہ آخری عشرہ کی رات میں اور راتوں سے زیادہ عبادت کریں، اور کمزوروں کے

انزلناہ فی لیلۃ القدر ﴿﴾ بیشک ہم نے قرآن کو شبِ قدر میں اتارا ہے اور ان دونوں آیتوں میں نزولِ فنی، یعنی پورا قرآن ایک ساتھ نازل ہونا مراد ہے، تو اس سے معلوم ہوا کہ لیلۃ القدر رمضان ہی میں ہے؛ کیونکہ اگر لیلۃ القدر رمضان کے علاوہ دوسرے مہینے میں ہو تو قرآن پاک کی آیتوں میں تعارض لازم آئے گا کہ ایک آیت سے تو رمضان میں اور دوسری آیت سے غیر رمضان میں ثابت ہو، جو کہ محال ہے۔

اور حدیثوں سے بھی شبِ قدر کا اخیر عشرے میں ہونا معلوم ہوتا ہے، پس جب شبِ قدر میں قرآن نازل ہوا تو آخری عشرے میں اس کا نازل ہونا ثابت ہو گیا اور رمضان کی فضیلت کے ساتھ عشرہ اخیرہ کی فضیلت بھی اسی آیت سے ثابت ہو گئی اور فضیلت بھی بہت بڑی کہ اس میں قرآن نازل ہوا ہے؛ کیونکہ قرآن مجید ایک عظیم الشان کتاب ہے؛ اس لیے جس زمانے میں وہ نازل ہوگی، وہ زمانہ بھی ضرور مبارک اور مشرف ہوگا اور اس فضیلت کی قدر کوئی عاشقوں کے دل سے پوچھے کہ جس زمانے میں ان کو محبوب کے خط کی زیارت ہوتی ہے، وہ زمانہ ان کے نزدیک کس قدر معزز و مشرف ہوتا ہے، قرآن شریف بھی کلام خداوندی ہے اور خدا تعالیٰ محبوبِ حقیقی ہے، پس وہ زمانہ کہ جس میں محبوبِ حقیقی کا کلام نازل ہو؛ کیوں مبارک و مشرف نہ ہوگا۔

لیلۃ القدر کو رمضان کی طاق راتوں میں تلاش کیا کرو؛ اس لیے جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ شبِ قدر، رمضان کے اخیر عشرہ میں ہوتی ہے۔ (احکام اعتکاف / مفتی زید صاحب: ۴۶)

شبِ قدر کا طاق راتوں میں ہونا اور طاق راتوں سے مراد

حضرت عائشہؓ نبی اکرم ﷺ سے نقل فرماتی ہیں کہ لیلۃ القدر کو رمضان کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کیا کرو۔

عن عائشۃؓ قالت: قال رسول اللہ ﷺ: تَحَرُّوا لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر من رمضان. (البخاری / فضل لیلۃ القدر / تحری لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر: ۱ / ۲۷۰ رقم: ۲۰۱۷)

شب قدر کے بارے میں علماء کے اقوال

شب قدر کی تعیین میں روایات مختلف ہیں؛ اسی وجہ سے علماء کے درمیان میں اس کے بارے میں بہت کچھ اختلاف ہے؛ جیسا کہ پہلے ذکر ہوا کہ پچاس کے قریب علماء کے اقوال ہیں۔ روایات کے بکثرت اختلاف کی وجہ محققین کے نزدیک یہ ہے کہ یہ رات کسی تاریخ کے ساتھ مخصوص نہیں؛ بلکہ مختلف سالوں میں مختلف راتوں میں ہوتی ہے، جس کی وجہ سے روایات مختلف ہیں کہ ہر سال نبی کریم ﷺ نے اس سال کے متعلق مختلف راتوں میں تلاش کا حکم فرمایا اور بعض سالوں میں متعین طور سے بھی ارشاد فرمایا؛ چنانچہ ابو ہریرہؓ کی ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ کی مجلس میں ایک مرتبہ شب قدر کا ذکر آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ آج کون سی تاریخ ہے؟ عرض کیا گیا کہ ۲۲ ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ آج ہی کی رات میں تلاش کرو، حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ شب قدر نبی علیہ السلام کے زمانے کے ساتھ خاص رہتی ہے یا بعد میں بھی ہوتی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ قیامت تک رہے گی۔ میں نے عرض کیا کہ رمضان کے کس حصے میں ہوتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ عشرہ اول اور عشرہ اخیرہ میں تلاش کرو، پھر حضور ﷺ اور باتوں میں مشغول ہو گئے۔ میں نے موقع پا کر عرض کیا۔ اُجی یہ تو بتلا ہی دیجئے کہ عشرہ کے کون سے حصے میں ہوتی ہے۔ حضور ﷺ اتنے ناراض ہوئے کہ نہ اس سے قبل مجھ پر اتنے خفا ہوئے تھے، نہ بعد میں اور فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ شانہ کا یہ مقصود ہوتا تو بتلا نہ دیتے، آخر کی سات رات میں تلاش کرو، بس اس کے بعد اور کچھ نہ پوچھو۔ ایک صحابیؓ کو حضور ﷺ نے ۲۳ ویں شب متعین طور پر ارشاد فرمائی۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں سو رہا تھا، مجھے خواب میں کسی نے کہا کہ اُٹھ آج شب قدر ہے، میں جلدی سے اُٹھ کر حضور ﷺ کی خدمت میں گیا تو آپ ﷺ کی نماز کی نیت بندھ رہی تھی اور یہ رات ۲۳ ویں شب تھی۔ بعض روایات میں متعین طور سے ۲۲ ویں شب کا ہونا بھی معلوم ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ارشاد ہے کہ: جو شخص تمام سال رات کو جاگے وہ شب قدر کو پاسکتا ہے، (شب قدر تمام سال میں دائر رہتی ہے) کسی نے ابن کعبؓ

لیے یہ مناسب ہے کہ وہ کم از کم طاق راتوں میں ضرور جاگ لیں۔ (احکام اعتکاف مفتی زید صاحب: ۲۸)۔

نوٹ: بیسواں روزہ گذر کر جورات آئے گی، وہ اکیسویں شب ہے، شریعت میں تاریخ رات سے شروع ہوتی ہے اور رات پہلے ہوتی ہے، دن بعد میں ہوتا ہے؛ اس لیے اکیسویں تاریخ سے پہلے جورات آئے گی، وہ اکیسویں شب ہوگی، اسی طرح اور راتیں ہیں، یہ پانچ راتیں ہیں جن میں شب قدر کا احتمال ہے، یعنی اکیسویں شب، تیسویں شب، پچیسویں شب، ستائیسویں شب، اثنیسویں شب۔ (احکام اعتکاف مفتی زید صاحب: ۵۰)

حق تعالیٰ کی عنایت اور عجیب حکمت

شریعت نے ہماری راحت کی کس قدر رعایت کی ہے کہ لیالی قدر (شب قدر کے مواقع) پے درپے (مسلل اور لگاتار) نہیں ہیں؛ بلکہ طاق راتیں ہیں، یعنی ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹، ۳۱ راتیں، بیچ میں ایک ایک رات کا فصل رکھا ہے؛ تاکہ ایک رات زیادہ جاگ کر بیچ کی رات میں سولو۔

سبحان اللہ اس میں عجیب حکمت ہے کہ شب قدر کی تاریخ متعین نہیں کی؛ کیوں کہ مقصود تو پانچ راتوں میں جگانا ہے، پھر سبحان اللہ اس میں یہ کیسا اعتدال کہ متواتر پانچ راتوں میں نہیں جگایا، ایک رات جگایا اور ایک رات سلایا اور پھر اس سونے میں بھی ثواب جاگنے ہی کا دیا اور یہ بات میں اپنی طرف سے گھڑ کر نہیں کہتا، حدیث سے ثابت ہے، حدیث شریف میں ہے کہ ”اگر کوئی شخص اللہ کی راہ میں گھوڑا پالے تو اس کی لید، اس کا پیشاب سب وزن ہو کر اس کو نیکیاں ملیں گی“ کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ میزان میں لید رکھ دی جائے گی، تو جب اس کے گھوڑے کی لید اور پیشاب میں بھی ثواب ہے، کیونکہ وہ گھوڑا ثواب کا ذریعہ تھا، حالانکہ اس کے ارادے سے ہوا۔

تو یہاں یہ سونا بھی جب جاگنے کا ذریعہ ہے اور وہ ذریعہ ہے عبادت کا تو اسی عبادت کے ارادے سے اس میں کیوں ثواب نہ ملے گا۔ (احکام اعتکاف مفتی زید صاحب: ۵۰)

الرابع: إنها ممكنة في جميع السنّة، وهو قول مشهور عن الحنفية، حكاه قاضي خان و أبو بكر الرازي منهم.

الخامس: إنها مختصة برمضان ممكنة في جميع لياليه، وهو قول ابن عمر و مروّي عن أبي حنيفة، وقال به ابن المنذر المحاملي و بعض الشافعية، ورجحه السبكي و حكاها ابن الحاجب.

السادس: إنها ليلة معينة مبهمة، قاله النسفي في منظومه.

السابع: إنها أول ليلة من رمضان، حكى عن ابن أبي رزين العقيلي الصحابي، و روى ابن أبي عاصم عن أنس.

الثامن: إنها ليلة النصف من رمضان، حكاه شيخنا ابن الملقن في شرح العمدة.

التاسع: إنها ليلة النصف من شعبان حكاه القرطبي في المفهم و كذا نقله السروجي عن صاحب الطراز، ثم رأيت في شرح السروجي عن "المحيط": إنها في النصف الأخير.

العاشر: إنها ليلة سبع عشرة من رمضان، روى ابن أبي شيبة و الطبراني من حديث زيد ابن أرقم، و أخرجه أبو داود عن ابن مسعود أيضاً.

الحادي عشر: إنها مبهمة في العشر الوسيط، حكاه النووي، عزاه الطبراني إلى عثمان ابن أبي العاص و الحسن البصري، و قال به بعض الشافعية.

الثاني عشر: إنها ليلة ثمان عشرة، قرأه بخط القطب الحلبي في شرحه، و رواه ابن الجوزي في "مشكله".

الثالث عشر: إنها ليلة تسع عشرة، رواه عبد الرزاق عن علي بن رضي الله عنه - و عزاه الطبري إلى زيد بن ثابت. و وصله الطحاوي عن ابن مسعود.

الرابع عشر: إنها أول ليلة من العشر الأخير، و إليه مال الشافعي، و جزم به جماعة من أصحابه، ولكن قال السهيلي: إنه ليس مجزوماً به عند هم.

الخامس عشر: مثل الذي قبله؛ إلا أنها كان الشهر تاماً، فهي ليلة العشرين، و إن كان ناقصاً، فهي ليلة إحدى و عشرين، و هكذا في جميع العشر، وهو قول ابن حزم، و دليله مارواه أحمد و الطحاوي من حديث عبد الله بن أنس.

السادس عشر: إنها ليلة اثنين و عشرين، و دليله ما أخرجه أحمد من حديث عبد الله ابن أنيس مرفوعاً و روى ابن أبي شيبة عن معاوية، و رواه إسحاق في مسنده من طريق أبي حازم و عبد الرزاق عن معمر، و من طريق يونس بن سيف أيضاً.

سے اس کو نقل کیا تو وہ فرمانے لگے کہ: ابن مسعودؓ کی غرض یہ ہے کہ لوگ ایک رات پر قناعت کر کے نہ بیٹھ جائیں، پھر قسم کھا کر یہ بتلایا کہ وہ ۲۷ رمضان کو ہوتی ہے۔ اور اسی طرح سے بہت سے صحابہؓ اور تابعینؓ کی رائے ہے کہ وہ ۲۷ راتوں میں ہوتی ہے، ابی بن کعبؓ کی تحقیق یہی ہے، ورنہ ابن مسعودؓ کی تحقیق وہی ہے کہ جو شخص تمام سال جاگے، وہ اس کو معلوم کر سکتا ہے، اور دُرّ منثور کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ سے یہی نقل کرتے ہیں، ائمہ میں سے بھی امام ابوحنیفہؒ کا مشہور قول یہ ہے کہ یہ تمام سال میں دائر رہتی ہے، صاحبین کا قول یہ ہے کہ تمام رمضان کی کسی ایک رات میں ہے، جو متعین ہے مگر معلوم نہیں، شافعیہ کا رائج قول یہ ہے کہ ۲۱ راتوں میں ہونا اقرب ہے، امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کا قول یہ ہے کہ رمضان کے آخر عشرہ کی طاق راتوں میں دائر رہتی ہے، کسی سال کسی رات میں اور کسی سال کسی دوسری رات میں، جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ ستائیسویں رات میں زیادہ امید ہے۔ (فضائل اعمال: ۶۰۹) (۱)

130

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں شب قدر کے سلسلے میں ۴۵ اقوال نقل فرمائے ہیں، جن کو علامہ عبدالحی لکھنویؒ نے "الإيضاح في حكم الاعتكاف" میں نقل فرمایا ہے، فائدے کی غرض سے اسے نقل کیا جاتا ہے:

قال الحافظ في "الفتح": وقد اختلف العلماء في ليلة القدر اختلافاً كثيراً، قال ابن العربي: الصحيح أنها لا تُعلم، و أنكر هذا النووي، وقال: قد تظاّرت الأحاديث بإمكان العلم بها، و أخبر به جماعة من الصالحين، فلا معنى لإنكار ذلك، و بالجملة يحصل لنا من مذاهم في ذلك أكثر من أربعين قولاً، كما وقع لنا نظير ذلك في ساعة الجمعة، و قد اشتركا في إخفاء كل منهما يقع الجدفي طلبها.

القول الأول: إنها رفعت أصلاً و رأساً، حكاه المتولي في التسمية عن الروافض والفكاهاني في "شرح العمدة" عن الحنفية، و كأنه خطأ منه، والذي حكاه السروجي أنه قول الشيعة.

الثاني: إنها خاصة بسنة واحدة وقعت في زمن رسول الله ﷺ، حكاه الفاكهاني أيضاً.

الثالث: إنها خاصة بهذه الأمة، و لم يكن في من قبلهم، جزم به ابن حبيب وغيره من المالكية، ونقله عن الجمهور صاحب "العمدة" من الشافعية ورجحه.

الثالث والثلاثون: إنها تنتقل في النصف الأخير، ذكره صاحب "المحيط" عن أبي يوسف ومحمد، وحكاه إمام الحرمين عن صاحب "التقريب".

الرابع والثلاثون: إنها ليلة ست عشرة أو سبع عشرة، رواه الحارث بن أبي أسامة عن حديث عبد الله بن الزبير.

الخامس والثلاثون: إنها ليلة سبع عشرة، أو تسع عشرة، أو إحدى وعشرين، رواه سويد بن منصور عن حديث أنس بإسناد ضعيف.

السادس والثلاثون: أول ليلة من رمضان آخر ليلة منه، رواه ابن أبي عاصم عن حديث أنس بإسناد ضعيف.

السابع والثلاثون: إنها أول ليلة أو تاسع ليلة، أو سابع عشرة، أو إحدى وعشرين، أو آخر ليلة، رواه ابن مردويه في تفسيره عن أنس بإسناد ضعيف.

الثامن والثلاثون: إنها ليلة تسع عشرة أو إحدى عشرة أو ثلاث وعشرين، رواه أبو داود عن حديث ابن مسعود بإسناد فيه مقال، وعبد الرزاق عن حديث علي بسند منقطع أيضاً.

التاسع والثلاثون: ليلة ثلاث وعشرين، وهو مأخوذ من حديث ابن عباس، ولأحمد عن حديث نعمان بن بشير.

القول الموفى للأربعين: ليلة إحدى وعشرين، أو ثلاث وعشرين أو خمس وعشرين، كما سيأتي من حديث عبادة بن الصامت.

الحادي والأربعون: إنها منحصرة في السبع الأواخر من رمضان؛ لحديث ابن عمر في الباب الذي قبله.

الثاني والأربعون: إنها ليلة اثنين وعشرين أو ثلاث وعشرين؛ لحديث عبد الله بن أنيس عن أحمد.

الثالث والأربعون: إنها في أشفاح العشر الوسط أو العشر الأخير، قرأته بخط مغلط.

الرابع والأربعون: إنها ليلة الثالثة من العشر الأواخر أو الخامسة منه، رواه أحمد عن حديث معاذ بن جبل، الفرق بينه وبين ما تقدم أن الثالثة يحتمل ثلاث وعشرين وليلة سبع وعشرين.

الخامس والأربعون: إنها في سبع أو ثمان من أول النصف الثاني، رواه الطحاوي عن طريق عطية بن عبد الله بن أنيس، هذا جملة ما ذكره الحافظ في "الفتح"، وأوردناه مختصراً. (الإنصاف في حكم الاعتكاف: ۲/ ۲۰، ۲۲)

الثامن عشر: إنها ليلة أربع وعشرين، كما تقدم من حديث ابن عباس، وروى الطيالسي عن حديث أبي نصر، وروى ذلك عن ابن مسعود، والشعبي والحسن وقاتدة، وحجتهم حديث واصله، وما رواه أحمد عن طريق ابن لهيعة.

التاسع عشر: إنها ليلة خمس وعشرين، حكاه ابن العربي في العارضة، وعزاه ابن العربي في "المشكل" إلى أبي بكر.

القول الموفى للعشرين: إنها ليلة ست وعشرين، وهو لم أر صريحاً سوى ما قاله العياض.

الحادي والعشرون: إنها ليلة سبع وعشرين، وهو الجادة من مذهب أحمد، ورواية عن أبي حنيفة، وبه جزم ابن كعب، وحكاه صاحب "الحلية" من الشافعية عن أكثر العلماء.

الثاني والعشرون: إنها ليلة ثمان وعشرين، وقد تقدم توجيهه قبل.

القول الثالث والعشرون: إنها ليلة تسع وعشرين، حكاه ابن العربي.

الرابع والعشرون: إنها ليلة الثلاثين، حكاه عياض والسروجي في شرح "الهداية" ورواه محمد بن نصر والطبري عن معاوية وأحمد عن طريق أبي سلمة عن أبي هريرة.

الخامس والعشرون: إنها في أواخر العشر الأخير، وعليه يدل حديث عائشة وغيرها، وهو أرجح الأقوال، وصار إليه أبو ثور المزني، وابن خزيمة، وجماعة من علماء المذهب.

السادس والعشرون: مثله، بزيادة الليلة الأخيرة، ورواه الترمذي عن حديث أبي بكر، وأحمد عن حديث عبادة بن الصامت.

السابع والعشرون: ينتقل في العشر الأخير، قاله أبو قلابه، ونص عليه مالك والثوري وأحمد وإسحاق، وزعم الماوردي أنه متفق عليه، ثم اختلفوا في تعيينها على ما تقدم، فمنهم من قال: هي محتملة، نقله الرافعي عن مالك، وضعفه ابن الحاجب، ومنهم من قال: بعض لياليه أرجح من بعض، فقال الشافعي: أرجاها ليلة إحدى وعشرين، وهو القول الثامن والعشرون، وقيل: أرجاها الثالث والعشرون، وهو القول التاسع والعشرون، وقيل: أرجاها ليلة سبع وعشرين، وهو القول الثلاثون.

الحادي والثلاثون: تنتقل في جميع السبع الأواخر، وقد تقدم المراد منه في حديث ابن عمر، ويخرج من ذلك القول الثاني والثلاثون.

شبِ قدر کے بارے میں ان لوگوں کے اقوال

جو یہ کہتے ہیں کہ شبِ قدر پورے سال میں دائر رہتی ہے

امام ابو حنیفہؒ کا مشہور قول یہ ہے کہ شبِ قدر تمام سال میں دائر رہتی ہے، یہی رائے شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ کی ہے، صحابہ میں سے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عکرمہؓ سے یہی منقول ہے، شیخ العارفین محی الدین ابن عربیؒ کہتے ہیں: ”میرے نزدیک ان لوگوں کا قول زیادہ صحیح ہے جو کہتے ہیں کہ تمام سال میں دائر رہتی ہے؛ اس لیے کہ میں نے دو مرتبہ اس کو شعبان میں دیکھا ہے۔“ قال في الشامي: وذكره في البحر عن الخانية أن المشهور عن الإمام أنها تدور أي في السنة كلها، قلت: ويؤيده ما ذكره سلطان العارفين سيدي محي الدين ابن عربي في فتوحاته المكيّة بقوله: واختلّف الناس في ليلة القدر أعني في زمانها، فمنهم من قال: هي في السنة كلها تدور أقول: فإنني رأيتها في شعبان، وفي شهر ربيع وفي شهر رمضان وأكثر ما رأيتها في شهر رمضان وفي العشر الآخر منه. (شامي: ۳/ ۴۴۶) وفي شرح الزرقاني للموطأ: فقال ابن مسعود وابن عباس وعكرمة وغيرهم رضي الله تعالى عنهم: في جميع السنة وهو قول مشهور للمالكية والحنفية. (شرح الزرقاني على الموطأ: ۲/ ۲۹۴)

ليلة القدر کے بارے میں شاہ ولی اللہ کی رائے

ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ شبِ قدر سال میں دو مرتبہ ہوتی ہے، ایک وہ رات ہے جس میں احکام خداوندی نازل ہوتے ہیں، اور اسی رات میں قرآن مجید لوح محفوظ سے اترتا ہے، یہ رات رمضان کے ساتھ مخصوص نہیں ہے تمام سال میں دائر رہتی ہے؛ لیکن جس سال قرآن پاک نازل ہوا، اس سال رمضان المبارک میں تھی اور اکثر رمضان

شبِ قدر کے بارے میں امام صاحب

اور صاحبین رحمہم اللہ کا اختلاف

شبِ قدر کے بارے میں امام صاحبؒ کی رائے یہ ہے کہ رمضان میں اس کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے؛ بلکہ اس میں تقدیم و تاخیر ممکن ہے، اور حضرات صاحبین رحمہم اللہ کی رائے یہ ہے کہ رمضان میں اس کا وقت متعین ہے اور وہ رمضان شریف کا نصف اخیر ہے، امام صاحب اور صاحبین رحمہم اللہ کے درمیان اختلاف کا نتیجہ اس صورت میں ظاہر ہوگا کہ اگر کوئی شخص رمضان کے نصف اخیر میں اپنی بیوی سے یہ کہے کہ ”تجھے شبِ قدر میں طلاق ہے“ تو صاحبین رحمہم اللہ کے نزدیک اس وقت تک طلاق واقع نہ ہوگی، جب تک کہ رمضان کے نصف اخیر میں اس کے قسم کھانے کا وقت نہ آجائے، اور امام صاحبؒ کے نزدیک اس وقت تک طلاق واقع نہ ہوگی، جب تک کہ آئندہ مکمل رمضان نہ گزر جائے، واضح رہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے، جبکہ قائل فقیہ ہو، اختلاف سے واقف ہو، اگر کہنے والا عامی شخص ہے تو اسی رمضان کی ستائیسویں تاریخ کو طلاق واقع ہو جائے گی؛ کیونکہ عوام میں مشہور ہے کہ شبِ قدر ستائیسویں رمضان کو ہے۔ وفي المحيط: قال أبو حنيفة: ليلة القدر في رمضان يتقدم ويتأخر، وقال أبو يوسف ومحمد هي ليلة متعينة في النصف الأخير من رمضان، فلو قال لامراته: أنت طالق ليلة القدر، فإن كان عامياً تطلق السابع والعشرين من رمضان من تلك السنة؛ لأن العوام يعرفونها ليلة القدر، وإن كان فقيهاً يعرف الخلاف فإن حلف قبل رمضان تطلق بمضيّه، أي عندهم جميعاً، وإن حلف في النصف الأخير، لا تطلق عندهما حتى يجيء وقت حلفه من النصف الأخير من رمضان القابل ولا تطلق عند أبي حنيفة حتى يمضي رمضان القابل وعليه الفتوى. (شرح نفايه: ۱۸۰)

شب قدر کی چند علامتیں

حضرت عبادہؓ نے نبی کریم ﷺ سے شب قدر کے بارے میں دریافت کیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ رمضان کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں ہے ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹، ۳۱ یا رمضان کی اخیر رات میں، جو شخص ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے اس رات میں عبادت کرے اس کے پچھلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں، اس رات کی منجملہ اور علامتوں کے یہ ہے کہ وہ رات کھلی ہوئی چمکدار ہوتی ہے، صاف و شفاف نہ زیادہ گرم، نہ زیادہ ٹھنڈی؛ بلکہ معتدل گویا کہ اس میں (انوار کی کثرت کی وجہ سے) چاند نکلا ہوا ہے، اس رات میں صبح تک آسمان کے ستارے شیطین کو نہیں مارے جاتے، اور اس کی علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس کے بعد کی صبح کو آفتاب بغیر شعاع کے طلوع ہوتا ہے، ایسا بالکل ہموار تکیہ کی طرح ہوتا ہے، جیسا کہ چودھویں رات کا چاند، اللہ جل شانہ نے اس دن کے آفتاب کے طلوع کے وقت شیطان کو اس کے ساتھ نکلنے سے روک دیا۔

عن عبادة بن الصامت أنه سأل رسول الله ﷺ عن ليلة القدر فقال في رمضان في العشر الأواخر فإنها في ليلة وتر في إحدى وعشرين أو ثلث وعشرين أو خمس وعشرين أو سبع وعشرين أو تسع وعشرين أو آخر ليلة ن رمضان، من قامها إيماناً واحتساباً غفر له ما تقدم من ذنبه، ومن أماراتها: ليلة بلجة صافية ساكنة ساجية لا حارة ولا باردة كان فيها قمراً ساطعاً ولا يحل لنجم أن يرمى به تلك الليلة حتى الصباح، من أماراتها أن الشمس تطلع صبيحتها لا شعاع لها مستوية كأنها القمر ليلة البدر وحرّم الله الشياطين أن يخرج معها يومئذ (أحمد ۵/ ۳۲۴ رقم: ۲۲۷۶۵ والبيهقي ۴/ ۳۱۱ رقم: ۸۵۵۰ ومحمد بن نصر وغيرهم كما في الدر المنثور: ۶/ ۶۳۱)

133

المبارک ہی میں ہوتی ہے، اور دوسری شب قدر وہ ہے، جس میں روحانیت کا ایک خاص انتشار ہوتا ہے اور ملائکہ بکثرت زمین پر اترتے ہیں، اور شیاطین دور رہتے ہیں، دعائیں اور عبادتیں قبول ہوتی ہیں، یہ رمضان میں ہوتی ہے، اور اخیر عشرہ کی وتر راتوں میں ہوتی ہے اور بدلتی رہتی ہے، میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ و بر مضجعہ اسی قول کو راجح فرماتے تھے، جو حضرات کہتے ہیں کہ شب قدر سال بھر میں دائر ہے ان کی مراد پہلی شب قدر ہے، اور جو کہتے ہیں کہ رمضان کی آخری دس راتوں میں ہوتی ہے، ان کی مراد دوسری شب قدر ہے۔ (فضائل اعمال: ۶۰۹، رحمۃ اللہ الواسعہ ۴/ ۱۶۵)

فائدہ: شب قدر دو ہیں، یہ بات امام اعظم اور صاحبین رحمہم اللہ سے مروی ہے۔ اور اسی کو شاہ صاحب قدس سرہ نے اختیار کیا ہے۔ اور یہ بات حضرت ابن مسعودؓ کے ایک قول کی بناء پر اختیار کی گئی ہے۔ مسلم شریف میں حضرت ابن مسعودؓ کا یہ قول مروی ہے کہ: مَنْ يَقُمْ الْحَوْلَ، يُصَبُّ لَيْلَةَ الْقَدْرِ. (المسلم/ الصيام/ فضل ليلة القدر.. ۱/ ۳۷۰ رقم: ۲۲۰/ ۷۶۲) یعنی جو سال بھر نوافل پڑھے گا، وہ شب قدر کو پالے گا۔ اس ارشاد سے یہ بات سمجھی گئی ہے کہ شب قدر رمضان کے ساتھ خاص نہیں؛ مگر ابی بن کعبؓ نے اس قول کی تاویل کی ہے، ابن مسعودؓ نے یہ بات اس لیے فرمائی ہے کہ لوگ رمضان کے علاوہ راتوں کو ضائع نہ کریں، نیز رسول ﷺ سے بھی پورے سال شب قدر تلاش کرنا مروی نہیں۔ آپ ﷺ رمضان ہی میں شب قدر کو تلاش کیا کرتے تھے اور امت میں بھی اس کا تعامل نہیں؛ حالانکہ یہ ایسی عظمت و برکت والی رات ہے کہ خواص اس کو رمضان کی شب قدر کی طرح ضرور سال بھر تلاش کرتے ہیں؛ اس لیے جمہور کی رائے ہی قرین صواب معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔ (رحمۃ اللہ الواسعہ، ۱۵۶-۱۶۶)

(۶) بعض علماء کا تجربہ ہے کہ اس رات میں سمندروں، کنوؤں کا کھار پانی میٹھا ہو جاتا ہے۔ (العرف الشذی صفحہ ۳۲۷)۔

کچھ تعجب کی بات نہیں، اس رات میں رحمت الہی کی موسلا دھار بارشوں کا اثر اس قسم کی چیزوں میں بھی ظاہر ہو جائے؛ لیکن یہ بھی ضروری نہیں کہ ہمیشہ اور ہر جگہ ہی ہوا کرے۔

(۷) بعض لوگوں کو کوئی خاص قسم کی روشنی وغیرہ بھی نظر آتی ہے؛ لیکن وہ اپنے اپنے حالات پر ہے، یہ کوئی خاص نشانی نہیں ہے، عام لوگوں کو اس کے چکر میں نہ پڑنا چاہیے۔ (رمضان کیا ہے؟ صفحہ ۱۶۰ بحوالہ مسائل شبِ برات و شبِ قدر: ۱۰۹، ۱۱۰)۔ اور احکام اعتکاف مفتی زید صاحب میں ہے:

”شبِ قدر میں حق تعالیٰ شانہ کی تجلی ہوتی ہے اور گو ہمیں ان تجلیات کا دکھائی دینا (اور محسوس ہونا) ضروری نہیں، مگر اس کی پہچان اس سے ہوتی ہے کہ اس رات میں اور دوسری راتوں میں یہ فرق ہوتا ہے کہ اس رات میں دوسری راتوں کی بہ نسبت عبادت میں زیادہ جی لگتا ہے، قلب کو غفلت نہیں ہوتی“ (احکام اعتکاف مفتی زید صاحب: ۵۱)

کیا لیلۃ القدر کی رویت ممکن ہے؟

شبِ قدر کی رویت ممکن ہے، اہل کشف حضرات کو اس کی رویت ہو سکتی ہے، قال فی الشامی: ویراہا من المؤمنین مَنْ شَاءَ اللہ تعالیٰ ومن الملہب من المالکیۃ: لا تمکن رؤیتہا علی الحقیقۃ وهو غلط، وینبغی لمن یراہا أن یکتمہا، ویدعو اللہ تعالیٰ بالإخلاص. (شامی: ۴/۶۴۷)

شبِ قدر میں کیا ہر چیز سجدہ ریز ہوتی ہے؟

ایک صاحب نے عرض کیا کہ یہ مشہور ہے کہ اس شب میں، یعنی لیلۃ القدر میں سب چیزیں سجدہ میں ہوتی ہیں کیا یہ سچ ہے؟ فرمایا: کبھی ایسی حالت کسی کو مکشوف ہو جانا بعید نہیں؛ چنانچہ ایک مرتبہ ہماری پھوپھی صاحبہ نے ایک باردرد یوار گرا ہوا دیکھ کر شور و غل مچایا، بعد میں معلوم ہوا کہ شبِ قدر مکشوف ہوئی تھی، یہ روشنی کا پھیلنا یہ بھی کبھی ہو جاتا ہے، مگر ضروری

(برخلاف اور دنوں کے کہ طلوع آفتاب کے وقت شیطان کا اس جگہ ظہور ہوتا ہے) فائدہ: اس حدیث کا اول مضمون تو سابقہ روایت میں ذکر ہو چکا ہے، آخر میں شبِ قدر کی چند علامات ذکر کی ہیں، جن کا مطلب صاف ہے کسی کی توضیح کا محتاج نہیں، ان کے علاوہ اور بھی بعض علامات روایات میں، اور ان لوگوں کے کلام میں ذکر کی گئی ہیں، جن کو اس رات کی دولت نصیب ہوئی بالخصوص اس رات کے بعد جب صبح کو آفتاب نکلتا ہے تو بغیر شعاع کے نکلتا ہے۔ یہ علامت بہت سی روایات حدیث میں وارد ہوئی ہے، اور ہمیشہ پائی جاتی ہے، اس کے علاوہ اور علامتیں لازمی اور لابدی نہیں ہیں۔ عبدہ بن ابی لبابہ کہتے ہیں کہ میں نے رمضان المبارک کی ستائیسویں شب کو سمندر کا پانی چکھا تو بالکل میٹھا تھا۔ ایوب بن خالد کہتے ہیں کہ مجھے نہانے کی ضرورت ہو گئی، میں نے سمندر کے پانی سے غسل کیا تو بالکل میٹھا تھا اور یہ تیسویں شب کا قصہ ہے۔ (فضائل رمضان: ۶۱۱)

اور ”مسائل شبِ برات و شبِ قدر“ میں ہے: حدیثوں میں شبِ قدر کی کچھ نشانیاں بتائی گئی ہیں، جس رات میں وہ نشانیاں پائی جائیں، سمجھ لو کہ یہ شبِ قدر ہے:

(۱) سب سے صحیح پہچان شبِ قدر کی یہ ہے کہ اس رات کی صبح کو جب سورج نکلتا ہے تو چودھویں رات کے چاند کی طرح بغیر کرنوں کے عام دنوں سے کسی قدر کم روشن ہوتا ہے۔ (یعنی شرح بخاری: ۵/۳۶۵)۔ یہ پہچان بہت سے لوگوں نے آزمائی ہے اور ہمیشہ پائی جاتی ہے۔

(۲) وہ رات کھلی ہوئی روشن ہوتی ہے۔ (مسند احمد رواہ العینی، صفحہ ۳۶۵)۔

(۳) اس رات میں نہ زیادہ ٹھنڈی ہوتی ہے، نہ زیادہ گرمی۔ (ابن کثیر: ۴/۴۳۱)۔

(۴) اس رات میں آسمان سے تارے ٹوٹ ٹوٹ کر ادھر سے ادھر نہیں جاتے۔ (ابن کثیر: ۴/۴۳۱)۔

(۵) امام ابن جریر طبری نے بعض بزرگوں سے نقل کیا ہے کہ اس رات میں ہر چیز زمین پر جھک کر سجدہ کرتی ہے اور پھر اپنی اصلی حالت پر لوٹ آتی ہے۔ (یعنی: ۵/۳۶۵)

لیکن یاد رہے کہ یہ چیز ہر ایک کو نظر نہیں آتی اور شاید کہ بہت سوں کی تو سمجھ میں بھی نہ آئے۔

سے معاف فرمادیں تو اس سے بڑھ کر اور کیا چاہیے، حضرت سفیان ثوریؒ کہتے ہیں کہ اس رات میں دعاء کے ساتھ مشغول ہونا زیادہ بہتر ہے، بہ نسبت دوسری عبادات کے، ابن رجبؒ کہتے ہیں کہ صرف دعاء نہیں؛ بلکہ مختلف عبادات کا جمع کرنا افضل ہے مثلاً: تلاوت، نماز، دعاء اور مراقبہ وغیرہ؛ اس لیے کہ نبی کریم ﷺ سے یہ سب امور منقول ہیں، یہی زیادہ اقرب ہے کہ سابقہ احادیث میں نماز، ذکر وغیرہ کئی چیزوں کی فضیلت گزر چکی ہے۔ (فضائل اعمال: ۶۱۲)

شب قدر کی جستجو

لیلة القدر ان ہی (دس) راتوں میں سے کسی رات میں ہوگی، تو جو شخص ان راتوں کی قدر کر لے گا، وہ لیلة القدر ضرور پالے گا، جو بے قدری کر کے غفلت کی نیند سوئے گا، وہ لیلة القدر سے محروم رہے گا۔

بوستان میں ایک حکایت لکھی ہے کہ کسی شہزادے کا ہیرا رات کے وقت گر گیا تھا، اس نے حکم دیا کہ اس مقام کی تمام کنکریاں جمع کریں، لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ اگر کنکریاں چھانٹ کر جمع کی جائیں تو ممکن تھا کہ ان میں ہیرا نہ آتا، اور جب ساری کنکریاں اٹھالی گئیں تو ان میں ہیرا ضرور آ گیا ہے۔

لیکن خیر ایسے باہمت تو اس وقت کہاں ہیں کہ وہ اس گوہر کی تلاش میں سال بھر بیداری کریں؛ مگر رمضان کے اخیر عشرہ میں ضرور بیدار رہنا اور عبادت کرنا چاہیے؛ کیونکہ ان راتوں میں شب قدر کے ہونے کا ظن غالب ہے اور اگر کوئی شخص نہایت ہی کمزور اور کم ہمت ہو تو خیر وہ کم از کم ستائیسویں رات کو تو ضرور ہی جاگ لے کہ وہ رات اکثر شب قدر کی ہوتی ہے۔ (احکام اعتکاف مفتی زید صاحب: ۴۹)

نہیں جیسا کہ مشہور ہے؛ البتہ یہ بات دائمی ہے کہ اس شب میں قلب کے اندر ایک سرور اور عبادت میں دل لگنا پایا جاتا ہے، اس حالت میں کہ جب چیزوں کا گرا ہوا ہونا یا انوار کا پھیلنا مشاہد ہو (کسی کو نظر آئے) تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس رات کو جس میں یہ ہو دوسری راتوں پر جس میں یہ نہ ہو، کچھ فضیلت ہو، ہاں! البتہ اس حال میں دل لگنے کی حالت زیادہ ہوگی، اور قلبی توجہ میں اضافہ ضرور ہوگا، کیونکہ ایسے احوال کو توجہ ہوتی ہے۔ (احکام اعتکاف مفتی زید صاحب: ۵۲) اور فضائل اعمال میں ہے: ”مشائخ نے لکھا ہے کہ شب قدر میں ہر چیز سجدہ کرتی ہے، حتیٰ کہ درخت زمین پر گر جاتے ہیں اور پھر اپنی جگہ کھڑے ہو جاتے ہیں، مگر ایسی چیزوں کا تعلق امور کشفیہ سے ہے، جو ہر شخص کو محسوس نہیں ہوتے“ (فضائل اعمال / فضائل رمضان: ۴۸، ۴۹)

شب قدر کی دعاء

حضرت عائشہؓ نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! اگر مجھے شب قدر کا پتہ چل جاوے تو کیا دعاء مانگوں؟ حضور ﷺ نے الہم سے اخیر تک دعائیں، جس کا ترجمہ یہ ہے اے اللہ تو بیشک معاف کرنے والا ہے اور پسند کرتا ہے معاف کرنے والوں کو، پس معاف فرمادے مجھے بھی۔

عن عائشة قالت: قلت: يا رسول الله: أرايت إن علمت أي ليلة ليلة القدر ما أقول فيها؟ قال: قل: اللهم إني أعفوك عني. (رواه أحمد ۱۷۱/۶ رقم: ۲۵۳۸۴ وابن ماجه / الدعاء / الدعاء بالعفو والعافية: ۲۷۴، رقم: ۳۸۵۰ والترمذي / الدعوات / في فضل سؤال العافية والمعافة ۲ / ۱۹۱ رقم: ۳۱۳ / كذا في المشكوة: ۱۸۲)

فائدہ:- نہایت جامع دعاء ہے کہ حق تعالیٰ اپنے لطف و کرم سے آخرت کے مطالبے

بہر حال یہ وقت بڑا عزیز ہے، بڑے فیوض و برکات کا وقت ہے، اس میں جہاں تک ہو سکے اعتکاف کرو، اور اگر یہ نہ ہو سکے تو ان پانچ راتوں میں ہی جاگ لو، اگر پوری رات نہ جاگ سکو تو بعض حصہ میں جاگ لو، بعض کے بھی بعض میں جاگ لو، تب بھی کافی ہے۔

اگر ساری رات نہ جاگ سکے اور نیند کا غلبہ ہو اور اکثر حصہ جاگ لے، تب بھی شب قدر کی فضیلت ملے گی۔ لیلیۃ القدر کی پوری رات میں فضیلت ہے اور رات کے اکثر حصے میں عبادت کرنے سے پوری رات کا ثواب ملتا ہے۔ اگر پوری رات جاگنے کی ہمت نہ ہو تو رات کے اکثر حصہ میں جاگنے کو تو چھوڑنا ہی نہیں چاہیے، اور بہتر یہ ہے کہ یہ اکثر حصہ اخیر رات کا تجویز کیا جائے؛ کیونکہ اول تو اس وقت معدہ خالی ہو جاتا ہے، عبادت اور دعاء میں خوب جی لگتا ہے۔

دوسری حدیث میں آیا ہے کہ خدا تعالیٰ اخیر رات میں روزانہ اپنے بندوں کے حال پر خاص رحمت متوجہ فرماتے ہیں، اس کے علاوہ اخیر رات میں ویسے بھی سکون ہوتا ہے اور اس میں ہر رات شریک ہے۔ (احکام اعتکاف مفتی زید صاحب: ۵۳)

عبادت میں نیند کیوں آتی ہے؟

نیند یکسوئی سے آتی ہے، کھیل تماشے میں یکسوئی نہیں ہوتی ہے، ہر چیز میں جدا جدا لذت ہوتی ہے، جس پر توجہ منتقل کی جاتی ہے، اس سے توجہ تقسیم ہو جاتی ہے؛ اسی لیے نیند نہیں آتی، بخلاف نماز کے، جب اس کو شروع کر دیا؛ چونکہ وہ ہم کو ایسی یاد ہوتی ہے کہ سوچنے اور غور کرنے میں اس کی ضرورت نہیں ہوتی، جیسے گھڑی میں چابی بھر دیتے ہیں تو خود بخود چلتی ہے؛ اس لیے بالکل نماز میں توجہ بانٹنے والی کوئی چیز نہیں ہوتی، اس میں یکسوئی ہو جاتی ہے؛ اس لیے نیند آ جاتی ہے، اسی طرح وعظ کہ جہاں شروع ہو گیا اور اس طرف کان لگ گئے بس یکسوئی ہو گئی اور نیند آنے لگی اور کھیل تماشہ میں توجہ بٹی رہتی ہے، یکسوئی نہیں ہوتی؛ اس لیے نیند بھی نہیں آتی، مطلب یہ کہ یکسوئی میں نیند آتی ہے۔ (التبلیغ: ۱۶۵/۸ بحوالہ مسائل شب برات و شب قدر: ۶۰)

اختلاف مطالع کی وجہ سے ہر جگہ کی

شب قدر علیحدہ علیحدہ ہوتی ہے

جس زمانہ اور وقت کے ساتھ جو حکم یا فضیلت متعلق ہے، ہر جگہ جب وہ وقت اور زمانہ آئے گا، اسی وقت حکم یا فضیلت واقع ہوگی، پس جس طرح نمازوں کا حکم ہر جگہ طلوع وغروب کے ساتھ ہے، اسی طرح یہاں کے حساب سے جو لیلیۃ القدر ہوگی، اس وقت وہ برکات خاصہ یہاں نازل ہوں گی، اور جس وقت دوسری جگہ کے حساب سے وہاں لیلیۃ القدر ہوگی، ویسے ہی برکات و رحمت وہاں اس وقت متوجہ ہوں گی، وھذا ظاہر جداً۔ (امداد الفتاویٰ: ۱۲۹/۶)

اور احکام اعتکاف میں ہے: ”اگر کسی کو شبہ ہو کہ شب قدر تو ایک مرتبہ ہوتی ہے اور ایک ہی ہوتی ہے اور اوقات میں تفاوت ہے، مثلاً: کہیں آفتاب ایک گھنٹہ پہلے ہوتا ہے، کہیں دو گھنٹہ پہلے؛ حتیٰ کہ چھ گھنٹہ؛ بلکہ اس سے زیادہ فرق ہو جاتا ہے تو اس حالت میں بعض جگہ رات ہوگی اور بعض جگہ دن اور شب قدر رات کے ساتھ مخصوص ہے اور ایک ہی ہے تو جہاں رات ہے تو وہاں تو شب قدر ہو جائے گی اور جہاں دن ہے وہاں ہو ہی نہیں سکتی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا وقت ہر جگہ کے لیے جدا جدا ہے، مثلاً: عدالت کھلنے کا وقت دس بجے ہے تو ہر جگہ کے وقت کے مطابق وہاں کی عدالت کھلے گی، کلکتہ میں وہاں کے وقت سے اور لندن میں وہاں کے وقت سے۔ (احکام اعتکاف مفتی زید صاحب: ۵۸)

شب قدر میں جاگ کر عبادت کرنا

شب قدر میں جاگنا چاہیے اور خدا کی عبادت کرنی چاہیے، ان راتوں میں حضور ﷺ نے رمضان کی دوسری راتوں کے مقابلے میں زیادہ جاگنے کا اہتمام فرمایا، اور آپ ﷺ ان راتوں میں ازواج مطہرات (اپنی بیویوں) کو بھی اہتمام سے جگاتے تھے۔

اور شب قدر میں کوئی ساری رات جاگنا ضروری نہیں، جس سے جتنا ہو سکے جاگے، ہاں یہ ضرور ہے کہ عبادت کسی قدر زائد ہو جائے۔

شریعت کا مقصود

اگر تکان ایسی ہو جائے کہ نیند سے بے قابو ہو جائے تو جاگے نہیں؛ بلکہ سو جائے؛ کیونکہ ارشاد ہے: فَلْيَسْرُقْذُ۔ (پس وہ سو جائے) ایسی حالت میں سونے میں ہی فضیلت ہے۔ بہر حال عبدیت مطلوب ہے، خواہ سونے میں ہو یا جاگنے میں اپنے کو خدا کے سپرد کر دے، جیسا حکم ہو ویسا ہی کرے، غرض اتباعِ نفس کے لیے کچھ نہ ہو محبوب کا جو حکم ہو وہ کرو، یہی دراصل عبدیت ہے اور باقی کوئی شئی بالذات مقصود نہیں، بعض اوقات نماز پڑھنا ممنوع ہو جاتا ہے۔ (التبلیغ: ۸/۴۴)۔

شب قدر میں کون سی عبادت کرنی چاہیے

شب قدر میں کیا پڑھنا چاہیے؟ ایسے مواقع پر سلف میں تین چیزیں معمول میں تھیں، اب لوگوں نے دو کو حذف کر کے ایک پر اکتفا کر لیا، وہ تین چیزیں یہ تھیں:

(۱) ذکر (۲) تلاوت قرآن (۳) نوافل

اس میں عابدین نے نفل نماز اور تلاوت قرآن کو حذف کر دیا، یعنی اس میں مشغولی بہت کم ہے، بس زیادہ تر ذکر کرتے ہیں، تسبیحات پڑھتے ہیں ضربیں لگاتے ہیں، اور اتفاق سے یہ تینوں چیزیں ایک آیت میں مل گئیں: ﴿اتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ﴾۔ (العنکبوت: ۴۵)

ترجمہ: جو کتاب آپ پر وحی کی گئی ہے، آپ اس کو پڑھا کیجئے اور نماز کی پابندی رکھئے، بیشک نماز اپنی وضع کے اعتبار سے بے حیائی اور ناشائستہ کاموں سے روک ٹوک کرتی رہتی ہے اور اللہ کی یاد بہت بڑی چیز ہے۔ (احکامِ اعتکاف مفتی زید صاحب: ۵۴)

شب بیداری کے لیے جمع ہونے کا اہتمام

بعض جگہ شب قدر میں لوگ جمع ہو کر شب بیداری کا خاص اہتمام کرتے ہیں، اس کا مکروہ ہونا فصلِ سوم میں بیان ہو چکا ہے، اتفاق سے اگر دو چار آدمی جمع ہو جائیں، وہ اور بات ہے۔

عبادت میں نیند نہ آنے کی ترکیب

اور عبادت میں نیند نہ آنے کی تدبیر یہ ہے کہ متفرق اعمال کر لیے جائیں؛ تاکہ توجہ منقسم رہے، کچھ نوافل پڑھ لے، تلاوت کرنے لگے، ذکر کرنے لگے، پھر وعظ شروع کر دیا جائے یا سننے لگے۔ بہتر تو یہی ہے کہ گھر کے لوگ جمع ہو کر عبادت کریں، اگر ساری رات نہ جاگ سکے اور نیند کا غلبہ ہو اور اکثر حصہ جاگ سکے، تو بھی شب قدر کی فضیلت ملے گی، پس سستی نہ کرے، اور نیند نہ آنے کی تدبیر بھی کرے، مثلاً یہ کہ رات کو کھانے میں قدرے کمی کرے، پھر اگر ضرورت ہو تو کالی مرچ چبائے، اس سے بھی نیند بھاگتی ہے اور جو بھی تدبیریں نیند نہ آنے کی ہوں وہ سب کرے، اور اگر باوجود تدبیر کرنے کے پھر بھی نیند غالب ہو تو وہ نیند معتبر ہے، یعنی پھر سو جائے؛ لیکن یہ نہیں کہ ذرا سی نیند آئی اور پڑ کر سو گئے، غلبہ نیند کی صورت اس طرح سمجھو، ایک صاحب کی حکایت ہے کہ وہ پڑھ رہے تھے کہ ”کریمابہ بخشائے برحال ما“۔ اور نیند میں نکل رہا تھا ”اری ماں“۔ (التبلیغ: ۸/۱۶۷)۔

جاگنے کا طریقہ

نیند نہ آنے کے لیے متفرق عبادتوں میں مشغول ہوں، کسی سے کوئی مختصر مباح بات بھی کر لی (جائز بات، غیبت وغیرہ نہ ہو، جیسے کھانے کے ساتھ کبھی کبھی مرہ، اچار و چٹنی کا بھی ذائقہ لے لیتے ہیں) اتنی بات کرنے میں کوئی حرج بھی نہیں، یہ نہ ہو کہ سارا وقت باتوں میں ہی گزار دیں؛ کیونکہ صرف خالی جاگنا ہی مقصود نہیں (عبادت کرنا بھی ہے) جیسے میں نے ایک صاحب کو دیکھا کہ محض جاگنے کے لیے افیون کھایا کرتے تھے، جو خلافِ شرع حرکت تھی تو ایسے جاگنے سے کیا فائدہ، ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیے، جاگنا تو عبادت کے لیے ہو، مگر تجدیدِ نشاط کے لیے بیچ بیچ میں تھوڑی بات بھی کر لی تو کوئی مضائقہ نہیں، جیسے حضور ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے باتیں کر لیتے تھے، باتیں مقصود نہیں تھیں؛ بلکہ طبیعت کی تازگی کے لیے ایسا فرماتے۔ اسی طرح نفس کو خوش رکھ کر جاگے۔ (التبلیغ: ۸/۴۴)۔

چاشت کی نماز کے لیے جمع دیکھا تو برائے انکار اس کو بدعت فرمایا، اور اسی بناء پر فقہاء نے نفل جماعت کو مکروہ کہا ہے۔ (احکام اعتکاف مفتی زید صاحب: ۵۵-۵۶)

مبارک راتوں میں مساجد میں اجتماع

سوال: نصف شعبان، عیدین اور رمضان المبارک کے عشرہ اخیرہ وغیرہ میں، جو عام رواج بن گیا ہے کہ مساجد میں ذکر و تلاوت وغیرہ کے لیے جمع ہوتے ہیں، شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب: ان مبارک راتوں میں مساجد میں آکر عبادت کرنے کے تین طریقے ہیں:

- (۱) مسجد میں آکر عبادت کا اہتمام نہیں کیا؛ بلکہ اتفاقاً مسجد میں آکر تلاوت قرآن اور ذکر میں لگ گئے، یہ جائز ہے؛ لیکن یہ نوافل اور ذکر اگر گھر میں کرتا تو زیادہ ثواب ملتا؛ بلکہ مسجد حرام اور مسجد نبوی ﷺ کی بہ نسبت بھی گھر میں نفل عبادت کا زیادہ ثواب ہے اور حدیث سے ثابت ہے۔
- (۲) مساجد میں آنے کا اہتمام کیا گیا، یہ بدعت ہے؛ اس لیے کہ نوافل کے لیے مسجد کا اہتمام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مسجد میں نوافل پڑھنے کو زیادہ ثواب سمجھتا ہے اور شریعت مطہرہ پر زیادتی ہے؛ بلکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا مقابلہ ہے؛ اس لیے کہ حدیث شریف میں اس کی صراحت ہے کہ نوافل کا گھر میں پڑھنا زیادہ افضل ہے۔

(۳) خاص راتوں میں مسجد میں عبادت کا اہتمام ہیئت اجتماعیہ کے ساتھ کیا جائے، مثلاً: نوافل کی جماعت کی جائے یا تقریریں، یہ صورت بدعت ہے، دوسری صورت سے بھی زیادہ فتنہ ہے، اس میں ایک تو وہ خرابی ہے جو نمبر ۲ میں مذکور ہوئی۔ دوسری یہ خرابی بھی ہے کہ نفلی عبادت کے لیے ہیئت اجتماعیہ پیدا کر لی، جو شرعاً ممنوع ہے۔

بعض لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ گھروں میں شور ہوتا ہے، بچے روتے ہیں، جس کی وجہ سے دل جمعی اور خشوع باقی نہیں رہتا، یہ شیطان کا فریب ہے، دراصل خشوع نام ہے، سنت کے مطابق عبادت کرنے کا۔ اگر سنت کے مطابق عبادت کر لی تو خشوع و خضوع بھی حاصل ہے، اگر خلاف سنت لاکھ آہ و بکا اور ہیئت خشوع اختیار کریں، شرع کی نظر میں اس کو خشوع نہیں کہا جائے گا۔

غرض اپنے طور پر ہر شخص اپنی ہمت کے مطابق عبادت میں مشغول رہے، جمع ہونے کا خاص اہتمام اور انتظام شریعت کے خلاف ہے۔

بعض لوگ شب بیداری کے لیے فرائض سے زیادہ اس میں لوگوں کو جمع کرنے کا اہتمام کرتے ہیں، ہر چند کہ اجتماع سے (ایک ساتھ جمع ہو کر عبادت کرنے سے) شب بیداری سہل تو ہو جاتی ہے، مگر نفل عبادت کے لیے لوگوں کو ایسے اہتمام سے بلانا اور جمع کرنا، یہ خود شریعت کے خلاف ہے، البتہ اتفاقاً کچھ لوگ جمع ہو گئے ہوں تو اس کا مضائقہ نہیں، بہتر یہ ہے کہ گھر کے لوگ جمع ہو کر عبادت کریں۔ (احکام اعتکاف مفتی زید صاحب: ۵۵)

اور فتاویٰ محمودیہ میں ہے: ”شب براءت اور شب قدر کی تلاش اور عبادت کے لیے مساجد میں جمع ہونا، مکروہ اور بدعت ہے، مراقی الفلاح میں اس کی تصریح موجود ہے۔“ ویکرہ الاجتماع علیٰ احياء ليلة من هذه الليالي المتقدمة ذكرها في المساجد وغيرها؛ لأنه لم يفعلہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وأصحابہ، فأنکرہ العلماء من أهل الحجاز، منهم: عطاء و ابن ملیکة وفقهاء أهل المدينة و أصحاب مالک وغیرہم، و قالوا: ذلك كله بدعة.“ (مراقی الفلاح: ص: ۲۰۴، قدیمی)

138

مبارک راتوں میں شب بیداری کے

لیے جمع ہونے کے ممنوع ہونے پر شرعی دلیل

حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن ابی العاصؓ کسی ختنہ میں بلائے گئے، تو آپؓ نے فرمایا کہ پیغمبر خدا ﷺ کے زمانہ مبارک میں ہم لوگ ختنے میں نہیں جاتے تھے اور نہ اس کے لیے بلائے جاتے تھے۔ (رواہ أحمد: ۲۱۷/۴، رقم: ۱۷۹۰۸)۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس کام کے لیے لوگوں کو بلانا سنت سے ثابت نہیں، اس کے لیے بلانے کو صحابیؓ نے ناپسند فرمایا اور جانے سے انکار کیا، اور وجہ اس کی یہ ہے کہ بلانا اہتمام کی دلیل ہے، تو شریعت نے جس امر کا اتنا اہتمام نہیں کیا اور بلانے کی ترغیب نہیں دی اس کا اہتمام کرنا، دین میں نئی بات ایجاد کرنا ہے؛ اسی وجہ سے حضرت عمرؓ نے لوگوں کو جب مسجد میں

کثیرہ صحیحہ میں ان کی فضیلت اور ان میں عبادت کی تحریص و ترغیب پائی جاتی ہے (۲) بایں ہمہ شریعت مقدسہ کسی ایسے امر کی اجازت نہیں دیتی، جو حد اجازت شرعیہ سے متجاوز ہو، پس کسی ایسے جلسے کا اہتمام کرنا جو قرونِ اولیٰ میں نہ پایا جاتا ہو اور اس میں ان امور کا التزام کرنا جو شرعاً ضروری نہیں ہیں، نیز جن کی وجہ سے بقرائن تو یہ بات متصور ہو کہ آنے والوں کی نیت عبادت کی نہیں؛ بلکہ اکل و شرب یا لہو و لعب کی ہے، یہ تمام امور خلاف سنت ہیں، ان کا کوئی ثبوت شرعی نہیں ہے، اور ان پر لڑنا یا ان امور کے تارک کو یا منکر کو برا سمجھنا خطا ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے لوگوں کے مسجد میں صلوٰۃ خفیٰ کے لیے جمع ہونے کو بدعت کہا تھا، کیوں؟ اسی لیے کہ اگرچہ یہ نماز رسول اللہ ﷺ نے پڑھی ہے اور صحابہؓ سے بھی پڑھنا منقول ہے؛ لیکن اس کے لیے یہ اہتمام واجتماع زمانہ نبوی میں نہ تھا۔ وَاَمَّا صَحَّ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ فِي الضُّحَى: هِيَ بَدْعَةٌ فَمَحْمُولٌ عَلَى أَنَّ صَلَوَتَهَا فِي الْمَسْجِدِ وَالْتِظَاهُرُ بَهَا، كَمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ بَدْعَةً. (شرح النووي مع صحيح مسلم ۱/۴۹۷ ط سعید) واللہ اعلم. (کفایت مفتی: ۴۱/۹)۔

شب قدر کے گمان سے شب بیداری کی توانشاء اللہ شب قدر ہی کا ثواب ملے گا

میں کہتا ہوں کہ اگر اتفاق سے وہ رات شب قدر نہ بھی ہو، جس رات کو تم نے شب قدر گمان کر کے اس میں عبادت کی ہے، تو انشاء اللہ تم کو شب قدر ہی کا ثواب عطا ہوگا اور یہ کوئی گھڑی ہوئی بات نہیں ہے، حدیث شریف میں اس کی اصل موجود ہے، حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ”إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ“۔ (کہ اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہوتا ہے)۔

ممکن ہے کہ اس قاعدہ سے کسی کو اطمینان نہ ہو تو دوسری حدیث شریف موجود ہے، حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں ”الصَّوْمُ يَوْمَ تَصُومُونَ وَالْفِطْرُ يَوْمَ تَفْطَرُونَ وَالْأَضْحَى يَوْمَ تُضْحُونَ“ (الترمذی/الصوم/ما جاء أن الصوم يوم تصومون والْفطر يوم تَفْطَرُونَ وَالْأَضْحَى يَوْمَ تَفْطَرُونَ... ۱/۵۰ رقم: ۶۹۷) جس کے معنی یہ ہیں کہ اگر ایک شخص نے نہایت کوشش

سوچنے کی بات ہے کہ حضور ﷺ نے تو انتہائی سخت مجبوری کے باوجود تہجد وغیرہ کے نوافل گھر میں ادا کیے اور اسی کو زیادہ ثواب سمجھا اور آج ہم یہ کہنے لگیں کہ ہمیں تو گھر میں خشوع حاصل نہیں ہوتا، ظاہر ہے کہ یہ شیطان کا دھوکہ ہے، حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے حجرہ مبارکہ میں نفل پڑھ رہے ہوتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، سامنے پاؤں پھیلائے ہوئے لیٹی ہوئی ہوتیں، جب آپ ﷺ سجدہ کرنے لگتے تو اپنے ہاتھ سے ان کے پاؤں کو چھوتے، تب وہ اپنے پاؤں کو سمیٹ لیتیں اور جب حضور ﷺ دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوتے تو حضرت عائشہ اپنے پاؤں پھیلا دیتی تھیں، رات اندھیری، چراغ کا انتظام نہیں، گھر میں اتنی وسعت تک نہیں کہ ایک آدمی لیٹ جائے تو دوسرا سجدہ کر سکے، اور مسجد نبوی اتنی قریب کہ حجرہ سے قدم نکالا تو مسجد میں پہنچ گئے، پھر مسجد بھی مسجد نبوی ہے، جس کا فضل ظاہر ہے اس کے باوجود محسن اعظم ﷺ کا عمل مبارک یہ تھا کہ حجرہ میں نوافل پڑھتے تھے، مسجد میں تشریف نہ لے جاتے تھے۔

139

نیز بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ گھر میں اکیلے پڑھنے سے نیند آ جاتی ہے، اور اگر مسجد میں ہیبت اجتماع کی شکل میں ذکر و نوافل میں لگ جائیں، او کچھ تقاریر ہوں اور کچھ نوافل کی جماعت وغیرہ ہو تو نیند ختم ہو جاتی ہے، اس طرح سے بہت زیادہ عبادت کی توفیق ہو جاتی ہے، اگر اکیلے گھر میں نوافل وغیرہ پڑھتے تو اس کا آدھا حصہ بھی نہ کر پاتے، خوب سمجھ لیجئے کہ تشریف عبادت یا اس کی کمیت مقصود ہی نہیں؛ بلکہ عبادت کی کیفیت پر اس کا دار و مدار ہے، اگر تھوڑی دیر عبادت کر لی تو اس عبادت سے لاکھوں درجہ اچھی ہے، جو سنت کے خلاف ہو، سنت یہ ہے کہ جب تک طبیعت میں نشاط ہو نوافل وغیرہ میں مشغول رہے اور جب نیند کا غلبہ ہو اور طبیعت اکتا جائے تو آرام کر لے، حدیث سے یہ ثابت ہے۔ (احسن الفتاویٰ: ۳۷۳/۳)

شب قدر کی راتوں میں جلسہ و دعوت وغیرہ کا اہتمام

رمضان المبارک کی راتیں اور بالخصوص عشرہ اخیرہ کی راتیں اور ان میں سے بھی طاق راتیں بے شک افضل ہیں (۱) ان میں جاگنا، عبادت کرنا، نماز پڑھنا، بہت ثواب ہے، احادیث

ہر رات لیلة القدر ہے

اگر لیلة القدر کو لغوی معنی کے لحاظ سے لیا جائے تو ہر رات لیلة القدر اور قابل قدر ہے؛ کیونکہ ہر روز نعمت ہے اور ہر رات دولت ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ہر روز نصف شب کے بعد اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر تجلی فرما کر بندوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اور دنیا ہمارا گھر ہے اور زمین فرش ہے اور گویا آسمان اول دنیا کی چھت ہے اور گھر کی چھت گھر کا جزو ہی کہلاتی ہے تو گویا حق سبحانہ تعالیٰ ہمارے گھر تشریف لاتے ہیں اور ہم کو یہ شرف نصیب ہوتا ہے کہ شہنشاہ، ہر روز ہمارے گھر (آسمان دنیا پر) تشریف لاتے ہیں اور توجہ فرماتے ہیں اور وعدہ فرماتے ہیں۔

ایک اور لطف و کرم دیکھئے کہ ہم کسی دوست کے دروازے پر جائیں، خصوصاً مریدین کے دروازے پر اور وہ گھر والے ہم سے بات نہ کریں تو یقیناً اس سے بیزار ہو جائیں گے اور اگر بیزار بھی نہ ہوں تو اس قدر تضرع و شکایت کہیں گے کہ ہم سے بولے کیوں نہیں۔ اور گھر والے سوتے ہوئے نہ گئے تو کہیں گے کہ ایسا کیا سونا کہ ہمارے آنے کا کچھ بھی خیال نہ کیا (غرض یہ ہے کہ جتنا تعلق ہوگا اتنا ہی شکایت نامہ زیادہ) اور اگر خط کے ذریعہ پہلے سے اطلاع کر دی گئی ہو کہ آدھی رات میں حاضر ہوں گے تو اس صورت میں، ان مریدوں کو سونے کی بھی اجازت نہ ہوگی۔

اور حق سبحانہ تعالیٰ کا معاملہ دیکھئے کہ باوجود اس کے کہ ان کے حقوق واقعی ہیں، مگر اپنی تشریف آوری کی خبر دینے کے بعد بھی تشریف لا کر ہم کو سوتا ہوا دیکھ کر بھی ناراض نہیں ہوتے، اور یہ فرماتے ہیں کہ اس بندہ نے ایک مستحب ہی تو چھوڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بے مروتی کا الزام نہیں دیتے، کیا ٹھکانا ہے اس رحم کا۔

(خلاصہ مطلب حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کی تقریر کا یہ ہے کہ اگر ہم کسی دوست یا مرید کے مکان پر جائیں اور وہ نہ بولے تو ہم کتنے برہم اور غصہ ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ہمارے گھر (آسمان دنیا پر) تشریف لاتے ہیں اور ہم اس وقت پڑے سوتے رہتے ہیں، مگر وہ ہمارے ان حالات کو دیکھ کر ناراض نہیں ہوتے۔)

سے رمضان کے چاند کی تحقیق کی اور اس تحقیق کی بناء پر روزے رکھنے شروع کر دیے، پھر ختم رمضان پر عید کے چاند کی اسی طرح چھان بین کی، اس کی بناء پر عید کر لی، اسی طرح عید الاضحیٰ میں کیا اور چند دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ تینوں تحقیق کے خلاف واقع ہوئیں تو اس صورت میں شکستہ دل (اور رنجیدہ) نہ ہونا چاہیے؛ بلکہ جس دن روزہ رکھا، اللہ کے نزدیک قبول ہونے کے اعتبار سے وہی دن روزہ کا تھا، اور جس دن عید کی، وہی دن عید کا تھا، یعنی روزہ اور عید دونوں مقبول ہیں، پس اس طرح میں کہتا ہوں کہ اگر شب قدر کی نیت سے عبادت کی ہے اور اتفاق سے وہ شب قدر نہ ہوئی تو ثواب شب قدر کامل جائے گا۔

صاحبو! اس تقریر کے بعد تو بہت ہی آسان معاملہ ہو گیا، اب بھی اگر ہمت نہ کی جائے تو غضب کی بات ہے۔ (احکام اعتکاف مفتی زید صاحب: ۵۶)

جو لوگ رمضان کی راتوں میں شب قدر میں نہیں

جاگ سکے، ان کے لیے ضروری مضمون

جو لوگ شب قدر کو پا چکے ہیں، ان کے لیے تو بشارت (خوشخبری) ہے اور جو لوگ محروم رہے، وہ آئندہ اس مضمون کو یاد رکھیں اگر خدا تعالیٰ پھر رمضان تک پہنچا دے تو اس میں شب قدر کی عبادت کا اہتمام کریں، یہ میں نے اس لیے کہہ دیا کہ شاید کسی کو یہ شبہ ہو کہ اب تو شب قدر کا وقت گزر چکا ہے، اب اس مضمون کے بیان کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ تو میں نے بتلا دیا کہ آئندہ کے لیے اس کو یاد رکھا جائے۔

اور صاحب! اگر مسلمان خدا سے اپنا تعلق درست کر لے تو اس کے لیے وہی رات ’لیلة القدر‘ ہے، جس میں اس کا تعلق خدا تعالیٰ سے درست ہو جائے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں: جو شخص شب قدر میں مردود تھا، مگر آج کی رات مقبول ہو گیا تو اس کے لیے یہی رات لیلة القدر ہے؛ بلکہ اس کے حق میں اس سے بہتر ہے، پس اگر شب قدر گزر گئی تو اس کا غم نہ کرو، خدا تعالیٰ سے تعلق جوڑنے کی فکر کرو، جب خدا سے تعلق جوڑ لو گے تو وہ تمہارے واسطے رمضان کی اخیر رات کو بھی شب قدر کر سکتے ہیں۔ (احکام اعتکاف مفتی زید صاحب: ۵۷)

لیلۃ القدر اور لیلۃ البراءت میں چراغاں کرنا

لیلۃ القدر اور لیلۃ البراءت میں ساری رات روشنی کرنا اور وہ بھی ضرورت سے زیادہ، یعنی چراغاں کرنا ثابت نہیں، شرعاً ناجائز اور حرام ہے۔ وَمِنَ الْمَفَاسِدِ مَا يُجْعَلُ فِي الْجَوَامِعِ مِنْ إِقَادِ الْقَنَادِيلِ وَتَرْكِهَا إِلَى أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَتَرْتَفَعَ، وَهُوَ مِنْ فَعْلِ الْيَهُودِ فِي كَنَائِسِهِمْ، وَأَكْثَرُ مَا يُفْعَلُ ذَلِكَ فِي الْعِيدِ، وَهُوَ حَرَامٌ. (غمر عیون البصائر: ۱۹۲/۳) مسجد کے مال سے جو ایسا کرے گا، اس کے ذمہ ضمان لازم ہو گا، اگر متولی ایسا کرتا ہے تو نمازیوں کو لازم ہے کہ اس کو فہمائش کریں اور روکیں۔ (فتاویٰ محمودیہ بتغییر لیسر: ۲۷۰/۳، ۲۷۱)

مبارک راتوں میں مسجد کو سجانا

شب براءت (شعبان کی پندرہویں شب) اور شب قدر میں مساجد کو مزین کرنا یا روزِ مَرّہ کی ضرورت سے زائد چراغ جلانا (زیادہ روشنی کا اہتمام کرنا) جائز نہیں، اور بہت سے مفاسد اور بدعت پر مشتمل ہے:

اول یہ کہ ساری خرابیوں سے قطع نظر کر لی جائے اور ان مصالح کو بھی تسلیم کر لیا جائے، جو زیادہ چراغ جلانے میں پیش کیے جاتے ہیں؛ بلکہ یہ فرض کر لیا جائے کہ مساجد کی ایسی ترتیبیں (سجاوٹ) فی نفسہ مستحب واولیٰ بھی ہو، تب بھی خاص راتوں (شب قدر و شب براءت وغیرہ) میں اس کا اہتمام کرنا بدعت ہوگا؛ کیونکہ نبی کریم ﷺ کے عہدِ میمون سے لیکر، تمام قرونِ مشہود لہذا بالخیر (وہ زمانہ جس میں نیکی کرنے کی تڑپ تھی) میں اور تمام ائمہ علمائے دین و صلحاء کے زمانہ خیر میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی، اگر یہ کوئی ثواب کی چیز تھی تو نبی کریم ﷺ سب سے زیادہ اس کے مستحق تھے کہ عملاً و قولاً اس کی دعوت دیتے، اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سب سے زیادہ اس کے اہل تھے کہ اس کو قبول کرتے۔

اور ضرورتیں زیادہ چراغ جلانے میں اس وقت بتلائی جاتی ہیں کہ لوگ قرآن شریف

اس عنایت کا تقاضہ تو یہ تھا کہ ہم سب کچھ کرتے؛ اس لیے کہ آقا کبھی کچھ نہ کہتا ہو تو اس کے سامنے پگھل جانا چاہیے، گویا ہر شب، شب قدر اس معنی کر ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر روز ہماری طرف رحمت کے ساتھ متوجہ ہوتے ہیں۔ (التبلیغ: ۳۰۸، از حضرت تھانویؒ)۔

مصرعہ: ”ہر شب شب قدر ہے“ قرآن کے خلاف نہیں

سوال: شعر، اے خواجہ چہ جوئی ز شب قدر نشانی... ہر شب شب قدر است اگر قدر بدانی، یہ شعر کس کا قول ہے، بعض کہتے ہیں کہ یہ شعر قرآن مجید کے خلاف ہے، اس کو نہیں پڑھنا چاہیے؛ کیونکہ ”ہر شب شب قدر است“ کہنا غلط ہے؟
الجواب: تحقیق نہیں کس کا ہے؛ مگر قرآن کے خلاف نہیں، کلامِ مبنی تشبیہ پر ہے، مثل: ”زیدُ اُسد“ کے یعنی ہر شب مثل شب قدر است، ای در نفس مہتم بالشان بودن، اگرچہ درجاتِ اہتمام متفاوت باشند، مقصود ازالہ غفلت است از قدر دانی قیام لیل۔ فقط (امداد الفتاویٰ: ۳۷۲/۴)

مبارک رات میں گناہ کرنا

اس مبارک رات میں فضیلت ہے اور جس میں فضیلت ہوگی، اس میں معصیت (گناہ) بہ نسبت دوسرے اوقات کے بہت بڑی ہوگی؛ جیسے مکان کا حکم ہے، اسی طرح زمان کا حکم ہے، مثلاً: ایک گناہ معمولی جگہ پر کرنا اور ایک مسجد میں گناہ کرنا، زیادہ برا ہے (پھر مساجد کے اندر بھی مسجد نبوی، مسجد حرام وغیرہ کہ جہاں پر ایک نماز کا ثواب اور جگہ کی نمازوں سے زیادہ ہے) اس جگہ گناہ اتنا ہی شدید عذاب کا موجب بنے گا، اسی طرح ایک تو گناہ کرنا دوسرے اوقات میں اور ایک متبرک اوقات میں، مثلاً: رمضان شریف میں گناہ کرنا، دوسرے دنوں کے مقابلہ میں زیادہ برا ہے اور یہ راتیں بھی متبرک ہیں، تو ان میں گناہ کی سزا اور اوقات سے زیادہ شدید ہوگی۔ (التبلیغ: ۷۵/۸)

بہت سے مفاسد پر مشتمل ہے مثلاً (۱) فضول خرچی (مال کا ضائع کرنا) اور جو ضرورت سوال میں بیان کی گئی ہے کہ لوگ جمع ہو کر قرآن مجید پڑھتے ہیں، وہ خود ایک مستقل بدعت ہے کہ اس کو کیسے اسلامی ضرورت قرار دیا جاسکتا ہے اور بجلی کی روشنی کا بھی یہی حکم ہے کہ ضرورت سے زیادہ پاور کی ہٹی (لائٹ) استعمال کرنا یا زیادہ ضرورت سے بتیاں جلانا، اضاعت مال اور اسراف میں داخل ہے۔

(۲) اس کثرت سے قنادیل روشن کرنا اور چراغاں کرنا، ہندوؤں (غیر مسلموں) کی دیوالی کے مشابہ ہے؛ اس لیے بھی ممنوع ہونا چاہیے، اور مسجد میں چراغ جلانے کی جو فضیلت آئی ہے، وہ صرف مطلق چراغ جلانے کے متعلق ہے، جس کا کوئی منکر نہیں۔

نیز جو ”سیرت حلبیہ“ وغیرہ میں لکھا گیا ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ نے زیادہ قندیلیں تراویح کے لیے روشن کرادی تھیں، اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ: ”اللہ تمہاری قبر کو روشن کرے، جیسا کہ تم نے ہماری مساجد کو روشن کیا“۔ یہ غلط ہے، واقعہ صحیح یہ ہے کہ حضرت علیؓ کی مراد ظاہری قندیلوں کا اضافہ کرنا نہیں تھا؛ بلکہ نورِ قرآن سے مساجد کو روشن کرنا مراد تھا، اس غلط روایت پر ایک بدعت کی بنیاد رکھنا سراسر بناء فاسد علی الفاسد ہے۔

(حضرت علیؓ کی مراد یہ تھی کہ حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنے زمانے میں نمازِ تراویح کا باقاعدہ انتظام و اہتمام فرما کر مساجد کو قرآن شریف و تراویح سے روشن و منور کر دیا تھا، اسی طرف آپؓ کا اشارہ تھا کہ ”اللہ تعالیٰ فاروق اعظمؓ کی قبر کو روشن کرے، جیسا کہ انہوں نے ہماری مساجد کو روشن کیا“ (رفعت قاسمی غفرلہ)۔

تنبیہ:- اس بیان میں سوالات کے ہر نمبر کا جواب مفصل آگیا ہے، غور کر لینا چاہیے۔ خلاصہ یہ کہ شبِ برأت اور شبِ قدر وغیرہ میں مساجد کو زیادہ مزین کرنا، ایک بدعت ہے اور زیادہ روشنی کرنا اور چراغاں کی صورت اختیار کرنا، دوسری بدعت ہے۔ اور لوگوں کا اہتمام و التزام کر کے جمع ہونا تیسری بدعت ہے۔

البتہ اگر اتفاقی طور پر کچھ لوگ مسجد میں چلے جائیں اور بغیر تداعی کے جمع ہو جائیں، یعنی بغیر بلائے تو اس حد تک مضائقہ نہیں، جہاں تک اس اجتماع کے سنت سمجھے جانے کا خطرہ

پڑھتے ہیں، یہ اس وقت بھی موجود تھیں، اور صحابہ کرامؓ اور تابعینؓ کے زمانے میں تو جمع قرآن اور قرآن شریف کی کتابت کے بعد یہ ضرورت بہت زیادہ عام ہوگئی تھی، جب ان حضرات نے اس ضرورت کو ضرورت نہ سمجھا؛ بلکہ نفسِ اجتماع مساجد ہی سے احتراز کیا تو اب کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اس بدعت کو سنت بنائے یا کارِ خیر اور باعثِ ثواب ہونا ثابت کرے؛ ورنہ بقول امام مالکؒ گویا اس کا دعویٰ کرنا ہوگا کہ نعوذ باللہ نبی کریم ﷺ نے زمانہ رسالت میں خیانت کی اور جو چیزیں ثواب کی تھیں، وہ امت کو نہ پہنچائیں، نیز یہ دعویٰ لازم آئے گا کہ ہم اس طریقہ سے اچھا طریقہ رکھتے ہیں، جو صحابہ کرامؓ و تابعینؓ اور سلفِ صالحینؓ کا تھا۔

الغرض اگر اس طرح زیادہ چراغ جلانا فی نفسہ بالکل جائز؛ بلکہ مستحب بھی ہوتا، جب بھی خاص راتوں کی اپنی طرف سے تخصیص کرنا اور ان میں زیادہ زینت چراغاں کرنا، بدعت و گمراہی ہوتا اور اس کا چھوڑنا ضروری ہو جاتا، جیسا کہ سلفِ صالحینؓ کے اعمال و اقوال اس پر شاہد ہیں۔

کتاب الاعتصام جلد ثانی میں، علامہ شاطبی علیہ الرحمہ نے ایک تعدادِ کثیر آثارِ سلف کی اس پر پیش کی ہے کہ اگر کسی حکم میں پہلے سے سنت یا مستحب ہونے کا بھی یقین ہو؛ لیکن اُس پر عمل کرنے سے لوگوں کے غلو اور تعدی عن الحدود (حد سے زیادہ تجاوز) کا خطرہ ہو تو اس مستحب کو بھی چھوڑ دینا چاہیے۔

ابتداءً شوال کے چھ روزے (شش عید کے) جن کی فضیلت حدیث میں منقول ہے، حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک انکا التزام مکروہ ہے، وجہ یہی ہے کہ اس کے التزام و اہتمام سے (عوام الناس کو جزءِ رمضان ہونے کا شبہ ہو سکتا ہے)۔ (الاعتصام صفحہ ۱۷۰)۔

دوسرے یہ کہ شبِ براءت اور شبِ قدر وغیرہ میں مساجد کے اندر اجتماع کا اہتمام و التزام، یہ خود ایک مستقل بدعت ہے، جس کی مثال خیر القرون میں نہیں ملتی، کیسے کہا جاسکتا ہے کہ یہ اجتماع کوئی پسندیدہ چیز ہے؛ بلکہ مسنون اور مستحب صرف وہی ہے، جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ علیحدہ علیحدہ اس مبارک رات میں بیدار رہ کر اپنی اپنی نوافل اور تلاوتِ قرآن میں مشغول رہیں، اس طرح زیادہ روشنی کرنا، علاوہ بدعت و ضلالت ہونے کے اور بھی

ہے؛ لیکن اس پر یقین نہیں کہ اس طرح کی دوسری راتوں کی نفی (انکار) کر دی جائے ظن غالب کی بناء پر۔

اگر ستائیسویں شب کو ختم قرآن پاک تراویح میں کیا جائے تو یہ افضل اور مستحب ہے، یقینی طور پر اسی رات کو شب قدر سمجھنا اور دوسری راتوں کی نفی کر دینا غلط ہے۔ ختم کا بھی (ہمیشہ ہی) اس شب میں التزام نہ کیا جائے۔ عبادت، تلاوت اور نماز وغیرہ کے لیے مساجد میں اس رات یا کسی اور رات میں جمع ہونا یا جماعت سے اہتمام کے ساتھ نوافل پڑھنا بدعت اور مکروہ ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۳۶)۔

کیا خبر کہ یہ آخری شب قدر ہو؟

بعض لوگ تو یہ سوچتے ہیں کہ پوری رات جاگنا تو مشکل ہے اور تھوڑی بہت دیر جاگنے (عبادت کرنے) سے کیا فائدہ؟ لہذا چھٹی!

یہ خیال غلط ہے، اگر رات کے اکثر حصے میں جاگنا نصیب ہو جائے تو انشاء اللہ یہ فضیلت حاصل ہو جائے گی اور پوری رات ہی جاگنا کون سا مشکل ہے؟ ہم اور آپ جانتے ہیں کہ گزشتہ رمضان المبارک میں کتنے لوگ ایسے تھے، جو آج دینا میں نہیں ہیں اور وہ رمضان المبارک ان کا آخری رمضان تھا، ہمیں کیا خبر ہے کہ آئندہ رمضان تک ہم میں سے کس کس کی باری ہے؟

اس لیے اگر اتنی بڑی نعمت حاصل کرنے کے لیے کوئی ایک دو رات جاگ ہی لیا تو کون سی بڑی بات ہے؛ لیکن اگر تمام رات جاگنا، بس کا ہی نہ ہو تو اکثر حصہ ہی سہی اور بہتر یہ ہے کہ یہ اکثر حصہ رات کا آخر ہو؛ کیونکہ اس وقت عبادت میں دل لگتا ہے اور شروع رات کے مقابلے میں آخر رات افضل بھی ہے۔ (رمضان کیا ہے؟ صفحہ ۱۶۳ بحوالہ مسائل شب براءت و شب قدر: ۱۰۳)

نہ ہو۔ ان بدعات کے علاوہ چراغاں کرنے میں اسراف بھی ہے اور تشبہ بالہنود (غیر مسلموں سے مشابہت) بھی؛ اس لیے اتنے مفاسد کے ہوتے ہوئے کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا کہ ان منکرات کو حسنات و عبادات سمجھ کر مساجد میں کیا جائے اور بالخصوص اس مبارک رات میں؛ کیونکہ مبارک مکانات اور مبارک اوقات میں جس طرح عبادت کا ثواب زیادہ ہوتا ہے؛ اسی طرح بدعت و معصیت کا گناہ بھی زیادہ ہونا چاہیے، جیسا کہ علامہ محقق ابن ہمامؒ نے ”فتح القدیر“ میں حرمین کے اندر زیادتی گناہ کی تصریح فرمائی ہے اور تمام علماء کے نزدیک متفق علیہ ہے کہ کوئی نیک کام اور نفلی عبادت جب بدعت کے ساتھ مل جائے تو اس کا بالکل چھوڑ دینا، کرنے سے زیادہ افضل ہے، جیسا کہ شامی کے حوالہ سے اوپر نقل کیا گیا ہے۔ (واللہ سبحانہ و تعالیٰ أعلم و أحکم) (امداد المفتین: ۱۹۳) (مسائل شب براءت و شب قدر: ۶۶)

کیا شب قدر اب بھی باقی ہے؟

حضرت مولانا انور شاہ کشمیری، محدث دارالعلوم دیوبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: حدیث ”فَرُفِعَتْ“ سے مراد یہ نہیں کہ اصل شب قدر ہی اٹھالی گئی؛ بلکہ اس کا علم تعین اٹھالیا گیا، اگر شب قدر ہی باقی نہ رہتی تو پھر حضور اکرم ﷺ جو اس کو تلاش کرنے کا حکم فرما رہے ہیں، اس کا کیا فائدہ؟ (مسائل شب براءت و شب قدر: ۱۰۱)

ستائیسویں شب میں قرآن ختم کرنا کیسا ہے؟

سوال:۔ شب قدر کو رمضان المبارک کے آخر دس دنوں کی طاق راتوں میں تلاش کرنے کا حکم ہے تو پھر ہمیشہ اور ہر سال رمضان المبارک کی ستائیسویں شب کو ہی شب قدر منانا اور اسی شب میں قرآن شریف کا ہر سال ختم کرنا بدعت ہوگا یا نہیں؟ صرف اسی رات کو زیادہ عبادت کرنا اور خصوصاً حافظوں کا ختم قرآن کرنا کیسا ہے؟

جواب:۔ شب قدر عشرہ اخیرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرنے کے لیے فرمایا گیا ہے، مگر بہت سے علماء نے قرآن سے ستائیسویں کو ترجیح دی ہے اور ظن غالب یہ ہے کہ ستائیسویں شب

۴۷	اعتکاف میں آسانی
۴۷	آیات قرآنیہ اور اعتکاف
۴۸	احادیث نبویہ اور اعتکاف
۶۱	اعتکاف کی اہمیت اور فضیلت کے متعلق چند احادیث
۶۲	حدیث ”المعتكف يعكف الذنوب كلها.....“ پر اشکال اور اس کا جواب
۶۳	معتكف کے لیے اس قدر ثواب کیوں ہے؟
۶۴	آنحضرت ﷺ کا اہتمام اعتکاف
۶۴	رسول اللہ ﷺ کے اعتکاف فرمانے کا طریقہ
۶۵	کسی سال اعتکاف چھوٹ جانے کی صورت میں آنحضرت ﷺ کی عادت شریفہ
۶۶	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتکاف کتنی مرتبہ چھوٹا؟
//	درس ترمذی میں مذکور تعداد پر اشکال اور اس کا جواب
۶۸	مکتوب: حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب
۷۰	معتكف کی مثال
۷۰	اعتکاف کے تعلق سے لوگوں کی تین قسمیں
۷۱	اعتکاف کے دو درجے کامل اور ناقص
۷۲	عام معاشرے میں اعتکاف سے بے رغبتی
۷۳	لوگوں کے ترک اعتکاف پر امام زہریؒ کا اظہار تعجب
۷۳	اعتکاف کا اہتمام نہ کرنے کے اثرات
۷۳	اعتکاف سے روکنا
۷۴	غیر اللہ کے لیے اعتکاف و مجاورت کی حرمت
۷۵	اعتکاف کا سبب اور اس کا حکم
۷۵	اعتکاف کی قسمیں
۷۷	واجب اور مسنون اعتکاف کے صحیح ہونے کے تفصیلی شرائط
۷۸	اعتکاف ختم (کامل) کب ہوتا ہے؟

فہرست عناوین

۲۱	پیش لفظ
۲۳	کلمات بابرکات
۲۴	تقریظ
۲۶	مقدمہ
۳۰	کچھ اہم باتیں
۳۲	آگاہی
۳۴	اعتکاف کا بیان
۳۴	اعتکاف کیا ہے؟
۳۵	اعتکاف ایک مفید اور آسان مجاہدہ ہے
۳۶	اعتکاف کی تعریف
۳۶	اعتکاف کا رکن اور شرائط
۳۷	اعتکاف کی مشروعیت
۳۷	اعتکاف کا مقصد اور اس کی روح
۳۸	اعتکاف کی ابتداء کس سال ہوئی؟
۳۸	اعتکاف سابقہ امتوں میں بھی مشروع تھا
۳۹	اعتکاف کے فضائل و محاسن
۴۰	اعتکاف کی حکمت اور اس کی مشروعیت
۴۰	مسجد میں ٹھہرے رہنا عبادت کیوں ہے؟
۴۰	اعتکاف کی کچھ اہم حکمتیں اور فائدے
۴۲	اعتکاف میں خلوت و جلوت دونوں کے فوائد موجود ہیں
۴۵	اعتکاف کے مسجد ہی میں مشروع ہونے کی حکمت
۴۶	نمازیوں اور دینداروں سے خلوت اور علیحدگی مقصود نہیں

- ۹۲ اعتکاف مسنون میں ایک روز کا استثناء
- ۹۳ پانچ پانچ روز کے اعتکاف کی نیت
- ۹۳ دو آدمیوں کے پانچ پانچ دن کے اعتکاف سے ادائے سنت
- ۹۳ مسنون اعتکاف کی ذمہ داری
- ۹۴ ہر آبادی میں اعتکاف
- ۹۴ ایسے محلے کی مسجد میں اعتکاف کا حکم، جہاں چند گھر ہوں؟
- ۹۴ کیا پورے شہر میں ایک آدمی کا اعتکاف کر لینا کافی ہے، یا شہر کے ہر محلے میں اعتکاف ضروری ہے؟
- ۹۵ کیا اعتکاف شہر کے ہر محلے کی ہر مسجد میں ضروری ہے؟
- ۹۶ اگر بستی کی مختلف آبادیاں جدا گانہ معلوم ہوں تو اعتکاف کا حکم
- ۹۶ اگر ایک آبادی کا آدمی دوسری آبادی میں اعتکاف کرے تو کس آبادی کی سنت ادا ہوگی؟
- ۹۸ بڑے قصبے میں اعتکاف کرنے کی وجہ سے چھوٹی بستی والوں کے ذمہ سے سقوط اعتکاف
- ۹۸ اجتماعی اعتکاف
- ۹۹ زنجیری اعتکاف
- ۹۹ ایک مسجد میں جتنے لوگ چاہیں اعتکاف کر سکتے ہیں
- ۹۹ معتکفین کا حسب ضرورت سامان رکھنا
- ۱۰۰ معتکف کو مسجد میں سامان لانے کے سلسلے میں کس حد تک اجازت ہے
- ۱۰۲ اعتکاف کے لیے خیمہ وغیرہ بنانے کا ثبوت
- ۱۰۳ معتکف کو مسجد میں خلوت گاہ بنانے یا پردہ ڈالنے کا اہتمام کرنا
- ۱۰۴ کیا معتکف بنانا ضروری ہے؟
- ۱۰۵ معتکف کا حجرہ بنانا اور اس کو سنوارنا کیسا ہے؟
- ۱۰۶ صفوں کے درمیان بندھی ہوئی چادروں کو بوقت جماعت کھول دینا
- ۱۰۵ مسجد کی چادر سے اعتکاف کے لیے خیمہ بنانا

- ۷۸ کوڑھی، اندھا، بے نمازی، بے روزے دار، حاملہ وغیرہ کا اعتکاف کرنا
- ۷۹ خنثی مشکل کا اعتکاف مسجد بیت میں
- ۷۹ کس عمر کے لوگوں کو اعتکاف کرنا چاہیے؟
- ۸۰ مدرس اعتکاف کر سکتا ہے یا نہیں؟
- ۸۰ جس شخص کے بدن سے بد بو آتی ہو اس کا اعتکاف کرنا
- ۸۱ خروج ریح کے مریض کا اعتکاف
- ۸۱ قرآن شریف مکمل نہ کرنے والے کا اعتکاف کرنا
- ۸۲ مشرک کے لیے اعتکاف میں بیٹھنے کا حکم
- ۸۲ رمضان کے عشرہ اخیرہ کے اعتکاف کا حکم
- ۸۳ اعتکاف کے مسنون ہونے کی دلیل
- ۸۳ ”اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے“ کا مطلب
- ۸۴ کیا عشرہ اخیرہ کے اعتکاف میں روزہ ضروری ہے؟
- ۸۴ روزے کے فاسد ہونے سے اعتکاف کا حکم
- ۸۵ معتکف کا روزہ نہ رکھنا اور نماز نہ پڑھنا
- ۸۵ اعتکاف کی حالت میں عمدہ روزہ توڑ دینا
- ۸۵ اعتکاف اور صوم میں قصداً اور سہواً کا فرق
- ۸۶ مسنون اعتکاف کی نیت
- ۸۶ اعتکاف مسنون کی مدت
- ۸۷ غروب آفتاب کے بعد مسجد میں آنا
- ۸۷ اکیسویں شب میں اعتکاف میں بیٹھے تو کیا حکم ہے؟
- ۸۸ ایک روایت سے فجر کی نماز کے بعد اعتکاف میں بیٹھنے پر استدلال اور اس کا جواب
- ۸۹ معتبر ذرائع سے معلوم ہو جائے کہ ۲۹ کو چاند ہو گیا تھا
- ۹۰ کیا اعتکاف مسنون دس روز سے کم ہو سکتا ہے؟
- ۹۱ ”کامل عشرہ اخیرہ کا اعتکاف سنت مؤکدہ ہے“ پر ایک علمی بحث

- ۱۱۹ جس مسجد کا صحن دوکانوں کی چھت پر ہو، اس کے صحن میں نماز باجماعت کے لیے معتکف کا ٹکنا
- ۱۱۹ معتکف کو مسجد کے کن مقامات پر جانا جائز نہیں؟
- ۱۲۰ مسجد سے متصل حجرہ میں اعتکاف
- ۱۲۱ فصیل داخل مسجد ہے یا خارج مسجد؟
- ۱۲۱ مسجد کی دیواروں کا حکم
- ۱۲۲ مسجد کے کنارے پرالگ بنی دیوار وغیرہ کا حکم
- ۱۲۲ مسجد کی کھڑکیاں اور جھنگے کا حکم
- ۱۲۲ معتکف کی چہل قدمی اور اس کے لیے مسجد میں حدود
- ۱۲۳ صحن غیر مسقف کے دونوں جانب بنے سائبان کا حکم
- ۱۲۳ محراب کا حکم
- ۱۲۳ مسجد سے متصل جنازہ رکھنے کی جگہ کا حکم
- ۱۲۳ معتکف کا ایک جانب سے دوسری جانب منتقل ہونا
- ۱۲۴ معتکف ایک ہی جگہ بیٹھے یا کسی دوسری جگہ بھی بیٹھ سکتا ہے؟
- ۱۲۴ بحالت اعتکاف جگہ تبدیل کرنا
- ۱۲۴ معتکف کے لیے مسجد کی چھت پر رات گزارنے کا حکم
- ۱۲۵ مسجد بارش سے ٹپکتی ہو تو کیا کرے؟
- ۱۲۵ معتکفین کے لیے مسجد کے کنارے پر ٹوٹی لگانا
- ۱۲۶ مسجد کے صحن میں موجود حوض خارج مسجد ہے یا داخل مسجد؟
- ۱۲۶ مسجد کے صحن میں موجود درخت پر چڑھنا

نفل اور واجب اعتکاف

- ۱۲۷ نفل اعتکاف
- ۱۲۷ رمضان کے بغیر نفلی اعتکاف
- ۱۲۸ نفل اور مسنون اعتکاف میں فرق

- ۱۰۵ اجرت دے کر اعتکاف کرانا
- ۱۰۶ معتکف کی موت پر اعتکاف کی تکمیل کا حکم
- ۱۰۶ دوران اعتکاف انتقال کی صورت میں مکمل اعتکاف کا ثواب
- ۱۰۶ معتکف کا شب عید مسجد میں ہی گزارنا مستحب ہے
- ۱۰۷ عذر کی وجہ سے اعتکاف نہ کرنا
- ۱۰۸ والدین کی اجازت کے بغیر اعتکاف کرنا
- ۱۰۹ معتکف کے لیے مسجد کی اشیاء کا استعمال کرنا
- ۱۱۰ معتکفین کا آخری دن جمع ہو کر مبارکبادی دینا اور اجتماعی دعا کرنا

محل اعتکاف کا بیان

- ۱۱۱ اعتکاف کی افضل جگہ
- ۱۱۲ کیا اعتکاف کے لیے مسجد، اذان اور جماعت شرط ہے؟
- ۱۱۳ اعتکاف کے لیے شرائط جمعہ کا پایا جانا
- ۱۱۳ ایسی مسجد میں اعتکاف جہاں صرف جمعہ کی نماز ہوتی ہو
- ۱۱۴ مسجد طریق میں اعتکاف کا حکم
- ۱۱۴ غیر موقوفہ مسجد میں اعتکاف
- ۱۱۴ جماعت خانہ میں اعتکاف
- ۱۱۵ دوکانوں کے اوپر بنائی گئی مسجد میں اعتکاف کا مسئلہ
- ۱۱۶ عید گاہ میں اعتکاف
- ۱۱۶ اگر مسجد کئی منزلہ ہو تو اعتکاف کا حکم
- ۱۱۷ ایسی مسجد میں اعتکاف، جس میں رات کو رکنے کی اجازت نہ ہو
- ۱۱۷ غصبا جو حصہ مسجد میں لے لیا گیا ہے، معتکف کا اس میں رہنا
- ۱۱۷ مسجد شہید کردی گئی تو اعتکاف کہاں کیا جائے؟
- ۱۱۸ معتکف کے لیے مسجد کی حدود
- ۱۱۸ مسجد کی چھت کا حکم

- ۱۴۱ معین دن یا معین مہینے کے اعتکاف کی نذر مان کر اس سے پہلے کرنا
- ۱۴۱ مسجد حرام میں اعتکاف کی نذر مان کر کسی اور مسجد میں اعتکاف کرنا
- ۱۴۱ زمانہ ماضی کے اعتکاف کی نظر ماننا
- ۱۴۱ اعتکافِ منذور کی مختلف صورتیں اور ان کے احکام
- ۱۴۳ منذور اعتکاف قضاء روزے کے ساتھ صحیح نہیں
- ۱۴۳ چالیس دن اعتکاف کی نذر مانی تو لگاتار اعتکاف کرے
- ۱۴۴ اعتکاف کی منت پوری نہ کر سکے تو کیا کرے
- ۱۴۵ اعتکافِ منذور ٹوٹنے کی صورت میں قضاء کا حکم
- ۱۴۵ اعتکافِ منذور کا فدیہ
- ۱۴۶ اگر کوئی شخص بیماری میں نذر مانے اور تندرست ہونے سے پہلے وفات پا جائے
- ۱۴۶ اعتکافِ منذور کی پابندیاں

نابالغ اور عورت کا اعتکاف

- ۱۴۷ نابالغ کا اعتکاف
- ۱۴۷ ازواجِ مطہرات کا شوق اعتکاف
- ۱۴۸ ازواجِ مطہرات کا اعتکاف
- ۱۴۸ عورت عشرہٴ اخیرہ کا اعتکاف کر سکتی ہے یا نہیں؟
- ۱۴۹ کیا عورت جگہ متعین کیے بغیر اعتکاف کر سکتی ہے؟
- ۱۴۹ عورت کا جگہ مقرر کر کے اسے بدلنا
- ۱۵۰ مسجد میں عورتوں کے لیے مخصوص کی گئی جگہ میں اعتکاف
- ۱۵۰ عورت کا مسجد میں اعتکاف کرنا مکروہ تنزیہی ہے یا تحریمی؟
- ۱۵۱ عورت کے اعتکاف سے مردوں سے سقوطِ اعتکاف
- ۱۵۱ ترکِ اعتکاف سے کیا عورت اور بچے بھی گنہگار ہوں گے؟
- ۱۵۲ عورت کا اعتکاف گھر میں نفل ہے یا سنت؟
- ۱۵۲ خاوند کی اجازت کے بغیر اعتکاف میں بیٹھنا

- ۱۲۸ جماعت کے احباب کا مسجد میں داخل ہوتے وقت اعتکاف کی نیت کرنا
- ۱۲۸ لفظوں میں اعتکاف کی نیت
- ۱۲۹ مردوں کا نفل اعتکاف گھر میں کرنا
- ۱۲۹ نفل اعتکاف میں جمعہ کے غسل کے لیے ٹکنا
- ۱۳۰ نفل اعتکاف قطع کرنے سے قضاء واجب ہے یا نہیں؟
- ۱۳۱ واجب اعتکاف
- ۱۳۱ اعتکاف کی نذریوں درست ہے، جبکہ اس کی جنس سے کوئی چیز واجب نہیں
- ۱۳۲ نذر کا طریقہ
- ۱۳۳ نذر کرتے وقت متصلاً انشاء اللہ کہہ دینا
- ۱۳۳ لزوم کے الفاظ کے بغیر نذر
- ۱۳۴ اعتکاف کی نذر و طرح ہے
- ۱۳۵ باعتبار وقت نذر کی قسمیں اور ان کا حکم
- ۱۳۵ ایک دن سے کم کے اعتکاف کی نذر کا حکم
- ۱۳۶ صرف ایک دن کی نذر کا حکم
- ۱۳۶ اگر صرف ایک رات کے اعتکاف کی نذر مانے
- ۱۳۷ دو یا دو سے زائد دنوں یا راتوں کے اعتکاف کا حکم
- ۱۳۷ دو یا زیادہ دن کے اعتکاف کی نذر میں، صرف دن دن مراد لینا
- ۱۳۸ ایک مہینے کے اعتکاف کی نذر کا حکم
- ۱۳۸ نذر میں رات داخل ہونے کی صورت میں دخول کا وقت
- ۱۳۸ کیا ایک سے زائد دنوں کی نذر میں تسلسل ضروری ہے؟
- ۱۳۹ اعتکافِ منذور میں روزہ
- ۱۳۹ رمضان کے مہینے کے اعتکاف کی نذر
- ۱۴۰ بلا تعین وقت نذر مان کر رمضان کے روزوں کے ساتھ اعتکاف کرنا
- ۱۴۰ ایامِ خمسہ منہیہ کے اعتکاف کی نذر کا حکم

۱۶۲	حالتِ اعتکاف میں خاموش رہنا	۱۶۲
۱۶۲	اعتکاف میں خاموش رہنے کی بابت ایک سوال کا جواب	۱۶۲
۱۶۳	اعتکاف میں کون سی خاموشی مکروہ ہے	۱۶۳
۱۶۴	خاموشی کے متعلق ایک اہم مضمون	۱۶۴
۱۶۵	حالتِ اعتکاف میں بیوی سے بات کرنا	۱۶۵
۱۶۵	حالتِ اعتکاف میں لوگوں سے ملاقات بھی کر سکتے ہیں	۱۶۵
۱۶۶	معتکف کا مسجد سے ملحق باغ کی نگرانی کرنا	۱۶۶
۱۶۶	معتکف کا احاطہ مسجد میں پھول سبزیوں کی دیکھ بھال کرنا	۱۶۶
۱۶۷	مسجد کی تعمیر میں معتکف کا کام کرنا	۱۶۷
۱۶۷	معتکف کا مسجد میں بچوں کو تعلیم دینا	۱۶۷
۱۶۷	اعتکاف کے دوران مطالعہ کرنا	۱۶۷
۱۶۷	معتکف کا مسجد میں بذریعہ مانک باہر مجمع کو خطاب کرنا	۱۶۷
۱۶۸	اعتکاف کے دوران بے فائدہ باتوں سے اجتناب	۱۶۸
۱۶۸	معتکف کو کن امور میں مشغول رہنا چاہیے؟	۱۶۸
۱۶۹	معتکف کے لیے تجزیہ الوضو و تحیۃ المسجد کا بیان	۱۶۹
۱۶۹	ایامِ اعتکاف کے معمولات	۱۶۹
	معتکف کے لیے امورِ مکروہہ اور امورِ مفسدہ کا بیان	
۱۷۱	مکروہاتِ اعتکاف	۱۷۱
۱۷۱	معتکف کا مسجد میں بچوں کو انگریزی پڑھانا	۱۷۱
۱۷۲	مسجد میں کاروبار کرنا	۱۷۲
۱۷۳	حسب ضرورت معتکف کا کاروبار سے باخبر رہنے کے لیے مسجد میں فون لگانا	۱۷۳
۱۷۳	حالتِ اعتکاف میں ڈاک خانے کا کام کرنا	۱۷۳
۱۷۴	معتکفین کا باہم باتوں میں مشغول رہنا	۱۷۴
۱۷۵	حالتِ اعتکاف میں اخبار وغیرہ پڑھنے کا حکم	۱۷۵

۱۵۲	اجازت وغیرہ سے متعلق کچھ ضروری باتیں	۱۵۲
۱۵۳	معتکفہ عورت کا گھر کے صحن میں آنا	۱۵۳
۱۵۳	عورت کا اپنے معتکف میں رہتے ہوئے گھر کا کام کرنا	۱۵۳
۱۵۴	سحری یا افطار کے لیے معتکفہ کا نکلنا	۱۵۴
۱۵۴	جو عورت کسی مجبوری کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکے، اس کا اعتکاف کرنا	۱۵۴
۱۵۴	معتکفہ عورت شوہر سے الگ رہے	۱۵۴
۱۵۵	حالتِ اعتکاف میں شوہر کی ہمبستری	۱۵۵
۱۵۵	معتکفہ کا شوہر کو کھانا دینے یا بچوں کا پاخانہ، پیشاب دھلانی کے لیے نکلنا	۱۵۵
۱۵۵	معتکفہ کا درس دینے کے لیے اپنے کمرے سے دوسرے کمرے جانا	۱۵۵
۱۵۶	حیض و نفاس مفسدِ اعتکاف ہے؟	۱۵۶
۱۵۶	مستحاضہ کا اعتکاف کرنا	۱۵۶
۱۵۷	بیماری کا خون مفسدِ اعتکاف نہیں	۱۵۷
۱۵۷	اگر بیماری کے خون کو حیض کا خون سمجھ کر اعتکاف توڑ دے	۱۵۷
۱۵۷	اعتکاف کی حالت میں طلاق ہو جائے تو کیا حکم ہے؟	۱۵۷
۱۵۸	مستورات کا اعتکاف ٹوٹ جانے پر قضاء کا حکم	۱۵۸
	معتکف کے لیے امورِ مباحہ و مندوبہ کا بیان	
۱۵۹	مباحاتِ اعتکاف	۱۵۹
۱۵۹	اعتکاف میں مسجد کی خدمت کرنا	۱۵۹
۱۶۰	مسجد میں بیٹھ کر طبیب کا مریضوں کو نسخہ لکھنا	۱۶۰
۱۶۰	حالتِ اعتکاف میں ورزش کرنا	۱۶۰
۱۶۰	اعتکاف میں خط کا جواب تحریر کرنا	۱۶۰
۱۶۰	معتکف کو دھوپ کے لیے مسجد کے صحن میں بیٹھنا	۱۶۰
۱۶۱	اعتکاف کے دوران گفتگو کرنا	۱۶۱
۱۶۱	معتکف کا مسجد میں موبائل پر بات کرنا	۱۶۱

۱۹۴	دیہاتی معتکف کا نماز جمعہ کے لیے شہر جانا
۱۹۴	معتکف کے لیے خارج مسجد نماز اداء کرنے کا حکم
۱۹۵	مسجد نبوی کے معتکفین کا صلوٰۃ و سلام پیش کرنے کے لیے مسجد سے باہر جانا
۱۹۶	حافظ معتکف کا تراویح پڑھانے دوسری جگہ جانا
۲۰۰	معتکف کا ہوٹل یا گھر میں چائے پینے کا حکم
۲۰۰	سحر کے ختم کی اطلاع دینے کے لیے نیل بجانے باہر جانا
۲۰۰	معتکف کا جزئیہ اسٹارٹ کرنے مسجد سے باہر جانا
۲۰۰	کھانے کے بعد ہاتھ دھونے یا منجن کے لیے مسجد سے نکلنا
۲۰۱	سحری کھانے کے بعد کلی کرنے کے لیے معتکف کا مسجد سے نکلنا
۲۰۱	معتکف کا بیڑی، سگریٹ یا حقہ پینے کے لیے مسجد سے نکلنا
۲۰۲	بیڑی، سگریٹ کے عادی شخص کا بیڑی سگریٹ پینے کے لیے مسجد سے نکلنا
۲۰۲	ہڈی یا کھجور کی گٹھلی پھینکنے مسجد سے باہر جانا
۲۰۳	معتکف کا جوتے اٹھانے مسجد کے باہر جانا
۲۰۳	معتکف کا شادی میں شرکت کرنا
۲۰۳	معتکف کا کپڑا اٹھانے باہر نکلنا
۲۰۳	معتکف کا سر منڈانے کے لیے مسجد سے نکلنا
۲۰۴	معتکف کا سبق سنانے مدرسہ جانا
۲۰۴	معتکف کا پڑھانے کے لیے مدرسہ جانا
۲۰۴	معتکف کا وعظ سننے کے لیے باہر جانا
۲۰۴	معتکف کا محفل قرآن مجید میں جانا
۲۰۵	ٹیوشن پڑھانے کے لیے معتکف کا نکلنا
۲۰۵	معتکف کا عدالت کی تاریخ پر حاضر ہونا
۲۰۶	معتکف کا میٹنگ میں جانا
۲۰۶	معتکف کا ووٹ ڈالنے کے لیے نکلنا

۱۷۵	حالت اعتکاف میں ٹیپ رکارڈ پر بیان سننا
۱۷۶	معتکف کا تمباکو کھانا
۱۷۶	معتکف کا مسجد میں حجامت بنوانا
۱۷۷	حالت اعتکاف میں ناخن کاٹنا
۱۷۷	حالت اعتکاف میں کنگھا کرنے کا حکم
۱۷۷	کیا معتکف مسجد میں کوئی برتن رکھ کر اس میں پیشاب کر سکتا ہے؟
۱۷۹	اعتکاف کے دوران تو اہلی سننا، ٹیلی ویژن دیکھنا، اور دفتری کام کرنا
۱۸۰	اعتکاف کے دوران بیوی سے دل لگی
۱۸۱	معتکف کا مسجد میں چارپائی پر سونا
۱۸۲	معتکف کے ساتھ غیر معتکف کا افطار کرنا
۱۸۲	بلا عذر مسجد سے نکلنا
۱۸۲	بھول کر معتکف کے لیے مسجد سے نکلنے کا حکم
۱۸۳	خروج سے کیا مراد ہے جو مفسد اعتکاف ہے؟
۱۸۳	معتکف کے لیے مسجد سے باہر نکلنے کے سلسلے میں مفتی بقول کی نشاندہی
۱۸۶	قضائے حاجت کے لیے جاتے وقت کسی کے ٹھہرانے سے ٹھہر جانا
۱۸۶	دو گھر والے کا قضائے حاجت کے لیے دو گھر والے گھر جانا
۱۸۶	حرمین شریفین کے معتکفین کا قریب والے حمامات کو چھوڑ کر دور والے حمامات میں جانا
۱۸۷	معتکف کا اپنے گھر ضرور آنا اور خطوط لینا
۱۸۷	ذکر یا تجرید وضو کے لیے نکلنا
۱۸۸	اعتکاف میں غسل جمعہ یا ٹھنڈک کے لیے غسل کی خاطر نکلنا
۱۹۳	غسل مستحب یا غسل تبرید کے لیے نہانے کا ایک جائز طریقہ
۱۹۳	معتکف کا مسجد کے کنارے بیٹھ کر غسل کرنا
۱۹۴	مسجد کے غسل خانوں میں غسل جمعہ کے لیے جانا

۲۱۹	معتکف کا کھانا کھانے کے لیے گھر جانا
۲۲۰	حرمین شریفین میں معتکفین کا کھانے کے لیے باہر نکلنا
۲۲۱	معتکف کھانے جائے تو راستے میں کوئی چیز خریدنے کا حکم
۲۲۱	طبعی ضرورت کے لیے معتکف کا مسجد سے باہر نکلنا
۲۲۱	مسجد کا بیت الخلاء چھوڑ کر گھر جانا
۲۲۲	قضائے حاجت کے لیے مسجد سے قریب بیت الخلاء کو چھوڑ کر گھر جانا
۲۲۲	معتکف کا استنجاء کے بعد استبراء کے لیے نکلنا
۲۲۳	بار بار بیت الخلاء جانے سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا
۲۲۳	کیا قضائے حاجت کو جانے کے لیے شدید تقاضہ شرط ہے؟
۲۲۳	بیت الخلاء خالی ہونے کا انتظار کرنا
۲۲۳	معتکف کا قضائے حاجت کے لیے آتے جاتے سلام کرنا
۲۲۴	معتکف بیت الخلاء کے لیے نکل کر کتنا کام کر سکتا ہے
۲۲۴	صرف استنجاء کے لیے باہر جانا
۲۲۵	قضائے حاجت کے بعد وہیں وضو کرنا
۲۲۵	ضرورت سے نکلنے کی صورت میں جاتے یا آتے وقت تیز چلنا
۲۲۵	قضائے حاجت سے واپسی پر ہر مرتبہ اعتکاف کی دعاء پڑھے یا ایک مرتبہ کافی ہے؟
۲۲۶	اعتکاف میں حدت
۲۲۷	معتکف کا اخراجِ رت کے لیے بیت الخلاء جانا
۲۲۷	قے آنے کی صورت میں مسجد سے باہر نکلنا
۲۲۷	معتکف کا وضو کے لیے مسجد سے نکلنا
۲۲۸	فرض کے علاوہ سنن اور نوافل کے وضو کے لیے مسجد سے نکلنا
۲۲۹	تلاوتِ کلام پاک کے لیے وضو کرنے جانا
۲۲۹	معتکف کا وضو کے لیے گھر جانا
۲۲۹	مسجد میں وضو کا انتظام نہ ہو تو ندی پر وضو کرنا

۲۰۷	معتکف کا اپنے پیر سے ملاقات کے لیے جانا
۲۰۷	معتکف کا مسجد کے پڑوس میں لگی آگ بجھانے جانا
۲۰۷	معتکف کا رپورٹ لکھوانے کے لیے مسجد سے نکلنا
۲۰۷	ارتداد مفسد اعتکاف ہے
۲۰۸	کن صورتوں میں اعتکاف توڑنا جائز ہے؟
۲۰۸	بوقتِ ضرورت اعتکاف سے نکلنا
۲۰۹	اعتکاف میں غسلِ میت کے لیے نکلنا
۲۰۹	مجبوری کی وجہ سے مردے کو غسل دینے نکلا تو؟
۲۱۰	معتکف کا نمازِ جنازہ یا عیادت کے لیے نکلنا
۲۱۱	معتکف کا بیوی یا بچے کی تہنیز و تکفین کا انتظام کرنا
۲۱۱	معتکف کا اپنے یا اپنی بیوی کے علاج کے لیے باہر جانا
۲۱۲	معتکف کا روزانہ اپنی بیوی کی دوا لینے شفاء خانہ جانا
۲۱۲	سانپ کے کاٹے کو جھاڑنے والے کے لیے دوسرے گاؤں میں جانا
۲۱۲	حالتِ اعتکاف میں پاگل ہو جانے کا حکم
۲۱۳	لمبے وقت تک بے ہوش رہنے سے اعتکاف کا فساد
۲۱۳	پولس کا معتکف کو جبراً لے جانے سے اعتکاف کا حکم
۲۱۴	حالتِ اعتکاف میں جماع یا دواعی جماع کا حکم
امور غیر مفسدہ کا بیان	
۲۱۵	جن امور کے لیے معتکف کو نکلنا جائز ہے
۲۱۵	حاجتِ طبعیہ، شرعیہ اور ضروریہ سے مراد
۲۱۶	طبعی و شرعی ضرورت کے وقت معتکف کو مسجد سے نکلنے کی اجازت ہے کی دلیل
۲۱۷	حالتِ اعتکاف میں عورتوں سے مباشرت کی ممانعت اور کھانے پینے کی اجازت کی وجہ
۲۱۸	ان ضروریات کی تفصیل جن کی وجہ سے نکلنے سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا
۲۱۹	بعض ایسی صورتیں جن سے اعتکاف فاسد نہ ہوگا

- ۲۴۱ گرم پانی لینے کے لیے معتکف کا باہر جانا
- ۲۴۱ گرمی یا سردی کے لیے معتکف کا خارج مسجد جانا
- ۲۴۲ پانی نہ ہونے کی صورت میں کنویں سے پانی لا کر غسل کرنا
- ۲۴۲ شدید سردی میں گرم پانی لانے دوسری جگہ جانا
- ۲۴۲ سرکاری وظیفہ لینے کے لیے مسجد سے نکلنا

اعتکاف کی قضاء اور فدیہ

- ۲۴۳ اعتکافِ مسنون توڑ دینے کی صورت میں قضاء کا حکم
- ۲۴۳ اعتکاف ٹوٹ جانے کی صورت میں اسی مسجد میں معتکف رہنا
- ۲۴۴ گذشتہ اعتکاف کی قضاء دوسرے رمضان میں کرنا
- ۲۴۴ اعتکاف ٹوٹ جائے تو اس کی قضاء غیر رمضان میں کرنا
- ۲۴۴ قضاء میں رات اور دن دونوں کی قضاء واجب ہے؟ یا صرف دن کی؟
- ۲۴۵ اعتکافِ مسنون کا فدیہ
- ۲۴۶ معتکفین کے لیے کچھ ضروری ہدایات

بعض خاص اعمال

- ۲۴۸ صلوٰۃ التبیح
- ۲۵۰ صلوٰۃ الحاجۃ
- ۲۵۱ بعض مستحب نمازیں
- ۲۵۱ تحیۃ الوضو
- ۲۵۲ نماز اشراق
- ۲۵۳ صلوٰۃ الضحیٰ
- ۲۵۴ صلوٰۃ الاوابین
- ۲۵۵ نماز تہجد

شب قدر کے فضائل و مسائل

- ۲۳۰ وضو کے لیے نکلنے کی صورت میں منجن وغیرہ کرنا
- ۲۳۰ غسل جنابت کے لیے معتکف کا خروج
- ۲۳۰ جنبی کے لیے مسجد سے باہر غسل کے لیے جاتے وقت تیمم کرنا
- ۲۳۱ کیا معتکف باہر جا کر کپڑے دھو سکتا ہے؟
- ۲۳۱ کیا معتکف حاجت ضروریہ کے بعد غسل جمعہ کر سکتا ہے؟
- ۲۳۲ مسجد میں پانی نہ ہو تو غسل جنابت میں تیمم کرے یا باہر جا کر غسل کرے؟
- ۲۳۲ معتکف کا اذان کے لیے نکلنا
- ۲۳۳ معتکف کا نماز جمعہ کے لیے نکلنا
- ۲۳۳ جمعہ کے لیے دوسری جگہ گیا، پھر وہیں رہ گیا
- ۲۳۴ معتکف کے لیے دوسری مسجد میں جمعہ کی سنتیں پڑھنے کا بیان
- ۲۳۵ معتکف کا وعظ سننے کے لیے جامع مسجد میں دیر تک بیٹھنا
- ۲۳۴ جمعۃ الوداع میں معتکف کہاں تک جا سکتا ہے؟
- ۲۳۵ معتکف کا قریبی جامع مسجد چھوڑ کر دور والی مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنے جانا
- ۲۳۵ معتکف کا نماز باجماعت کے لیے نکلنا
- ۲۳۶ کیا مدرسے کے طلباء ضرورت کے وقت کھانا لانے کے لیے جا سکتے ہیں؟
- ۲۳۶ معتکف کا موئے زیر ناف صاف کرنے کے لیے مسجد سے نکلنا
- ۲۳۸ بحالت اعتکاف احتلام ہو جائے
- ۲۳۸ احتلام کے بعد مسجد سے نکلنے کا موقع نہ ہو؟
- ۲۳۸ بحالت اعتکاف بد نظری سے انزال ہو گیا

بعض امورِ مفسدہ اور غیر مفسدہ

- ۲۴۰ پانی لانے کے لیے معتکف کا خارج مسجد جانا
- ۲۴۱ معتکف کا پانی لینے کے لیے مسجد سے باہر جانا، جبکہ معتکف کی طبیعت دوسرے سے پانی لینے کو نہ چاہتی ہو
- ۲۴۱ معتکف کا پانی لینے تالاب، ندی، یا کنویں پر جانا

۲۸۷	شب قدر کی دعاء
۲۸۸	شب قدر کی جستجو
۲۹۱	اختلافِ مطالع کی وجہ سے ہر جگہ کی شب قدر علیحدہ علیحدہ ہوتی ہے
۲۸۹	شب قدر میں جاگ کر عبادت کرنا
۲۹۰	عبادت میں نیند کیوں آتی ہے؟
۲۹۱	عبادت میں نیند نہ آنے کی ترکیب
۲۹۱	جاگنے کا طریقہ
۲۹۲	شریعت کا مقصود
۲۹۲	شب قدر میں کون سی عبادت کرنی چاہیے
۲۹۲	شب بیداری کے لیے جمع ہونے کا اہتمام
۲۹۳	مبارک راتوں میں شب بیداری کے لیے جمع ہونے کے ممنوع ہونے پر شرعی دلیل
۲۹۴	مبارک راتوں میں مساجد میں اجتماع
۲۹۵	شب قدر کی راتوں میں جلسہ و دعوت وغیرہ کا اہتمام
۲۹۶	شب قدر کے گمان سے شب بیداری کی تو انشاء اللہ شب قدر ہی کا ثواب ملے گا
۲۹۷	جولوگ رمضان کی راتوں میں شب قدر میں نہیں جاگ سکے، ان کے لیے ضروری مضمون
۲۹۸	ہر رات لیلة القدر ہے
۲۹۹	مصرعہ: ”ہر شب شب قدر ہے“ قرآن کے خلاف نہیں.....
۲۹۹	مبارک رات میں گناہ کرنا
۳۰۰	لیلة القدر اور لیلة البراءت میں چراغاں کرنا
۳۰۰	مبارک راتوں میں مسجد کو سجانا
۳۰۳	کیا شب قدر اب بھی باقی ہے؟
۳۰۳	ستائیسویں شب میں قرآن ختم کرنا کیسا ہے؟
۳۰۴	کیا خبر کہ یہ آخری شب قدر ہو؟

۲۵۶	اعتکاف کا مقصد شب قدر کا حصول
۲۵۷	شب قدر کی حقیقت اور اس انعام کا سبب
۲۵۸	سورہ قدر کی تفسیر
۲۶۱	ایک سوال کا جواب
۲۶۱	لیلة القدر نام رکھنے کی وجہ
۲۶۲	شب قدر کی اہمیت
۲۶۲	شب قدر کے متعلق حضور ﷺ کے ارشادات
۲۶۴	ایمان و احتساب کا مطلب
۲۶۵	بد نصیب کون ہے؟
۲۶۷	محرومی کا مطلب
۲۶۸	شب قدر میں حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ فرشتوں کا آنا
۲۷۰	شب قدر کی تعیین اٹھائے جانے کا سبب
۲۷۰	پانچ چیزیں پوشیدہ رکھی گئی ہیں
۲۷۱	شب قدر کے کھنی رکھے جانے کی حکمتیں
۲۷۲	لیلة القدر کی تعیین
۲۷۳	شب قدر کا طاق راتوں میں ہونا اور طاق راتوں سے مراد
۲۷۵	حق تعالیٰ کی عنایت اور عجیب حکمت
۲۷۶	شب قدر کے بارے میں علماء کے اقوال
۲۸۱	شب قدر کے بارے میں امام صاحب اور صاحبین رحمہم اللہ کا اختلاف
۲۸۲	شب قدر کے بارے میں ان لوگوں کے اقوال
۲۸۲	لیلة القدر کے بارے میں شاہ ولی اللہ کی رائے
۲۸۴	شب قدر کی چند علامتیں
۲۸۶	کیا لیلة القدر کی رؤیت ممکن ہے؟
۲۸۶	شب قدر میں کیا ہر چیز مجددہ ریز ہوتی ہے؟